www.KitaboSunnat.com

زاد الخطباء

زاد الخطباء

حافظ عبدالرحمن کشمیری

جلد 14

تالیف حافظ عبدالرحمن کشمیری

مسجد ام القریٰ بروکلین - نیو یارک

مسجد ام القریٰ
بروکلین - نیو یارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- مقدمہ 5
- شیطان کی انسان دشمنی 7
- دارالامتحان اور وساوس شیطان 9
- وساوس شیطان اور حفاظتِ رحمان 16
- عیب جوئی اور عیب بینی 23
- ترکِ نصیحت، باعثِ فضیحت 31
- باہمی نفرت وعداوت 39
- باہمی تفریق وتحریش 47
- باہمی فتنہ وفساد 55
- صراط مستقیم کی عظمت اور راہ ابلیس کی مذمت 63
- اسبابِ نفرت: تکبر اور غیبت 72
- تکبر باعثِ تنفر (۱) 79
- تکبر باعثِ تنفر (۲) 88
- تکبر کا شر اراخوت کا ادبار 95
- ذات برادری کا تکبر، امن وسلامتی کا تنزل 104
- افضلیت وفوقیت کا حقیقی وسطحی تصور 113
- لوگوں کو لڑانا بھڑانا شیطان کا بدترین ہتھکنڈا 119
- شیطانی وسوسے اور دجالی فتنے 126
- شکوک وشبہات، شیطانی واردات 135
- دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت 143
- انسان کی رحمان دوستی 151
- ایمان وعمل ذریعۂ سیادت وسعادت 153
- رمضان المبارک کی تیاری، اسباب، طریقۂ کار اور ثمرات 162
- ماہ رمضان، مغفرت ونجات کا ایک اور موقع 172
- رمضان المبارک ایک عظیم انعام 181

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- رمضان کا آغاز، اخلاصِ نیت اور توبہ کے ساتھ 191
- رمضان المبارک اور قربت الٰہی کے ذرائع 202
- رمضان کی افادیت، ضبطِ نفس اور برداشت کی صلاحیت 212
- رمضان کی بابرکت ساعتیں اور دنیا کی عارضی راحتیں 222
- رمضان المبارک تقویٰ وتطہیر اور تزکیہ وتعمیر 231
- عید الفطر، یوم الشکر 239
- رمضان کی برکات، ضائع نہ ہونے پائیں 244
- علاماتِ قیامت اور فتنوں کی شدت 254
- فتنوں کی تعمیم وتفہیم اور بچاؤ کی تدبیر وترکیب 265
- مسائل وتنازعات میں فیصل کون؟ 275
- مسلم امہ کا بڑا مسئلہ: معاشی فراوانی یا تحفظ ایمانی؟ 284
- حق کی تعیین بذریعہ خواہشِ نفس یا دین متین؟ 293
- دورِ فتن میں انسانیت کے رہنما 304
- حرمتِ مکۃ المکرّمۃ 312
- یومِ عرفہ اور حجۃ الوداع 323
- عید الأضحیٰ 335
- حج کی سعادت اور قبولیت کی شرائط 341
- وحدتِ ادیان ایک امتحان 350
- ہمہ دینیت، لادینیت 360
- نظریۂ وحدتِ ادیان اک نامعقول عقیدہ 370
- دنیا کی حقیقت 381
- دنیا کی بے ثباتی 383
- دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت 392
- دنیا اِک متاعِ قلیل 401
- دنیا کی کشش اور دین سے دوری کی روش 410
- دین سے عدمِ التفات اور دنیاوی میلانات 420
- فتنوں اور آزمائشوں میں اہل ایمان کا کردار 430
- مصائب ومشکلات کے اسباب 439

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین .

اما بعد:

یہ کتاب سلسلۂ خطباتِ جمعہ کی ایک کڑی ہے، یعنی مجموعہ ہائے خطباتِ جمعہ میں سے ایک مجموعہ ہے جو کہ سال بھر کے خطباتِ جمعہ پر مشتمل ہے اور اس سلسلے کی جلد نمبر 14 ہے، اس سے پہلے زاد الخطباء جلد نمبر 1 کے نام سے جو کتاب چھپ چکی ہے وہ دراصل اس کی جلد نمبر 15 ہے مگر بوجوہ تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔

یہ بات تو اس کتاب کے مطالعے کے وقت آپ کے پیش نظر ہوگی ہی اور جیسا کہ گزشتہ مقدمے میں بھی اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے بلکہ خطباتِ جمعہ ہیں اور خطابی اسلوب یقیناً تحریری اسلوب سے مختلف ہوتا ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ آپ اس میں تحریری چاشنی نہ پاسکیں، اگرچہ ان خطبات کا انداز تحریری اسلوب کے قریب تر ہے۔

ان خطبات میں کسی خصوصیت کا دعویٰ نہیں ہے، البتہ ایک انداز مختلف ضرور ہے اور قدرے منفرد بھی اور انداز تو ہر ایک کا دوسرے سے مختلف ہوتا ہی ہے اور بسا اوقات منفرد انداز ہی کسی کی خصوصیت بن جاتا ہے، بہرحال بعض احباب کی طرف سے سے ان خطبات کو کتابی شکل میں لانے کی خواہش اور اصرار کی قدر دانی اور رعایت کرتے ہوئے اور افادۂ عام کے لیے انہیں تحریر کے قالب میں ڈھالا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم اور فضل واحسان کے ساتھ قبول فرمائے۔ آمین

خواہش تو تھی کہ مقدمہ ذرا تفصیل کے ساتھ لکھتا مگر اس خدشے کے پیش نظر کہ طوالت کہیں لوگوں کے لیے بیزاری اور اکتاہٹ کا سبب نہ بن جائے، اپنی اس خواہش سے دستبردار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا پڑا، اور اب اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور جملہ معاونین کو جنھوں نے دامے درمے قدمے سخنے کسی بھی طور پر اس دعوتِ دین کے کام میں تعاون فرمایا انھیں دنیا و آخرت میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے، ساتھ ہی ان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہوں گا، سب سے پہلے میں اپنے ہم مکتب، مخلص اور دیرینہ دوست حضرت العلام مولانا صاحبزادہ برق التوحیدی حفظہ اللہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر نظر ثانی کرتے ہوئے غلطیوں کی نشاندہی فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین، ڈاکٹر جواد حیدر (از رینالہ خورد) حفظہ اللہ کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے نہایت جان فشانی کے ساتھ خطبات کے لیے پُرکشش اور پُرمغز عنوانات منتخب فرما کر فہرست تیار کی، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ، تو دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس حسنِ انتخاب پر انھیں اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کے اس تعاون علی البر کو قبول فرمائے۔ آمین؛ آخر میں بھائی ابواحتشام کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ جنھوں نے طباعت کے تمام اخراجات کی ذمہ داری اٹھائی، اللہ تعالیٰ ان کی اس نیکی کو قبول فرمائے اور اسے ان کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

اللھم اجعل عملي كله صالحاً، واجعله لوجهك خالصًا، ولا تجعل لأحد فيه شيئًا.

خادم العلم والعلماء

حافظ عبد الرحمٰن کاشمیری

نیویارک

یکم جولائی 2021ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیطان کی انسان دشمنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالامتحان اور وساوس شیطان

﴿ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

یہ دنیا دارالامتحان ہے،اس میں زندگی بھر انسان کو امتحان پیش آتے ہیں اور یہ سلسلۂ امتحانات اس قدر وسیع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وسعت اور شمولیت بیان کرنے کے لیے ایسا جامع کلام بیان فرمایا ہے کہ اس نے دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی چیز چھوڑی جو امتحان ہو اور نہ عمر کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ چھوڑا جو امتحان سے خارج ہو۔فرمایا:

﴿ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (الملك : ٢)

''اس نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

گویا کہ زندگی اور موت کے درمیان جو کچھ ہے اور جتنا وقت ہے سب کا سب امتحان ہے، حتیٰ کہ پیدا ہونا اور فوت ہونا بھی امتحان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان کو یہ حقیقت سمجھ نہیں آجاتی اس وقت تک وہ امتحان کے لیے سنجیدہ نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی روشنی میں زندگی کا بھلا کون سا معاملہ اور عمر کا کون سا حصہ امتحان سے خارج ہوسکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں، دنیا کی ہر چیز اور زندگی کا ہر لمحہ انسان کے لیے امتحان اور سراسر امتحان ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ کون کون سی چیزیں امتحان ہیں، زیادہ اہم نہیں رہتا، کیونکہ دنیا کی ہر چیز ہی تو شاملِ امتحان ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و رحمت فرماتے ہوئے بعض امتحانات کا نام لے کر آگاہ فرمایا ہے اور وہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کی محبت اور چاہت فطرتاً انسان کے دل میں موجود ہے، جیسا کہ فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾﴾

(آل عمران : ١٤)

''لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں، بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مزین کردی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ﴾ (الانفال : ٢٨)

''اور جان رکھو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولادیں حقیقت میں آزمائش ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾﴾ (البقرہ : ١٥٥)

''اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمھاری آزمائش کریں گے اور جو صبر کرنے والے ہیں انھیں خوش خبری دے دو۔''

اور اسی طرح اور چیزیں بھی ہیں کہ جن کا باقاعدہ نام لے کر بتلایا کہ وہ امتحان ہیں۔ ورنہ حقیقت میں دنیا کی ہر چیز امتحان ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾﴾

(الکهف : ٧)

''واقعہ یہ ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ بھی ہے ہم نے اسے زمین کی زینت بنایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تا کہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

امتحان کا لفظ سن کر عموماً ذہن میں یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ کوئی تکلیف دہ اور ناگوار امر ہی امتحان ہوسکتا ہے، جبکہ حقیقت یوں نہیں، حقیقت میں امتحان خوشی کے راستے سے بھی آتا ہے اور غمی کے راستے سے بھی، خوشحالی کے ذریعے بھی آتا ہے اور تنگدستی کے ذریعے بھی، نعمتوں کے طریق سے بھی آتا ہے اور تنگیوں اور تکلیفوں کے طریق سے بھی۔

﴿وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾﴾ (الأنبياء : ٣٥)

''اور ہم شر اور خیر میں مبتلا کر کے تمہیں آزمائیں گے آخر کار تمھیں ہماری طرف ہی پلٹنا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾﴾ (الاعراف : ١٦٨)

''اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں میں مبتلا کر کے آزمایا۔''

امتحان کے معاملے میں جہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ پوری کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر معاملہ چاہے وہ خوشی سے متعلق ہو یا غمی سے، امتحان ہے، وہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ انسان کس طرح امتحان میں سرخرو ہوسکتا ہے اور کیونکر ناکام ہوتا ہے۔

یہ موضوع ایک الگ اور مستقل موضوع ہے، اس وقت یہاں یہ باتیں محض تمہیداً عرض کی گئی ہیں تا کہ امتحان کی اہمیت سمجھ میں آجائے اور ذہن نشین ہوجائے۔

دنیا کے امتحانات کا تعلق اکثر و بیشتر خواہشات نفس کے حوالے سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ (آل عمران : ١٤)

''لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی محبت کو مزین کر دیا گیا۔''

آپ جانتے ہیں کہ دل میں جو کسی چیز کی خواہش اور چاہت ہوتی ہے، وہ کھانے پینے سے متعلق ہو، پہننے سے متعلق ہو یا دولت و ثروت سے متعلق ہو۔ وہ چیز دل کو بھلی معلوم ہوتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، اچھی لگ رہی ہوتی ہے اس لیے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ حاصل ہو جائے۔

کسی چیز کا دل میں اچھا لگنا اور اور اس کے حصول کی خواہش پیدا ہونا ایک الگ بات ہے، مگر خواہش اور چاہت کا اچھا لگنا ایک دوسری بات ہے۔

آپ نے محاورہ سن رکھا ہوگا کہ خیالی پلاؤ پکانا، جس کا مطلب ہے کہ ایسی باتیں سوچنا جو تقریباً ناممکن ہوں۔

آدمی ایسے کیوں کرتا ہے، ایسے خیالات میں کیوں گم رہتا ہے اس لیے کہ ان خیالات کی اپنی ایک لذت ہے، وہ خیالات انسان کو بڑے محبوب ہوتے ہیں، بہت اچھے لگتے ہیں، اور لوگ اس میں ایسے مگن ہوتے ہیں کہ بیداری میں خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ فطری طور پر تمام کی تمام متاعِ دنیا انسان کو اچھی لگتی ہے، ان کی خواہش دل میں موجود ہے اور اس پر مزید یہ کہ ان خواہشات کو مزید خوبصورت بنا دیا گیا ہے، مزین کر دیا گیا ہے۔

یہ کتنی بڑی آزمائش ہے، آپ اندازہ کر سکتے ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ تمام تر آگاہی کے باوجود، انسان کی وفات، قبر، حشر اور پل صراط کے خوفناک اور المناک احوال سے خبردار کرنے کے باوجود لوگ اپنی خواہشات نفس کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں، اور وہ کھچاؤ، وہ میلان اور رجحان انسان کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ پہلے تو آدمی کوئی ان پُرلذت خیالات سے نکالنے والی باتیں سننا پسند ہی نہیں کرتا، اگر سننی پڑ جائیں تو سنی ان سنی کر دیتا ہے اور اگر غور سے سن بھی لے تو اثر نہیں ہوتا اور اگر کچھ اثر ہو بھی جائے تو بہت تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے کہ جب تک آدمی سن رہا ہوتا ہے۔

جیسا کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"أَنَّ الْمَوَاعِظَ كَالسِّيَاطِ"

وعظ و نصیحت کی مثال کوڑوں کی سی ہے۔

"وَالسِّيَاطُ لَا تُؤْلِمُ بَعْدَ إِنْقِضَائِهَا إِيْلَامَهَا وَقْتَ وُقُوعِهَا"

(صيد الخاطر ، ص: ٢٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”کوڑوں کا درد جو کوڑے پڑتے وقت ہوتا ہے وہ کوڑے ختم ہونے کے بعد نہیں ہوتا۔“

تو ایک طرف تو طبعی اور فطری طور پر دنیا کی محبت اور اس کی خواہش اور چاہت کا دل میں ہونا اور پھر اس چاہت کی اس قدر چاہت ہونا کہ ہر چاہت پہ دم نکلے۔ سمجھ نہیں آتی آدمی ان چاہتوں کے دام سے نکلے تو کس طرح نکلے!

یقیناً یہ اک بہت بڑا امتحان ہے، مگر بات یہیں ختم نہیں ہوتی، اس امتحان کا استحصال اس سے بھی بڑا امتحان ہے، اور وہ کیا ہے؟ شیطان کہ جس کے پاس انسان کو بہکانے اور گمراہ کرنے کا اک کارگر حربہ وسوسہ ہے، وہ اس وسوسے کے ذریعے انسان کی خواہشاتِ نفس کو استعمال کرتا ہے، ان کا استحصال کرتا ہے انہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا اور ابھارتا ہے۔

اک سادہ لوح مسلمان، دین کے احکام سے لاعلم، خواہشات میں گھرا ہوا، دنیا کی دلدل میں پھنسا ہوا، شیطان کی چالوں سے بے خبر، اور اس کے وسوسوں میں جکڑا ہوا حیران ہے کہ کیا کرے اور کدھر جائے؟

تو آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں: دل میں پائی جانے والی فطری خواہشات جب برانگیختہ اور مشتعل ہوتی ہیں تو خیالات اور حدیثِ نفس کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ آدمی محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ اس کا دل اسے کچھ کہہ رہا ہے۔

انسان سے مطلوب یہ ہے کہ حدیث نفس سے بھی بچتا رہے اور شیطان کے وسوسوں سے بھی بچتا رہے۔ حدیثِ نفس کو وسوسۂ نفس بھی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ دو قسم کے وسوسے ہیں، بلکہ تین قسم کے ہیں۔ ایک ہے وسوسۂ نفس، خود اپنے دل میں پیدا ہونے والا وسوسہ، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ ﴾ (ق : ١٦)

”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں، ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔‘‘

اور دوسرا اور تیسرا وسوسہ ہے جو شیطان ڈالتا ہے، ایک وہ شیطان جو جنوں میں سے ہے اور دوسرا وہ جو انسانوں میں سے ہے،

﴿الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝﴾

(الناس : ٥، ٦)

’’جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔‘‘

اس شیطان کے وسوسے سے بچنا تو آسان ہے، کہ ادھر اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور ادھر شیطان بھاگا۔

﴿إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝﴾ (النساء : ٧٦)

’’شیطان کی چالیں نہایت کمزور ہیں۔‘‘

مگر نفس کے وسوسے سے کیسے بچا جائے؟ اس کے لیے سب سے پہلے تو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ کون سا وسوسہ شیطانی وسوسہ ہے اور کون سا وسوسہ حدیثِ نفس یا نفس کا وسوسہ اور خیال ہے!

تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ابوحازم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

”مَا كَرِهَتْهُ نَفْسُكَ لِنَفْسِكَ فَهُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ“

’’جس وسوسے کو تمہارا نفس ہی اپنے لیے ناپسند کرتا ہو، وہ شیطان کی طرف سے وسوسہ ہے، اس سے اللہ کی پناہ مانگو۔‘‘

”وَمَا أَحَبَّتْهُ نَفْسُكَ لِنَفْسِكَ فَهُوَ مِنْ نَفْسِكَ فَانْهَهَا عَنْهُ“

(مجموع الفتاویٰ : ١٧/ ٥٢٩)

’’اور جس کو تمہارا نفس اپنے لیے پسند کرتا ہو وہ تمہارے نفس کا وسوسہ ہے، بس اس سے رک جاؤ۔‘‘

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جس طرح شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہے ایسے ہی نفس کے شر سے پناہ مانگنے کی بھی دعا سکھلائی گئی ہے، مگر نفس کے شر سے بچنے کے لیے کچھ قوتِ ارادی، ضبطِ نفس اور عزیمت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، تاہم وسوسۂ نفس ہو یا یا وسوسۂ شیطان، دونوں سے بچنے کے لیے یقیناً سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔

انسان کا اپنا وسوسۂ نفس بھی اگرچہ اس کے لیے تباہ کن ہوسکتا ہے لیکن شیطان اگر اس وسوسے کا استحصال کرلے تو یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہے، کیونکہ شیطان ان خیالات اور وسوسوں کو ابھارتا اور برانگیختہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام قسم کے وسوسوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وساوس شیطان اور حفاظتِ رحمان

﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

گذشتہ خطبات میں ہم نے جانا کہ شیطان کا انسان کی زندگی میں ایسا عمل دخل ہے کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی بات سے لے کر بڑے سے بڑے معاملے تک ہر کام اور ہر چیز میں دخل اندازی کرتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ))

''شیطان تمہارے ہر کام کے وقت تمہارے پاس موجود رہتا ہے۔''

((حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ)) (مسلم : ۲۰۳۳)

''حتیٰ کہ اس کے کھانے کے موقع پر بھی اس کے پاس حاضر ہو جاتا ہے۔''

اور جیسا کہ متعدد آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ وہ انسان سے کھانے پینے، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، قضائے حاجت کرنے، وضو کرنے اور نماز پڑھنے، لین دین، معاملات اور کاروبار کرنے، شادی بیاہ، سفر، گفتگو اور زندگی کے ہر ایک معاملے میں آتا ہے اور دخل اندازی کرتا ہے، وسوسے ڈالتا ہے اور بسا اوقات فزیکلی بھی اذیت پہنچاتا اور پریشان کرتا ہے۔ بلکہ اس کی دخل اندازی کی شدت اور وسعت کو بایں الفاظ بیان فرمایا کہ:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ)) (بخاری : ۳۲۸۱)

''کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔''

تو اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کس طرح چاروں اطراف سے شیطان کے نرغے میں ہے اور شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کچھ ایسے کہا تھا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ (الاعراف: ١٦)

''اس نے کہا: اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا۔''

﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾ (الاعراف: ١٧)

''میں انہیں آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

شیطان کے انسان کے معاملات میں دخل اندازی کرنے کا مطلب ہے کہ وہ وسوسوں کے ذریعے ہر معاملے میں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس کا بنیادی حربہ اور ہتھیار انسان کو گمراہ کرنے کا ایک ہی ہے اور وہ ہے وسوسہ، البتہ ہر شخص کے دل میں وہ مختلف وسوسے ڈالتا ہے، وہ آدمی کے علم، اس کی پسند ناپسند، اس کے رجحانات ومیلانات، اس کی ضروریات، اس کی خواہشات، اس کے جذبات اس کے ایمان اور تقویٰ، اس کی دین میں پختگی اور کمزوری اور اس کے معاشی اور معاشرتی حالات کے مطابق وسوسے ڈالتا ہے۔

شیطان کی چالیں یقیناً بے شمار ہیں اور ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک ہیں، اس کی چالوں کو سمجھنا اور محسوس کرنا آسان بات نہیں، اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل کے بعد اسے صرف دیندار اور متقی و پرہیزگار لوگ ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴾ (الاعراف: ٢٠١)

''حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں جب کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال انہیں چھو جاتا ہے، تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے۔''

گویا کہ شیطان جب کسی انسان کے دل میں وسوسے اور برے خیالات ڈالتا ہے، تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کے دل و دماغ پر غفلت کا پردہ چھا جاتا ہے، پھر انسان کو کچھ سجھائی نہیں دیتا، حقائق اس کی نظروں کے سامنے دھندلا جاتے ہیں کہ وہ گویا اندھا ہو جاتا ہے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔

تو پھر وہاں تقویٰ و پرہیزگاری کا نور کام آتا ہے کہ جس سے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، ہر چیز روشن ہو جاتی ہے اور سب کچھ صاف صاف نظر آنے لگتا ہے کہ یہ تو شیطانی وسوسہ تھا۔

اس کے برعکس جو لوگ گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوتے ہیں وہ پوری طرح شیطان کے چنگل میں جکڑے ہوتے ہیں۔ انہیں شیطان کے وسوسوں کا احساس ہوتا ہے اور نہ وہ انھیں سمجھتے ہیں، بلکہ وہ ان خیالات سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اپنی لگن میں مگن رہتے ہیں۔ شیطان کا ان پر تسلط ہو جاتا ہے، پھر وہ جس طرح انہیں چاہتا ہے ورغلاتا اور بہکاتا ہے اور جدھر چاہتا ہے ہانک کر لے جاتا ہے، اور وہ اس کی ہانک پر یوں کھچے چلے جاتے ہیں جیسے چرواہا جب جانوروں کو پکارتا ہے تو وہ اس کی آواز اور صدا پر اس کے پیچھے چلے جاتے ہیں، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

﴿ كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ﴾ (البقرہ : ۱۷۱)

''وہ اس کی صدا اور پکار کے سوا کچھ نہیں سمجھتے۔''

وہ جو بڑے بڑے گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوتے ہیں، اک ہلکے سے شیطانی وسوسے کو کیا محسوس کریں گے۔

تو انسان ہر طرف سے پوری طرح شیطان کی چالوں، اس کے وسوسوں اور حربوں میں گھرا ہوا ہے، ان سے بچنے کے لیے ان سے آگاہی اور پھر حفاظتی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے۔

شیطان کی چالیں تو یقیناً بے شمار ہیں، ان میں سے چند ایک سے آگاہی حاصل کر کے ان سے بچاؤ کی تدابیر جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیطان انسان کے خلاف جو چالیں چلتا ہے، جن گناہوں میں پھنسانے اور مصیبتوں کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شکار کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

(۱)...... وہ انسان کو شرک اور کفر پر آمادہ کرتا ہے، جیسا کہ گذشتہ خطبات میں ہم سن چکے ہیں۔

(۲)...... وہ انسان کو فقر و مفلسی سے ڈراتا ہے اور فحاشی پر ابھارتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ اَلشَّیۡطٰنُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَ یَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ ۚ ﴾ (البقرہ: ۲۶۸)

”شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور فحاشی کی ترغیب دیتا ہے۔“

(۳)...... وہ انسان کو خیر کے کام بھلاتا ہے۔

(۴)...... نماز میں سے چوری کرنا، جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ))

”میں نے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا۔“

((فَقَالَ: هُوَ إِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ))

(بخاری: ۷۵۱)

”تو فرمایا: یہ تو اچک لینا ہے، شیطان آدمی کی نماز سے اچک لیتا ہے۔“

اور اس طرح اور بہت سی چالیں ہیں، مگر ان سے بچنے کا طریقہ جو قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ سب سے پہلے شیطان کے شر اور اس کے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس کا حکم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾ ﴾ (المؤمنون: ۹۷، ۹۸)

”اور دعا کیجیے کہ اے میرے رب میں شیطان کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے رب میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پاس آئیں۔"

شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا شیطان سے بچنے کا ایک سب سے بڑا اور بنیادی عمل ہے۔

اسلام نے ہر ہر موقعے پر شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

نماز کے شروع میں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ))

(ابن ماجه : ٨٠٧)

"میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز میں داخل ہوتے تو یہ دعاء پڑھتے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے، اس کی پھونک، اس کی تھوک اور اس کے چوکے سے۔"

باتھ روم میں داخل ہوتے وقت کی دعا سکھائی گئی ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ)) (بخاری: ٦٣٢٢)

غصے کے وقت پناہ مانگنے کی دعا سکھلائی:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ))(بخاری: ٦١١٥)

دوران سفر میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالیں، یا منزل پر پہنچیں تو شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا قَالَ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ فِيْ ذَلِكَ الْمَنْزِلِ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْهُ)) (ابن ماجة : ١١٢)

"فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص کسی جگہ ٹھہرے یا پڑاؤ ڈالے اور یہ کلمات کہے: "اعوذ بكلمات الله التامة من شر ما خلق" تو اسے اس جگہ کوئی چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقصان نہیں پہنچائے گی حتی کہ وہاں سے کوچ کر جائے۔‘‘

گدھے کے رینکنے کی آواز سن کر ((أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) پڑھنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ))

(بخاری: ۳۳۰۳)

’’جب تم گدھے کے رینکنے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔‘‘

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت تعوذ پڑھنے کا حکم فرمایا:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝﴾

(النحل: ۹۸)

’’پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔‘‘

☆ بچوں پر تعوذ کا دم کرنے کی تعلیم دی:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُولُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)) (بخاری: ۳۳۷۱)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو تعوذ کا دم کیا کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا کرتے تھے اور فرماتے: تمھارے باپ -یعنی ابراہیم علیہ السلام- اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا کرتے تھے ’’میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر طرح کی نظر بد سے۔‘‘

غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو اور ہر معاملے میں شیطان کے شر سے بچنے کے لیے تعوذات

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

سکھائے گئے ہیں، اسلام نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا، جہاں جہاں شیطان کا عمل دخل ہو سکتا ہے اس سے بچنے کے لیے ہماری رہنمائی فرمائی، اسی طرح دیگر تمام مسائل و مشکلات سے نجات پانے کے لیے بھی طریقے بتائے اور دعائیں سکھائیں جو کہ قرآن و حدیث میں موجود ہیں جو کسی دوسرے خطبے میں ان شاء اللہ بیان کی جائیں گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیب جوئی اور عیب بینی

﴿إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

شیطان کی انسانی دشمنی اور اس کی شدت اور عداوت کے بارے میں ہم جان چکے ہیں کہ وہ بڑا اپکا، ضدی، گھٹیا اور ڈھیٹ قسم کا دشمن ہے، وہ اخلاق سے عاری اور شدتِ عداوت میں ہر سطح پر جانے والا ہے،اس کی شدتِ عداوت سے قرآن وحدیث میں ہمیں جا بجا خبردار کیا گیا ہے۔ان میں سے ایک مقام پر اس کے عزائم کا یوں ذکر کیا گیا:

﴿قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِى لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَٰطَكَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾﴾

(الاعراف : ١٦)

شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے عزائم اور ارادوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا:''جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے، میں بھی تیری سیدھی راہ پر انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا۔''

﴿ثُمَّ لَءَاتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَٰكِرِينَ ﴿١٧﴾﴾ (الاعراف : ١٧)

''میں ان کے آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں، ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

اس کی شدتِ عداوت کا اندازہ کیجیے کہ اس نے صرف یہ کہنے پر اکتفا نہیں کیا کہ میں انسان کو ہر طرف سے گھیروں گا اور پوری طرح گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا، بلکہ تمام جہات کا نام لے لے کر اپنے عزم و ارادے کا اظہار کیا کہ جس سے اس کی شدید دشمنی کا اظہار ہوتا ہے اور اس میں بھی جو اس نے دو جہتوں کا ذکر نہیں کیا یعنی اوپر اور نیچے کا، تو اس لیے نہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے کچھ نرم دلی کا مظاہرہ کیا یا بھول گیا ہو، بلکہ اس لیے کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور نیچے سے آنا وہ اپنی توہین سمجھتا ہے۔ جھکنا تو اسے کسی صورت میں منظور نہیں ہے، وہ چاہے کسی مقصد کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ اسے اگر جھکنا ہی ہوتا تو ایک بار آدم علیہ السلام کو سجدہ کر کے ہمیشہ کی پریشانی اور ذلت و رسوائی سے بچ جاتا، مگر اس نے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم اور اللہ تعالیٰ کی لعنت تو قبول کر لی مگر ایک سجدہ گوارا نہ کیا۔ کس قدر تکبر، نخوت اور غرور ہے اس کی سرشت میں۔

آپ نے دیکھا کہ شیطان نے انسان کو ہر پہلو اور ہر راستے سے گمراہ کرنے اور حملہ آور ہونے کا دعویٰ کیا، جو کہ اس کا اندازہ اور گمان تھا، اس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہا۔

﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

(سبا : ٢٠)

''ان کے معاملے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا، سب نے اس کی پیروی کی سوائے مؤمنوں کی ایک جماعت کے۔''

تو جس طرح شیطان نے اپنے ارادوں کا اظہار کیا کہ وہ ہر طرف سے انسان کو گھیرے گا، بات کچھ ایسے ہی ہے کہ ہر ہر شخص کے ہر ہر معاملے میں اس کے پاس چالیں، ترکیبیں اور وسوسے ہیں۔ ان سب کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے کیونکہ انسان کی زندگی کے مسائل اور معاملات ہی اتنے ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، البتہ چند موٹی موٹی باتوں کا ہر ایک کو علم ہے، وہ شیطانی کام اور شیطانی چالیں ہیں، جیسے چوری، بدکاری، دھوکہ دہی، جھوٹ، فراڈ، گالی گلوچ اور قتل و غارت وغیرہ۔ کہ ان کا غلط ہونا ہر انسان کو فطری طور پر معلوم ہے، لہٰذا تمام انسانی معاشروں میں ان کو برا جانا جاتا ہے، لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا انسان کو فوری طور پر اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ شیطانی کام ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کرنا اور اس کی کئی صورتیں ہیں، مگر بنیادی سبب وہی ہے کہ وہ اک شیطانی وسوسے کے تحت ہوتا ہے اور اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گاڑی میں سوار ہوں تو ڈیش بورڈ کھول کر چیزوں کو دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یا گاڑی میں پڑی دوسری کسی چیز کو اٹھا کر اس کا جائزہ لینا شروع کر دیتے ہیں اور اگر یونہی کسی کے پاس بیٹھے ہوں تو اس کا فون اٹھا کر استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں یا الٹ پلٹ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کسی کے گھر میں جائیں تو وہاں گھر میں موجود چیزوں میں جھانکنے لگ جاتے ہیں۔

کسی کی پرائیویسی کی کوئی اہمیت، کوئی احترام اور کوئی لحاظ نہیں، کچھ تو محض Curiosity اور تجسس کے نام پر دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرتے چلے جاتے ہیں اور کچھ جہالت اور لاعلمی کی بنا پر ایسا کچھ کر جاتے ہیں۔

اور دخل اندازی کی ایک صورت جو کہ اس سے بھی زیادہ سنگین، خطرناک اور شرمناک ہے وہ ہے لوگوں کے معاملات میں جھانکنا، کہ کون کیا کرتا ہے، کیا کھاتا اور کیا پیتا ہے، کب سوتا اور کب جاگتا ہے اور کیا پہنتا ہے وغیرہ۔

بعض اوقات اِن ڈائریکٹ اور اکثر اوقات ڈائریکٹ ہی کسی کی ذاتی زندگی میں جھانکنے کے لیے ایسے سوالات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں، کہ دوسرے شخص کو مجبور کر دیتے ہیں کہ یا تو وہ اپنی ذاتی زندگی ان کے سامنے کھول کر رکھ دے یا پھر ان کے شر سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے۔

اور ایسے کام عموماً وہ لوگ کرتے جو اسلامی آداب سے ناواقف ہوں، یا بے کار ہوں، انہیں کوئی کام کاج نہ ہو، سارا دن ٹائم پاس کرنے کے لیے لوگوں کے پاس جا کر بیٹھنا، ٹی وی دیکھنا، گپیں لگانا اور لوگوں کی پگڑیاں اچھالنا ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔

مگر اس جرم کی قباحت اور سنگینی پہلے تو کسی کو معلوم نہیں ہوتی اور اگر معلوم ہو تو اس کا خطرناک پہلو یہ ہوتا ہے کہ آدمی اس شیطانی کام کو جسٹیفائی کرنے کی کوشش کرے اور اکثر و بیشتر ایسے ہی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی ہمدردی، خیر خواہی اور اصلاح کے نام پر یہ سب کچھ کرتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ خود کو دودھ کا دھلا سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دوسروں کے لیے بڑی ہمدردی اور خیر خواہی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا کمال ہمدردی ہے! اسے اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر، نہ اپنی آخرت کی فکر، نہ حلال کمائی کی فکر، نہ حلال خرچ کی فکر، اسے اگر فکر ہے تو لوگوں کی فکر ہے، اسے لوگوں کا غم کھائے جا رہا ہے، کیا سادگی ہے، مگر وہ بے چارہ اس سادگی کے انجام سے بے خبر ہے۔

اس سادگی کا انجام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْإِيْمَانُ إِلَى قَلْبِهِ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ))

”اے وہ لوگو جو صرف زبان سے اسلام لائے ہو، ایمان ان کے دلوں تک نہیں پہنچا! مسلمانوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔“

((وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ))

”اور نہ انہیں ان کے عیبوں کا طعنہ دو۔“

((وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ))

”اور نہ ان کی عیب جوئی کرو۔“

((فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ))

”جو کسی مسلمان بھائی کی عیب گیری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی عیب چینی کرے گا۔“

((وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ))

(ترمذی: ۲۰۳۲)

”اور جس کی اللہ تعالیٰ عیب بینی کرے گا اسے رسوا کر کے رکھ دے گا، اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی موجود رہا ہو۔“

اندازہ کریں کیسی تہدید اور کتنی وعید ہے، مگر شیطان نے اسے ایسا ورغلا رکھا ہوتا ہے کہ اسے سمجھ ہی نہیں آتی کہ وہ کیا کر رہا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اسے جائز سمجھ رہا ہوتا، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس میں لذت بھی محسوس کرتا ہے، کسی کے خلاف باتیں کر کے، کسی کے عیب اچھال کر وہ محظوظ ہوتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کرنے اور ان کے عیب اچھالنے والے کا انجام انتہائی خطرناک ہے۔

اسے واقعی اگر کسی کی خیر خواہی مقصود ہو تو اس کا طریقہ اسلام نے بتلایا ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے، پردہ پوشی کرنے سے جہاں اس کی خیر خواہی ہوگی وہاں خود اپنا بھی فائدہ اور خیر خواہی ہوگی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ سَتَرَ اللّٰهُ عَورَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

(صحیح ابن ماجة : ۲۰۷۹)

''جو کسی مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا۔''

اور آپ جانتے ہیں کہ قیامت کے دن آدمی کو عیب پوشی کی کتنی ضرورت ہوگی۔

یہاں اس دنیا میں تو اگر کسی کو رسوا کریں گے اور اس کے عیب اچھالیں گے تو زیادہ سے زیادہ کسی ایک حلقے میں یا کسی ایک ملک میں، مگر قیامت کے دن جو آواز لگانے والا، پکارنے والا پکارے گا تو اسے تمام کے تمام لوگ سنیں گے۔

((فَيُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ -أَحْسَبُهُ قَالَ- كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ)) (الأدب المفرد : ۹۷۰)

''وہ لوگوں کو ایسی آواز کے ساتھ پکارے گا کہ جو دور ہوگا وہ بھی سنے گا -اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ- جس طرح قریب والا سنے گا۔''

اور اس دن کی رسوائی سب سے بڑی رسوائی ہے اور آدمی کی حقیقت کیا ہے، اس کی اصلیت کیا ہے، یعنی وہ کتنا نیک یا کتنا بد ہے، اس کا پتہ قیامت کے دن ہی چلے گا،

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ۝١٨﴾ (الحاقه : ۱۸)

''اس دن تم سب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے، تمھارا کوئی بھید بھی پوشیدہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے گا۔"

اس دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کی پردہ پوشی فرما رکھی ہے، یہاں آدمی بن ٹھن کے نکلتا ہے، اپنے آپ کو بڑا نیک و پارسا اور دوسروں کو پرلے درجے کے بُرے لوگ سمجھتا ہے، سینہ تان کر چلتا ہے، مگر اس کی اصلیت کیا ہے، یہ قیامت کے دن ہی پتہ چلے گا۔

اور جو سمجھ دار اور صاحب عقل و دانش ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴾ (آل عمران : ١٩٤)

"اے ہمارے رب! جو وعدے تو نے ہم سے اپنے رسولوں (علیہم السلام) کے ذریعہ کیے ہیں پورے فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال ، بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔"

اور جسے آخرت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی فکر ہو، وہ لوگوں کی عیب جوئی نہیں کرتا، بلکہ اپنی اصلاح کی فکر کرتا ہے۔

شیطان کی چالوں میں سے یہ ایک بہت بڑی خوفناک چال ہے کہ وہ آدمی کو دوسروں کے معاملات میں ایسا الجھا دیتا ہے کہ اسے اپنی فکر نہیں رہتی، حالانکہ آدمی کو کن چیزوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے؟ اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی۔

﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم : ٦)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔"

اللہ تعالیٰ کے اس واضح حکم کے باوجود لوگوں کو اپنی قطعاً فکر نہیں اور لوگوں کی اصلاح کے نام پر ان کے عیب دن بھر اچھالتے رہتے ہیں۔

اور یہ بات پہلے بھی کئی بار بیان ہو چکی ہے کہ آدمی اگر یہ جاننا چاہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے تو وہ اس بات پر غور کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس کام پر لگا رکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو لوگوں کی عیب جوئی پر لگا رکھا ہے تو وہ اپنا مقام پہچان لے۔

اور اگر لوگوں کی ہمدردی، خیر خواہی اور تعاون کے کاموں پر لگا رکھا ہے تو اس کے مقام کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ تو کیا ایسا آدمی بھلا عقلمند ہو سکتا ہے جو لوگوں کی خیر خواہی کے نام پر اپنا نقصان کرتا جا رہا ہو؟

سوال یہ ہے کہ کوئی آدمی کس طرح اپنے آپ کو اس نقصان سے اور اس بُری عادت سے بچا سکتا ہے؟

تو حقیقت یہ ہے کہ جب تک آدمی کو یہ بات سمجھ نہیں آجاتی کہ اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں وہ اس وقت تک یونہی لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کرتا رہے گا، اس لیے سب سے پہلے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہوگا اور جاننا ہوگا کہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ آپ کی ہمدردی اور خیر خواہی کے مستحق کون لوگ ہیں اور وہ ہیں آپ کی ذات اور آپ کے اہل وعیال، لہٰذا ان پر توجہ دیں اور ساتھ ہی اس بری عادت اور شیطانی فعل سے بچنے کے لیے اسلام کے بتائے ہوئے اس سنہری قاعدے پر عمل پیرا ہوں کہ:

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ)) (ترمذي : ٢٣١٧)

”آدمی کے اسلام کی ایک خوبی اور حسن یہ ہے کہ وہ ایسی باتوں میں نہ پڑے جو اس سے متعلق نہیں ہیں۔“

اور آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں اکثر و بیشتر لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد کا سبب ہی دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرنا ہی ہوتا ہے۔

یہ باتیں تو تھیں لوگوں کے انفرادی معاملات کی حد تک، اب اجتماعی حالت کا معاملہ ملاحظہ کریں، تو جلسے جلوس، ہڑتالیں، دھرنے، توڑ پھوڑ، یہ سب کچھ بھی اصلاح کے نام پر ہوتا ہے، کتنے ہی چور، ڈاکو، بدکار اور بے دین قسم کے لوگوں کو ملک وقوم کا غم کھائے جا رہا ہے مگر انھیں اپنی حالت کی تبدیلی کی ہرگز فکر نہیں ہوتی۔

اسی طرح میڈیا آزادئ رائے اور عوام کی خیر خواہی کے نام پر لوگوں کی پگڑیاں اچھالتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رہتا ہے۔

بہرحال اگر ہم اپنی اصلاح کرنا چاہیں اور شیطان کی چال سے بچنا چاہیں تو ہمیں اسلام کے بتائے ہوئے اس آسان سے قاعدے پر عمل کرنا ہوگا کہ جس میں کچھ کرنا نہیں ہے بلکہ نہ کرنا ہے اور وہ ہے:

"مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ" (ترمذي : ٢٣١٧)

''آدمی کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کردے، یعنی جو کسی طرح بھی اس سے متعلق نہیں ہیں۔''

مگر نہایت ہی قابل غور اور قابل تعجب بات یہ ہے کہ ایک ایسا آسان سا قاعدہ جس میں کچھ کرنے کا نہیں بلکہ نہ کرنے کا حکم ہے اس پر بھی عمل نہیں ہو پاتا۔

کوئی آسان سے آسان کام کرنا بھی کسی حد تک مشکل ہوسکتا ہے، یہ تو سب جانتے ہیں مگر کام نہ کرنا بھی مشکل ہوسکتا ہے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔تو شیطان کی بے شمار چالوں میں یہ ایک چال ہے کہ وہ آدمی کو دوسروں کے معاملات میں الجھا دیتا ہے اور وہ اس میں لگا رہتا ہے اور وہ یہ کام مزے لے لے کر رہا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترکِ نصیحت، باعثِ فضیحت

﴿ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کچھ عرصے سے شیطان کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے تاکہ شیطان جو کہ تمام برائیوں کی جڑ اور تمام فتنہ وفساد کا ایک بنیادی باعث اور محرک ہے، اس کے بارے میں جانکاری حاصل کر کے اس کی چالوں، اس کی سازشوں، اس کے حیلوں، اس کی مکاریوں، اس کے دھوکوں اور اس کے فتنوں سے بچنے کی کوشش کر سکیں۔

اگر کوئی شخص واقعی شیطان کے شر سے بچنا چاہتا ہو اور سنجیدگی سے اس کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ضرور کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

مگر دوسری طرف یہ بھی اک حقیقت ہے کہ شیطان اتنی آسانی سے انسان کو کامیاب ہونے نہیں دے گا، روڑے ضرور اٹکائے گا اور ممکن حد تک اسے ناکام کرنے کی کوشش کرے گا۔

ہم شیطان کے بارے میں گفتگو کریں اس سے بچنے کی فکر کریں اور وہ خاموش رہے، ممکن نہیں ہے، اس کی کوشش ہوگی کہ بات لوگوں کے کانوں تک پہنچنے سے اگر روک نہیں سکتا تو کم از کم اسے لوگوں کے دلوں تک پہنچنے نہ دے۔

چنانچہ کچھ ایسے ہی ہوا، اس نے کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ خطبے میں جو شیطان کی چالوں کا ذکر ہو رہا ہے تو اس کا مقصد اصل میں فلان فلاں کو مطعون کرنا ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے آکر مجھ سے کہا کہ لگتا ہے آپ نے ہمیں نشانہ بنایا ہے۔

حالانکہ بات ایسی نہیں، اور ایسی ہو بھی تو بھی اس میں ان کا فائدہ ہی ہے نقصان ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ یقیناً نصیحت ہی سننے کے لیے مسجد میں آتے ہیں، قصے کہانیاں نہیں، اور نصیحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو کڑوی ہی ہوتی ہے اور نصیحت اپنی پسند اور خواہش کے مطابق نہیں ہوتی بلکہ حقیقت کے مطابق ہوتی ہے۔تو چونکہ شیطان کی چالوں میں سے یہ بھی ایک چال ہے کہ وہ نصیحت کا رخ ہی موڑ دیتا ہے، اس کو اک دوسرا مطلب پہنا دیتا ہے، اس کو ذاتی مسئلہ بنا کر پیش کر دیتا ہے اور پھر آدمی کے غرور اور اس کی نفرت اور انا کو ابھارتا ہے۔

لٰہذا مناسب ہوگا، اگر نصیحت کی ضرورت و اہمیت، اس کے فوائد اور اس کے طریقۂ کار کا ذکر ہو، اور ترک نصیحت اور عدم قبول نصیحت کے نقصانات کی بات ہو جائے تو سب سے پہلے نصیحت کے ضمن میں چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیں کہ:

نصیحت انسانی معاشرے کی اصلاح اور فلاح کے لیے اک ناگزیر عمل ہے، نصیحت اسلامی معاشرے کا طرۂ امتیاز اور خاصہ ہے کہ غیر اسلامی معاشروں میں ذاتی معاملات میں دخل اندازی تصور کیا جاتا ہے، ترک نصیحت کسی بھی انسانی معاشرے کے بگاڑ اور خرابی اور پھر تباہی و بربادی کا بنیادی سبب ہے، اور نصیحت سراسر ہمدردی اور خیر خواہی ہے۔

تو آیئے اب بدلائل نصیحت کی ضرورت و اہمیت جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث میں گذشتہ قوموں پر عذاب الٰہی کے نزول، اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ٹھہرنے اور ان کے تباہ و برباد ہونے کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب یہ بیان فرمایا گیا کہ وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے۔

﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۝ ﴾ (المائدہ : ۷۸)

”بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے، ان پر داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔یعنی زبور اور انجیل میں اس لعنت کا ذکر ہوا۔اور سبب یہ تھا کہ وہ نافرمانیاں کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔“

﴿ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ ﴾

(المائدہ : ۷۹)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”وہ ایک دوسرے کو برائی سے روکتے نہ تھے، جو کچھ بھی وہ کرتے تھے بہت برا تھا۔“

اور حدیث میں ہے، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((إِسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّوْمِ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ))

ایک روز آپ ﷺ نیند سے اس حال میں بیدار ہوئے کہ آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا، اور آپ فرما رہے تھے ”لا الٰہ الا اللّٰہ“ عربوں کی تباہی اس بلا سے ہوگی جو قریب آ لگی ہے، آج یاجوج و ماجوج کی دیوار سے اتنا سوراخ ہو گیا۔

((وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا))

اور یہ آپ ﷺ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو ملاتے ہوئے فرمایا۔

((قَالَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟))

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس کے باوجود کہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں، پھر بھی ہلاک ہو جائیں گے؟

((قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ)) (بخاری: ۳۳۴۶)

”فرمایا: ہاں جب بدکاری اور خباثت بڑھ جائے گی تو۔“

اور خرابی اور بگاڑ جو ابتداءً چند افراد سے شروع ہوتی ہے، اگر لوگوں میں اصلاح اور خیر خواہی کا مادہ موجود ہو اور وہ ایسے افراد کو وعظ و نصیحت کرتے رہیں تو بگاڑ اگر فوری طور پر رکے گا نہیں تو کم از کم پھیلے گا بھی نہیں۔ تو یوں وہ کثرت خبث کے زمرے میں نہیں آئے گا، لیکن اگر خاموش رہیں گے تو اس بگاڑ کی لپیٹ میں وہ نیک لوگ جنہوں نے خاموشی میں عافیت سمجھی وہ بھی ضرور آئیں گے۔

اس کی مثال حدیث میں کچھ یوں ملتی ہے کہ کچھ لوگ کشتی پر سوار ہوئے، کچھ اوپر والے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حصے میں اور کچھ نیچے والے حصے میں۔ نیچے والوں کو پانی لینے کے لیے اوپر کے حصے میں آنا پڑتا تھا، تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم نیچے ہی سوراخ کر کے پانی لے لیا کریں۔

اب اوپر والے نیچے والوں کو اگر کشتی میں سوراخ کرنے سے نہ روکیں گے تو کشتی ڈوبنے کی صورت میں یقیناً وہ بھی ساتھ ہی ڈوب جائیں گے۔

اسی طرح معاشرے میں شخصی آزادی کے نام سے برائی کرتے جانے اور اس پر نصیحت نہ کرنے کا نتیجہ یقیناً بدکاری اور خباثت کی کثرت اور اس کے نتیجے میں عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں بہت وضاحت کے ساتھ گذشتہ قوموں کی تباہی کے اسباب میں سرفہرست اس سبب کا ذکر کیا گیا ہے کہ لوگ برائی سے کیوں نہ روکتے تھے، جیسا کہ گذشتہ قوموں کی ہلاکت اور تباہی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١١٦﴾ ﴾ (هود: ١١٦)

”پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں، ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا، ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیئے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔“

پھر آگے ایک اٹل قانون بیان فرما دیا، فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿١١٧﴾ ﴾

(هود: ١١٧)

”اور تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے، حالانکہ ان کے باشندے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کرنے والے ہوں۔‘‘

تو آپ نے دیکھا کہ نصیحت و خیر خواہی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معاشرے کی اصلاح کے لیے کس قدر ضروری اور لازمی ہے اور ترک نصیحت کا انجام کیا ہے۔

یہ تو تھا قرآن و حدیث کی روشنی میں نصیحت و موعظت کی ضرورت و اہمیت اور اس کی افادیت کا ذکر اور عدم نصیحت کا انجام،اب دنیاوی لحاظ سے بھی اگر اس کا جائزہ لیں تو سب سے پہلے برائی کی سنگینی کو سمجھنا اور اصلاح کی ضرورت کو جاننا ہوگا،اگر یہ بات سمجھ آ جائے تو پھر آدمی اصلاح کی فکر بھی کرتا ہے اور برائی سے بچنے کی کوشش بھی کرتا اور پھر نصیحت کڑوی نہیں بلکہ میٹھی لگنے لگتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کس شخص کو کوئی خطرناک جسمانی بیماری لاحق ہوجائے تو وہ کیا کرتا ہے،اسے کس شدت سے اپنے علاج کی فکر ہوتی ہے،وہ ایکسرے کرواتا ہے،سی ٹی سکین کرواتا ہے، MRI کرواتا ہے،پھر جب بیماری ڈائیگنوز ہو جائے تو کینسر کے علاج کے لیے ریڈی ایشن کرواتا ہے، اس سے بھی آرام نہ آئے تو Chemotherapy (کیموتھراپی) کرواتا ہے جس کے Painfull side effects ہو سکتے ہیں۔

اور اگر سرجری کی ضرورت ہو تو ڈاکٹرز چیر پھاڑ کر دیتے ہیں،مگر کوئی شخص نہ صرف یہ کہ برا نہیں مناتا بلکہ انہیں معاوضہ بھی دیتا ہے،شکریہ بھی ادا کرتا ہے اور ادب و احترام بھی کرتا ہے، اس لیے کہ وہ بیماری کی سنگینی کو سمجھ رہا ہوتا ہے،مگر دین کے معاملے میں بعض لوگ مسجد میں آ جانا بھی احسان کرنا سمجھ رہے ہوتے ہیں،جبکہ اس کے برعکس نصیحت ایک احسان ہے جس کا کوئی انسان بدلہ نہیں چکا سکتا،صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کا اجر دے سکتے ہیں۔

نصیحت کو غنیمت جانیں، اس دور میں کہ جہاں اکثر و بیشتر آپ کو تھپکیاں دے دے کر سلانے والے ہی نظر آئیں گے اور مسلمان تو پہلے ہی سو رہے ہیں۔ اوپر سے لوریاں اور تھپکیاں کتنی گہری نیند میں ڈال دیں گی اور پھر شیطان کتنا خوش ہوگا کہ وہ لوگوں کے دین اور ایمان کو تباہ کر رہا ہے اور مولوی صاحب انہیں بیدار اور خبردار کرنے کے بجائے تھپکیاں دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر سلا رہے ہیں۔

اس لیے اپنی حقیقی کامیابی کو سامنے رکھیں اور اپنے حقیقی مخلص اور ہمدرد کو سمجھیں، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر جو آپ کی بیماری کو چھپائے اور آپ کو صرف Pain killer دے کر گھر بھیج دے، آپ کا مخلص ہو سکتا ہے؟

یقیناً نہیں! آپ کا مخلص، آپ کا ہمدرد اور خیر خواہ وہ ڈاکٹر ہے جو بیماری کو صحیح ڈائیگنوز کرے اور پھر قطع نظر اس کے کہ بات آپ کو اچھی لگتی ہے یا بری، آپ کو بیماری کی سنگینی سے آگاہ کرے، اور پھر اس کے مطابق علاج تجویز کرے۔

اور یاد رکھیں کہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا، اپنے مخلص اور خیر خواہ کو پہچاننا ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ ((صَدِيقُكَ من صَدَقَكَ ، لا مَن صَدَّقَك)) محاورہ ہے کہ تمہارا دوست وہ ہے جو تم سے سچ بولے نہ کہ تمہاری تصدیق کرے یعنی جو چاپلوسی کرتے ہوئے تمہاری ہاں میں ہاں ملاتا رہے وہ تمہارا دوست نہیں ہے، وہ ٹائم پاس کر رہا ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ

((مَنْ أُفْتِيَ بِغَيرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ)) (ابو داود:٣٦٥٧)

"جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کو کسی ایسی چیز کا مشورہ دے اور رہنمائی کرے کہ جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ اس سے بہتر دوسری چیز ہے تو اس نے اس سے خیانت کی۔"

اس لیے سچی اور کھری بات کہنے والا ہی مخلص اور ہمدرد ہو سکتا ہے، اور نصیحت تو آپ جانتے ہیں کہ کڑوی ہی ہوتی ہے لیکن اگر آدمی نصیحت کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہو تو پھر اسے بری نہیں لگتی۔ نصیحت فطرتاً انسان پر ناگوار گزرتی ہے مگر اسے ہر حال میں قبول کرنا ہوگا، کیوں کہ نصیحت کو ناپسند کرنا بہت بڑی بدبختی اور دل کی سختی کی علامت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ قرآن پاک میں بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯ ﴾ (الحدید : ١٦)

''کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔''

تو عرصہ دراز تک نصیحت وموعظت سے دور رہنے کی وجہ سے دل سخت ہوجاتے ہیں اور دلوں کی سختی بدنصیبی کی علامت ہے، اور یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ نصیحت کو ناپسند کرنے کی وجہ تکبر، غرور اور ہٹ دھرمی اور نخوت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑳ ﴾ (البقرہ : ٢٠٦)

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اسے اپنی عزت اور وقار کا خیال اس گناہ پر جما دیتا ہے۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم نصیحت کی قدر کریں، اسے غنیمت جانیں اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا وآخرت سنواریں۔

نصیحت سے اعراض کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو گدھے سے تشبیہ دی ہے، جیسا کہ فرمایا

﴿ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ㊾ ۙ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ㊿ ۙ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ ﴾ (المدثر : ٤٩-٥١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''انھیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں، گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگے ہوں۔''

اور یاد رکھیں کہ نصیحت کو ٹھکرا دینے والے کو لوگ بھی پسند نہیں کرتے، جیسا کہ امام الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا أَوْرَدْتُ الْحَقَّ وَالْحُجَّةَ عَلَى أَحَدٍ فَقَبِلَهَا مِنِّي إِلَّا هِبْتُهُ وَاعْتَقَدْتُ مَوَدَّتَهُ ، وَلَا كَابَرَنِي أَحَدٌ عَلَى الْحَقِّ ، وَدَفَعَ الْحُجَّةَ الصَّحِيْحَةَ إِلَّا سَقَطَ مِنْ عَيْنِيْ وَرَفَضْتُهُ))(حلية الأولياء و طبقات الاصفياء ج ۹، ص: ۱۱۷)

''میں جو کسی کے سامنے حق اور دلیل و حجت پیش کرتا ہوں اور وہ اسے مجھ سے قبول کر لیتا ہے تو مجھ پر اس کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور دل میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، اور جب کوئی حق پیش کرنے پر میرے سامنے بڑکپن کا مظاہرہ کرتا ہے اور صحیح دلیل کو ٹھکرا دیتا ہے تو وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے اور میں اسے ٹھکرا دیتا ہوں اور اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہوں۔''

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باہمی نفرت وعداوت

﴿ إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

معاشرے میں پائی جانے والی ہر طرح کی بے راہ روی، لڑائی جھگڑا، سر پھٹول، دھینگا مشتی، قتل وغارت اور دشمنی اور عداوت، لوٹ کھسوٹ، ہیرا پھیری، دھوکہ وفراڈ، بدکاری، بے حیائی، فحاشی اور فتنہ وفساد اور بداعمالیوں کے اسباب میں سے ایک سبب خود انسان کا اپنا نفس بھی ہے کہ:

﴿ إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ (یوسف : ٥٣)

''نفس یقیناً انسان کو برائی پر بہت زیادہ ابھارنے والا ہے، الا یہ کہ جس پر میرا رب رحم فرمادے۔''

نفس کے برائی پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے کے ساتھ ساتھ، انسان کی فطری کمزوریاں بھی ان کا سبب بنتی ہیں، مگر ان تمام تر برائیوں کے ارتکاب میں سب سے بڑا حصہ شیطان کا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ ''شرک'' سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے گناہ تک کے لیے بھی انسان کو اکساتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک کے آخری دور میں جب جزیرۃ العرب میں ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوگیا، لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگے، قبائل عرب کے وفود حاضر ہوکر اسلام قبول کرتے اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت ہوتے، اس وقت آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ نوید سنائی کہ:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ)) (مسلم : ٢٨١٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۃ العرب میں نمازی اس کی عبادت کریں، البتہ ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنے اور اکسانے میں (وہ اب بھی پر امید ہے۔)‘‘

اس حدیث میں آپ ﷺ نے جو شیطان کی مایوسی کا ذکر فرمایا ہے تو علماء کرام نے اس کے متعدد مفہوم بیان فرمائے ہیں، کیونکہ واقعاتی اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا میں بشمول جزیرۃ العرب شیطان کا کام بند نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے قبائل عرب مرتد ہو گئے، کچھ نے زکاۃ دینا بند کر دی، کسی نے نبوت کا دعویٰ کر ڈالا اور ابھی تو وہ دور خیر القرون کا دور تھا، جبکہ بعد کے ادوار میں ایسے واقعات کا پیش آنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

اور ادھر دوسری طرف آپ ﷺ نے شرک و بت پرستی کی پیش گوئی بھی فرما رکھی ہے، فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلَى ذِي الْخَلَصَةِ)) (بخاری: ۷۱۱٦)

’’اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہو گی جب تک دوس قبیلے کی عورتیں ذوالخلصۃ کے بت خانے میں کولہے نہ ہلائیں۔‘‘

کولہے ہلانا کنایہ ہے، جوش وخروش، توجہ، انہماک اور شدید رغبت سے۔ ورنہ آدمی نارمل رفتار کے ساتھ بھی چلتا ہے تو اس کے کولہے بھی تو ہلتے ہی ہیں، اور کولہے ہلانے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عورتیں وہاں ناچیں گی، جیسا کہ آج کل شرک کے اڈوں پر مرد اور عورتیں جوش وجذبے سے ناچتے اور بھنگڑے ڈالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح اس حوالے سے آپ ﷺ کی اور بھی پیش گوئیاں ہیں، جیسا کہ فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزَّىٰ)) (فتح الباری لابن حجر، ج: ۱۳، ص: ۷٦)

’’اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک لات اور عزیٰ کی پوجا نہ کی جانے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لگے گی۔''

تو واقعاتی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ صحابۂ کرام کے دورِ مبارک سے لے کر آج تک دنیا میں بشمول جزیرۃ العرب کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی صورت میں شیطان کی عبادت ہوتی چلی آرہی ہے۔

تو اس حدیث مبارک میں جو شیطان کی مایوسی کا ذکر فرمایا گیا تو اس میں شرک و بت پرستی کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ شیطان کے احساسات بیان کیے گئے ہیں کہ جب شیطان نے دیکھا کہ اسلام کو جزیرۃ العرب میں ایک فیصلہ کن فتح حاصل ہوگئی ہے اور اب کوئی طاقت اسلام سے ٹکر لینے کے قابل باقی نہیں رہی، دین پوری طرح غالب ہوگیا ہے اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو ایسی صورت میں، حالات و واقعات کے پیش نظر مایوسی چھا جانا اک طبعی سی بات ہے، ورنہ وہ کوئی غیب تو نہیں جانتا کہ اسے علم ہوگیا ہو کہ اب کوئی شخص کم از کم جزیرۃ العرب میں بت پرستی نہ کر سکے گا، یہ محض اس کا گمان اور اندازہ تھا، جس طرح اس نے اکثر بنی آدم کو گمراہ کرنے کا دعویٰ کیا تھا جو کہ اس کا بھی اندازہ تھا، تاہم اس نے اپنی اس مایوسی کے بعد اس بات پر ہی اکتفا کرلیا کہ اگر انہیں کافر و مشرک نہ بنا سکوں گا تو کم از کم لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ ضرور کروں گا، انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاؤں گا اور اکساؤں گا ضرور۔

تو شیطان کی مایوسی کے حوالے سے بعض علماء کرام نے اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مومن یا مسلم کے لفظ کے بجائے ''المصلون'' کا لفظ بیان فرمایا ہے تو اس میں یقیناً کوئی نہ کوئی حکمت ہے، جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ جب تک آدمی نماز پڑھتا رہے گا، تو شرک اور کفر تو دور کی بات ہے وہ تو عام برائیوں سے بھی بچتا رہے گا کہ:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ (العنکبوت: ٤٥)

''نماز فحاشی اور برائی سے روکتی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص پورے یقین اور ایمان کے ساتھ نماز میں ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ کہتا ہو وہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے سامنے یا اس کی قبر پر، یا کسی مورتی کے سامنے ماتھا ٹیکے!

تو اس حدیث میں گویا کہ کفر وشرک اور بت پرستی سے بچنے کا نسخۂ کیمیا بیان فرما دیا گیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شرک و بت پرستی اپنی مختلف اور متعدد صورتوں کے ساتھ نہایت ہی خطرناک چیز ہے، اس کی اس سنگینی کے پیش نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے اس سے بچنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے،

﴿ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾ (ابراھیم : ٣٥)

''اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا۔''

تو جب ابراہیم علیہ السلام اس بارے میں اتنے فکر مند ہیں تو ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم بے فکر ہو کر بیٹھ جائیں! اور ابراہیم علیہ السلام تو اپنی اولاد کے لیے بھی فکر مند تھے، مگر ہم شاید اپنے لیے بھی اتنے فکر مند نظر نہیں آتے ، اولاد کے لیے کیا ہوں گے، اگر فکر مند ہیں تو بتلائیے ہم اپنی اولاد کو شیطان سے بچانے کے لیے کیا کرتے ہیں! ہم نے تو باگیں ان کے کندھوں پر ڈال رکھی ہیں کہ جاؤ جس کے کھیت میں جی چاہتا ہے منہ مارو، ہمیں اپنی اولادوں پر بڑا بھروسہ ہے، کہ بڑے شریف بچے ہیں، یہ حقائق سے چشم پوشی ہے، جوانی کے عالم میں اور فتنے کے دور میں انہیں فرشتے سمجھنا تو شتر مرغ کی طرح اپنا چہرہ چھپا کر اپنے آپ کو صیاد سے محفوظ سمجھ بیٹھنا ہے۔ کبھی ان کی نقل وحرکت پر نظر رکھی کہ کہاں جاتے ہیں، کب جاتے ہیں، کب آتے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ ان پر اتنا اعتماد کہ جتنا اپنے آپ پر بھی نہیں، یہ اپنے فرائض سے سراسر غفلت اور کوتاہی ہے اور ہر آدمی اپنے فرائض منصبی کے بارے میں جوابدہ ہے۔

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) (بخاری : ٥٢٠٠)

''تم میں سے ہر شخص راعی، نگران اور نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنی اولاد کے لیے کم از کم اتنے ہی فکر مند ہوں کہ ان کے بت پرستی، برائی اور بے حیائی سے بچنے کی دل کی گہرائیوں سے دعا ہی کرتے ہوں؟ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے محض دعاء پر ہی اکتفاء نہیں کیا، بلکہ عملی طور پر بھی انہیں ایک ایسے محفوظ اور پاکیزہ مقام پر بسایا کہ جہاں انہیں شیطان سے بچنے کا اور نمازیں ادا کرنے کا ماحول مل سکے۔

ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنی اولاد کے لیے بت پرستی سے بچنے کی دعاء مانگتے ہوئے، اس ضمن میں اپنی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ (ابراھیم: ۳۷)

''اے ہمارے رب! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے، اے ہمارے رب یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں۔''

ابراہیم علیہ السلام کو اپنی اولاد کی تربیت کی، ان کی نمازوں کی، اور انہیں بت پرستی سے بچانے کی فکر ہوئی تو انھوں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی جگہ آباد کیا کہ جہاں وسائل معدوم تھے، پانی تھا نہ گھاس تھی، بجلی تھی نہ گیس تھی، تمام تر سہولتوں سے بے نیاز اور بے پرواہ، کیونکہ انہیں ایک ہی فکر تھی اور وہ تھی اپنی اولاد کی تربیت کی۔

آپ شاید یہ تصور نہ کر سکیں گے کہ کچھ لوگ اپنی اولاد کے دشمن ہوتے ہیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ اپنی اولاد کے دشمن ہوتے ہیں، جنہیں اپنی اولاد کی تربیت کی فکر نہیں، ان کی آخرت کی فکر نہیں، وہ ان کے دشمن ہیں، لوگ اولاد سے پیار محبت کا مطلب سمجھتے ہیں کہ انہیں اچھا کھلانا پلانا اور زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنا۔ مگر ایسی محبت تو جانور بھی اپنی اولاد سے کرتے ہیں، پھر انسان کو دوسری مخلوقات پر شرف و برتری کس چیز کا حاصل ہے! لِلّٰہ غور کیجیے اور اپنی اپنی ذمہ داری کو پہچانیے، اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے!

خیر! یہ تو ضمنی باتیں تھیں، اصل بات کی طرف آتے ہیں جو ہماری آج کی گفتگو کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوع ہے وہ یہ کہ شیطان جب انسان کو شرک و بت پرستی پر آمادہ کرنے سے مایوس ہو گیا، تو اس نے ایک بات پر اکتفا کر لیا، اور وہ بات کیا تھی؟

((وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ))

''لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا اور اکسانا۔''

یہ بات کہ جس پر شیطان اکتفا کر کے بیٹھ گیا، کیا سمجھتے ہیں کہ اس نے کوئی گھاٹے کا سودا کیا؟ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟

آج انسانی معاشرے میں جس قدر بھی مسائل ہیں، ان میں سے بیشتر اسی سبب سے پیدا ہوتے ہیں، کہ ایک کو دوسرے کے خلاف ابھارنا، اس کے دل میں نفرت، عداوت، بغض اور کینہ پیدا کرنا اور پھر نتیجہ ظلم وزیادتی اور قتل و غارت ہوتا ہے، اور پھر عداوت نسل در نسل چلتی ہے، وہ ایسی آگ لگاتا ہے کہ بجھنے کا نام نہیں لیتی۔

اس ہنر میں شیطان کو ایسا کمال حاصل ہے کہ نہ صرف غیروں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا ہے بلکہ ایسے قریبی رشتوں میں پھوٹ ڈال دیتا ہے کہ جہاں آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا، والدین اور اولاد کے درمیان قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے، وہ ایسی ہنرمندی اور کاریگری دکھاتا ہے، کہ صرف عام لوگوں کو ہی زیر نہیں کرتا بلکہ بڑے سے بڑے متقی اور پرہیزگاروں کو بھی اپنے دام میں پھنسا لیتا ہے۔ اب کائنات میں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ترین لوگ صحابۂ کرام ہیں۔ مگر شیطان نے ان پر بھی طبع آزمائی کی ایسی کوشش کی، قریب تھا کہ فتنہ کھڑا ہو جاتا۔

حدیث میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

((كُنَّا فِي غَزَاةٍ))

''ہم ایک غزوہ میں تھے۔''

((فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ))

''مہاجرین میں سے ایک آدمی نے انصار کے ایک آدمی کو لات ماردی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ))

''انصاری نے کہا، اے انصاریو! دوڑو اور مدد کرو، مہاجر نے کہا: اے مہاجرین! دوڑو۔''

((فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))

''آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا: یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟''

((قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ))

''لوگوں نے بتلایا کہ ایک مہاجری نے ایک انصاری کو لات ماری اس پر لڑائی شروع ہوئی ہے۔''

((فَقَالَ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ))

''فرمایا چھوڑ واسے یہ بدبودار ہے۔''

((فَسَمِعَ بِذَلِكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ فَقَالَ فَعَلُوهَا!))

''عبداللہ بن ابی نے سنا تو اس نے کہا کہ کیا واقعی انہوں نے ایسا کیا ہے، یعنی بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب یہ لوگ ہمارے آدمیوں کو مارنے بھی لگ گئے ہیں!''

((أَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ))

''اللہ کی قسم! جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو دیکھنا کہ عزت والے ذلیلوں کو نکال باہر کردیں گے۔''

((فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ .))

''آپ ﷺ کو بھی اس کی خبر پہنچ گئی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ))

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن کاٹ دوں۔''

((فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ)) (بخاری : ٤٩٠٥)

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دیتے ہیں۔''

آپ نے اس واقعے سے اندازہ کیا ہوگا کہ شیطان پہلے تو ایک کو دوسرے کے خلاف معمولی سی بات پر بھڑکا دیتا ہے اور پھر اسے ایسا پھیلاتا ہے کہ اس کی لپیٹ میں گروہ در گروہ شامل ہوتے جاتے ہیں۔ اور کڑی سے کڑی ملاتا جاتا ہے اور ایسے دلائل دیتا ہے کہ ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے اور اس لڑائی میں کودنا اپنا فرض سمجھتے ہوئے شامل ہوجاتا ہے۔

تو یہ وہ بات ہے جس پر شیطان نے قناعت کر لی اور اکتفا کر کے بیٹھ گیا، جسے معمولی سمجھا جاتا ہے، مگر حقیقت میں اس کا اثر بہت دور تک اور بہت گہرا ہوتا ہے۔

آج ہم انسانی معاشرے میں، بالخصوص مسلم معاشروں میں اس کی واضح مثالیں اور نمونے دیکھتے ہیں، کوئی سیاست کے نام پر فتنہ برپا کر رہا ہے، کوئی مذہب کے نام پر اور کوئی علاقائی اور لسانی بنیادوں پر لوگوں کو آپس میں لڑا رہا ہے۔ مگر کوئی سمجھنے اور ماننے کو تیار نہیں کہ یہ سب کچھ اس چیز کے نتیجے میں ہے کہ جس پر شیطان نے اکتفا کر لیا ہے، کہ اس کے لیے یہی کافی ہے۔ شیطان کی اس چال کی مختلف صورتوں کو ان شاء اللہ آئندہ خطبہ جمعہ میں جاننے کی کوشش کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باہمی تفریق وتحریش

﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

بات ہورہی تھی کہ شیطان نے جزیرۃ العرب میں جب اسلام کے غلبے اور فیصلہ کن فتح کا منظر دیکھا اور جب ﴿ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ﴾ کے مصداق ہر طرف سے فوج درفوج اور جوق درجوق لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو یہ سب کچھ دیکھ کر اس پر اک سکتہ سا طاری ہوگیا ور مایوسی چھا گئی، اس مایوسی کے عالم میں اس نے فیصلہ کیا اور تہیہ کرلیا کہ اگر لوگوں کو کافر ومشرک بنانا ممکن نہ رہا تو کوئی بات نہیں، وہ اپنی ساری توجہ لوگوں کوایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے اوراکسانے پر مرکوز کردے گا۔

یہاں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس حیلے اور حربے کواس نے اپنی انسان دشمنی کے لیے کافی سمجھا اوراس پر اکتفا کرلیا، وہ اس کے لیے کتنا اہم ہوسکتا ہے اور انسان کے لیے کتنا سنگین اور خطرناک۔

اس کا یہ حربہ یقیناً دوررس اور گہرے اثرات اور سنگین نتائج رکھنے والا اک خطرناک حربہ ہے، اس کے اس حربے کو سمجھنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ نظر آتا ہے۔نہایت ہی سطحی سی بات کو اتنا بڑا مسئلہ بنا کے پیش کرنا کہ جس سے دوگروہ آپس میں گتھم گتھا ہوجائیں، باہم دست وگریباں ہوجائیں اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوجائیں،اس کے لیے اک آسان سا کام ہے مگر انسان کے لیے اسے سمجھنا نہایت مشکل۔

یہ حربہ کہ لوگوں کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کرنا، ان میں تفریق پیدا کرنا، انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا اوراکسانا، شیطان کے نزدیک کتنا محبوب اور پسندیدہ عمل ہے،آپ جانتے ہیں،آپ نے وہ حدیث سنی ہوگی جس میں ہے کہ شیطان پانی پر اپنا عرش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سجاتا ہے۔

((إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ))

''ابلیس پانی پر اپنا تخت لگاتا ہے۔''

((ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ))

پھر وہاں سے وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے، لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے، ان میں فتنہ پیدا کرنے کے لیے۔

((فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُمْ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً)) (مسلم : ٢٨١٣)

ان میں سے سب سے زیادہ اس کا مقرب وہ ہوتا ہے، جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کر سکے۔

پھر وہ اپنی اپنی رپورٹ آ کر پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے فلاں فلاں کام کیے، مگر وہ کسی سے خوش نہیں ہوتا، صرف اس سے خوش ہوتا ہے جو میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کر کے آیا ہو، پھر ابلیس خوش ہو کر اسے گلے بھی لگاتا ہے، اور اس کی تعریف بھی کرتا ہے۔

تو لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑانا، بھڑکانا، اکسانا اور برانگیختہ کرنا اس کا سب سے محبوب اور پسندیدہ عمل ہے، اس عمل پر اس نے اپنی ساری توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔

جاننے کی ضرورت یہ ہے کہ وہ کس طرح اپنے اس محبوب مشغلے کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

اس کی یقیناً بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے چند ایک کچھ اس طرح ہیں کہ وہ لوگوں میں لسانی، نسلی، علاقائی، طبقاتی، مذہبی اور دیگر عصبیتوں اور حمیتوں کو ابھار کر اور ہوا دے کر آپس میں لڑاتا اور نفرتیں پیدا کرتا ہے،

کبھی وہ شراب اور جوئے کے ذریعے لوگوں کے درمیان عداوت پیدا کرتا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡخَمۡرُ وَٱلۡمَيۡسِرُ وَٱلۡأَنصَابُ وَٱلۡأَزۡلَٰمُ رِجۡسٞ مِّنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَٱجۡتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ٩٠ ﴾ (المائدہ : ٩٠)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ شراب اور جوا، اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناپاک شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔‘‘

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾ ﴾

(المائدہ : ۹۱)

’’شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟‘‘

اسی طرح شیطان اپنے اس حربے پر عمل کرنے کے لیے کبھی مزاح کا رستہ اختیار کرتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ بسا اوقات آپس میں مزاح اور دل لگی کرتے ہوئے بات لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے، اس لیے کہ وہ مزاح اپنی حد سے تجاوز کر گیا ہوتا ہے۔

جس طرح ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، مزاح کی بھی ایک حد ہے، اس کے ضوابط ہیں، کسی کو طنز کرنا، کسی کا مذاق اڑانا، کسی کی خامیاں بیان کر کے خوش ہونا، یہ کہاں کا مزاح ہے؟ یہ تو سراسر دوسرے کی رسوائی اور حقارت ہے جس میں دوسرے کو کم عقل اور اپنے سے کمتر بنا کے پیش کیا جاتا ہے۔

آج کل اکثر مزاح تو گناہ پر مشتمل ہوتے ہیں کیونکہ اس میں کسی نہ کسی طرح کوئی جھوٹ شامل ہوتا ہے، یا کسی کی دل آزاری ہوتی ہے، یا غیبت ہوتی ہے۔

اور اگر وہ دین کے حوالے سے ہو تو انسان کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے، جیسے داڑھی یا حجاب کا مذاق اڑانا، نماز کا مذاق اڑانا کیونکہ ایسے شخص کے دل میں دین کا اگر احترام موجود ہو تو وہ ہرگز مذاق نہیں اڑائے گا۔

اور یہ انتہائی خطرناک بات ہے کہ آدمی اسے محض مزاح سمجھ رہا ہو جبکہ حقیقت میں وہ کفر کا مرتکب ہو رہا ہو۔

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ﴾ (التوبہ : ٦٥)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر ان سے پوچھو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔''

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝﴾ (التوبہ : ٦٥)

''ان سے کہو: کیا تمہاری ہنسی، دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟''

﴿لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ (التوبہ : ٦٦)

''اب عذر نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔''

آپ نے اندازہ کیا کہ شیطان کے اس حربے اور اس کی اس چال کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے، کیسے کیسے جال بُن رکھے ہیں اس نے، اور کیسی کیسی بھول بھلیوں سے گذار کر وہ انسان کو مقتل تک لے جاتا ہے۔

اور اسی طرح کبھی وہ اصلاح اور خیر خواہی کے نام پر لوگوں کو ایک دوسرے کے ذاتی مسائل کریدنے اور ان کے معاملات میں دخل اندازی کرنے کا جواز مہیا کرتا ہے اور پھر ان کی تشہیر کرواتا ہے، اور انہیں ایک دوسرے کا اپنی اپنی مجلس میں مذاق اڑانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

اسلام نے انسان کو آسان زندگی گزارنے کے بڑے گر بتا رکھے ہیں، مگر انسان ہے کہ اس نے ''آ بیل مجھے مار'' کے مصداق پریشانیاں مول لینا اپنا محبوب مشغلہ بنا لیا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ)) (ترمذي : ٢٣١٧)

''آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسے معاملات سے تعرض نہ کرے کہ جن سے اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہو۔''

مگر وہ کہاں آرام سے بیٹھنے والا ہے، جب تک دن میں دو چار لوگوں کے معاملات کرید نہ لے اسے چین نہیں آتا، جب تک وہ دن میں چند لوگوں کی غیبت نہ کر لے ان کے عیب نہ اچھال لے اسے تسکین نہیں ہوتی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تو اس طرح شیطان کی اس ایک چال اور ایک حربے "التحریش "کی بہت سی صورتیں اور بہت سی شاخیں ہیں، جنہیں اپنی عقل سے سمجھنا اتنا آسان نہیں ہے، لیکن اسلامی اصولوں کی پابندی میں ہی اس کا فہم پوشیدہ ہے اور اس کی تمام چالوں سے بچنے کا واحد راستہ ہے۔

شیطان کا اکسانا اگرچہ فوری طور پر سمجھ نہیں آتا، کیونکہ وہ جس بات پر اُکسا رہا ہوتا ہے اس کے جواز کے ایسے منطقی دلائل پیش کرتا ہے کہ انسان اس کی ہاں میں ہاں ملاتا چلا جاتا ہے، الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کسی پر خصوصی رحمت ہو، ورنہ ادھر شیطان اکساتا ہے، اُدھر انسان کر گزرتا ہے، انسان برسوں کے تعلقات کو اور کسی کے احسانات کو فراموش کرتے ہوئے شیطان کے اکسانے میں آجاتا ہے، اس کی روزمرہ کی زندگی میں بہت سی مثالیں ہیں۔

مگر لیجیے خیر القرون کے دور کی ایک مثال عرض کرتا ہوں، اُم المؤمنین صفیہ بنت حُيَـــيّ رضی اللہ عنہا جو کہ غزوۂ خیبر کے موقعے پر گرفتار ہو کر آنے والوں میں سے ایک تھیں، اصلاً یہودی تھیں، اپنے قبیلے کے سردار (حُیَیّ بن اخطب) کی بیٹی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد ہو کر اپنے بقیہ اہل خانہ کے پاس جانے یا مسلمان ہو کر شادی کر لینے میں اختیار دیا، تو انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔

وہ مسلمان ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی اور اُم المؤمنین ہونے کا اعزاز پایا بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی ایک خادمہ اور لونڈی تھی، وہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی شکایت لے کر آئی کہ:

((اَنَّ صَفِيَّةَ تُحِبُّ السَّبْتَ وَتَصِلُ الْيَهُودَ))

"کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سبت کو یعنی ہفتے کے دن کو پسند کرتی ہیں اور یہودیوں کے ساتھ لین دین رکھتی ہیں۔"

((فَبَعَثَ عُمَرُ يَسْأَلُهَا))

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھیجا کہ وہ معلوم کر کے آئے کہ ایسا کیوں ہے؟"

((قَالَتْ: أَمَّا السَّبْتُ فَإِنِّي لَمْ أُحِبَّهُ مُنْذُ أَنْ أَبْدَلَنِيَ اللّٰهُ بِهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْجُمُعَةَ))

”تو فرمایا کہ جہاں تک ہفتے کے دن کا تعلق ہے تو میں اس دن سے لے کر کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بدلے جمعہ عطا فرمایا ہے، ہفتے کو پسند نہیں کرتی۔“

((وَاَمَّا الْیَھُوْدُ فَإِنَّ لِيْ فِیْھِمْ رَحِمًا وَأَنَا أَصِلُھَا))

”اور جو یہودی ہیں ان میں میرے رشتہ دار بھی ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتی ہوں۔“

پھر اس لونڈی کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((یَا جَارِیَۃُ مَا حَمَلَكِ عَلٰی مَا صَنَعْتِ؟))

”اے لڑکی تو نے یہ جو کچھ کیا ہے، تمہیں کس چیز نے اس پر برانگیختہ کیا ہے؟“

تب اس لڑکی کو احساس ہوا کہ شیطان اپنی چال چل گیا، تو کہنے لگی:

((الشَّیْطَانُ))

”شیطان نے۔“

((قَالَتْ: إِذْھَبِيْ فَأَنْتِ حُرَّۃٌ)) (رحمة للعالمين ، ص: ٤٢٨ (عربی ایڈیشن))

”تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔“

سبحان اللہ! کہاں اس لونڈی کا کردار اور کہاں ام المؤمنین صفیہ بنت حُیي رضی اللہ عنہا کا اخلاق۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات سے تاریخ اسلامی بھری پڑی ہے اور قرون اولیٰ کے لوگ تو بالخصوص صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے اخلاق و کردار کے کیا ہی کہنے، وہ تو عظیم لوگ تھے۔ اس دور کے نیک لوگوں کے واقعات سنیں اور پڑھیں تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت میں انسان کی زندگی میں ایک بہت ہی مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے کہ جب اسے دوسری جانب سے نہایت اذیت ناک موقف سے دوچار کیا گیا ہو تو انسان نہ صرف صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے بلکہ اس پر احسان بھی کر دے!

شدید غصے کی حالت میں انسان کو اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا، کیونکہ شیطان اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ))

''میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے، گالم گلوچ کر رہے تھے۔''

((فَأَحَدُهُمَا إِحْمَرَّ وَجْهُهُ وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ))

''ان میں ایک کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اس کی گردن کی رگیں پھول رہی تھیں۔''

((فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ شخص وہ الفاظ کہہ لے تو اس کی یہ کیفیت جاتی رہے، اگر یہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم کہہ لے تو اس کی غصے سے یہ جو حالت ہو رہی ہے وہ ختم ہو جائے۔''

((فَقَالُوا لَهُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ)) (بخاری : ۳۲۸۲)

''تو لوگوں نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم کہو۔''

شدید غصے کی حالت میں بسا اوقات انسان وہ باتیں کہہ جاتا ہے کہ جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا اور نہ اسے زیب دیتی ہیں مگر ایسے ہوتا ہے کیونکہ شیطان کے لیے وہ بہترین موقع ہوتا ہے کہ جب وہ دو آدمیوں کو آپس میں ایک دوسرے کو جسمانی یا روحانی اذیت پہنچانے میں کامیاب کرا سکتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ بہت سی مائیں غصے کی حالت میں اپنے بچوں کو مارنے کے ساتھ انہیں بددعائیں بھی دیتی ہیں حالانکہ حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ)) (مسلم: ۳۰۰۶)

’’اپنے آپ پر بددعا نہ کرو، اپنی اولاد کو بددعا نہ دو، اپنے مالوں کو بددعا نہ دو کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت دعاء کے وقت کی موافقت نہ ہو جائے۔‘‘

یعنی جس وقت تم کسی کو بددعاء دے رہے ہو تو وہ وقت ایسا نہ ہو کہ جس میں اللہ تعالیٰ سے مانگی جانے والی دعاء قبول ہوتی ہو، کیوں کہ شیطان اپنے بہت سے اہداف انسان کو غصہ دلا کر پورے کرتا ہے۔

لہٰذا شیطان کی چالوں سے بچنے کے لیے اس کی چالوں کو سمجھنا ضروری ہے، اور اس کی چالوں میں ایک چال جو کہ بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن وہ نہایت ہی خطرناک چال ہے اور وہ ہے ”التحریش بینھم“ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اُکسانا، ایک دوسرے میں پھوٹ ڈالنا، لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت، عداوت، بغض، حسد اور کینہ وغیرہ پیدا کرنا، چنانچہ جو شخص شیطان کی چالوں سے بچنے کے لیے واقعی سنجیدہ ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ شیطان کو اپنا دشمن سمجھے، اس کی چالوں کو سنجیدہ لے اور ان سے مکمل اجتناب کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باہمی فتنہ وفساد

﴿ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

جیسا کہ گذشتہ جمعے بات ہورہی تھی کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانا اور بھڑکانا شیطان کا پسندیدہ مشغلہ ہے، شیطان اپنی اس پسند اور اس حربے سے بہت پُر امید ہے۔

یوں تو بہت سی برائیاں اور معصیتیں انسان سے سرزد ہوتی ہیں، مگر شیطان نے ان تمام تر برائیوں میں سے بالخصوص اس تحریش اور فساد بین الناس کے معاملے کو ہی اختیار کیا، جس کی ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے گناہ زیادہ تر آدمی کی ذات تک محدود رہتے ہیں، یا ان پر کوئی سزا مقرر ہوتی ہے تو آدمی چھپ کر گناہ کرے یا اس گناہ کی اس کو سزا مل جائے تو بات ختم ہو جاتی ہے۔ معاشرے میں اس کے منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے کیونکہ برائی نظر نہیں آتی تو دوسروں تک پھیلتی نہیں اور اگر سزا مل جائے تو وہ باعث عبرت بن جاتی ہے۔

جبکہ دوسری طرف دل میں کسی کے خلاف نفرت، عداوت، کینہ اور بغض وغیرہ رکھنے پر دنیا میں کوئی سزا مقرر نہیں، پھر نفرت و عداوت عموماً بڑھتی ہی ہے کم نہیں ہوتی اور نفرت و عداوت اکثر فتنہ وفساد پر منتج ہوتی ہے، غرضیکہ لوگوں کے ایک دوسرے کے خلاف بھڑکنے اور برانگیختہ ہونے کے نتائج عموماً سنگین ہوتے ہیں اور اس کی لپیٹ میں بسا اوقات دو خاندان، دو گروہ اور دو قومیں بھی آجاتی ہیں، اس لیے شیطان نے لوگوں کو آپس میں لڑانے اور ان میں اختلاف ڈالنے کے حربے کو پسند کیا۔

چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ شیطان اپنے کارندوں میں سے سب سے زیادہ اس سے خوش ہوتا ہے جو میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرتا ہے کیونکہ میاں بیوی کے درمیان تفریق صرف دو افراد تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کا اثر بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ اس کا اثر دو خاندانوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک پھیلتا ہے اور وہ تفریق کبھی خاندانی دشمنی میں بھی بدل جاتی ہے۔

لہٰذا اسلام میں ایک ایسے ہی شخص کو بھی سخت ناپسند کیا گیا ہے جو میاں بیوی کے درمیان اختلاف ڈالنے کی کوشش کرے، فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ إِمْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ))

(ابو داود: ٢١٧٥)

''وہ ہم میں سے نہیں جس نے کسی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف برانگیختہ کیا۔''

میاں بیوی کے درمیان اتفاق واتحاد اور ہم آہنگی کو اس قدر اہمیت اس لیے ہے کہ میاں بیوی کا جوڑا معاشرے کی اکائی ہے، یہ ایک چھوٹا معاشرہ ہے، اس کے رہن سہن، اس کے اخلاق، اس کے خیالات اور اس کے طرز زندگی کا معاشرے پر ڈائریکٹ اثر ہوتا ہے۔

تو لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا اور اکسانا اور برانگیختہ کرنا بظاہر اک معمولی مگر درحقیقت اک گہری اور خطرناک شیطانی چال ہے، انسانی زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں بلکہ روزمرہ کی زندگی میں یہ معاملہ سب سے نمایاں ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عدالتیں بھری پڑی ہیں، وکیلوں کا کاروبار خوب پھل پھول رہا ہے، ایک ایک کیس کے فیصلے کے لیے سال ہا سال عدالتوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں اور ابھی تو بے شمار اختلافات اور جھگڑے ایسے ہیں جو عدالتوں میں پیش ہی نہیں ہوتے۔

اکسانے اور بھڑکانے کے نتیجے میں روزانہ کی بنیاد پر لوگوں میں ناراضیاں اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، گھر میں ہوتے ہیں، بازار میں ہوتے ہیں، کام پر ہوتے ہیں، سفر میں ہوتے ہیں، عبادت گاہوں میں ہوتے ہیں اور ایسے ایسے افراد کے مابین ہوتے ہیں کہ جہاں اس کا تصور کرنا بھی محال ہے اور یہ مسئلہ تو اتنا عام ہے کہ اس کے لیے کسی مثال کی ضرورت نہیں ہے، مگر اس چال کی سنگینی کو بیان کرنے کے لیے دو ایک مثالیں سنتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ یقیناً آپ نے سن رکھا ہوگا اور بار بار سنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا، وہ قصہ تو طویل ہے، پورا بیان نہیں کریں گے، اس قصہ میں ہمیں بہت سی حکمتیں، عبرتیں اور بہت سے مسائل معلوم ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ﴾ (یوسف : ۷)

''یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔''

اور پھر قصہ یوں شروع ہوتا ہے:

﴿ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ (یوسف : ۸)

''یوسف کے بھائیوں نے آپس میں کہا کہ یوسف اور اس کے بھائی دونوں ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم پورا ایک جتھا ہیں، ہمارے والد واقعتاً بالکل ہی بہک گئے ہیں۔''

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دلوں میں یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین کے بارے میں جو حسد کی چنگاری سلگ رہی تھی اس کا سب سے پہلا نشانہ حضرت یعقوب علیہ السلام تھے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام پر بہکے ہوئے ہونے کا الزام داغا، گویا کہ معاذ اللہ وہ اولاد میں ناانصافی سے کام لے رہے تھے۔

یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین کا زیادہ خیال رکھتے تھے جس کی چند ایک وجوہات تھیں، ایک تو اس لیے کہ ان کی والدہ فوت ہو چکی تھیں، جیسا کہ مفسرین لکھتے ہیں اور دوسرے یہ کہ انہیں یوسف علیہ السلام میں ظاہری خوبیوں کے ساتھ ان میں پنہاں خوبیوں کے کچھ آثار دکھائی دے رہے تھے، اوپر سے یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر ان میں موجود غیر معمولی صلاحیتوں کا خیال مزید پختہ ہو گیا۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دلوں میں حسد کی چنگاری جو سلگ رہی تھی، وہ بڑھتے بڑھتے اک شعلۂ جوالہ بن گئی، تب انہوں نے اپنے نفس کی تسکین کے لیے، حسد کی آگ کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بجھانے کے لیے جو انہیں اندر سے جلائے جا رہی تھی، یوسف علیہ السلام کے خلاف اک منصوبہ تیار کیا کہ:

﴿ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۹)

کہنے لگے: ”چلو یوسف کو قتل کر دو، یا اسے کہیں پھینک دو تا کہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری ہی طرف ہو جائے، یہ کام کرنے کے بعد پھر نیک بن کے رہنا۔“

آگے بڑھنے سے پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی اس سوچ اور طرز فکر پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ آج اسی طرز فکر کے حامل ہیں، یعنی یہ کہنا کہ یہ گناہ کر لیں پھر توبہ کر کے نیک و پارسا بن جائیں گے۔

اصل میں یہ مسئلہ ہر اس شخص کا ہے جو خواہشات نفس کی غلامی بھی نہیں چھوڑنا چاہتا اور کچھ رشتہ دین سے بھی قائم رکھنا چاہتا ہے، مگر ترجیح وہ خواہشات نفس کو ہی دیتا ہے، البتہ دین کے معاملے میں وہ اپنے آپ کو یوں مطمئن کر لیتا ہے کہ کوئی بات نہیں، بعد میں توبہ کر لوں گا، حالانکہ یہ شیطان کی خطرناک ترین چالوں میں سے ایک چال ہے، کیوں کہ کسے معلوم کہ توبہ کا موقع ملے نہ ملے۔

تو یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ تو طویل ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں، اس کا اختتام کچھ یوں ہوتا ہے کہ:

﴿ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۹۹)

”جب یوسف علیہ السلام کے بھائی اور ان کے والدین یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے، تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ بٹھا لیا اور سب سے کہا کہ چلو اب شہر میں چلو، اللہ نے چاہا تو امن چین سے رہو گے۔“

﴿ وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ﴾ (یوسف: ۱۰۰)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''شہر میں داخل ہونے کے بعد اپنے والدین کو اٹھا کر اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا اور سب اس کے آگے بے اختیار سجدے میں گر گئے۔''

﴿وَقَالَ يَٰٓأَبَتِ هَٰذَا تَأۡوِيلُ رُءۡيَٰيَ مِن قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّي حَقّٗاۖ﴾

(یوسف : ۱۰۰)

''یوسف علیہ السلام نے کہا: ابا جان! یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا، میرے رب نے اسے حقیقت بنا دیا۔''

﴿وَقَالَ يَٰٓأَبَتِ هَٰذَا تَأۡوِيلُ رُءۡيَٰيَ مِن قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّي حَقّٗاۖ

أَن نَّزَغَ ٱلشَّيۡطَٰنُ بَيۡنِي وَبَيۡنَ إِخۡوَتِيٓۚ﴾ (یوسف : ۱۰۰)

''اور اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحراء سے لا کر مجھ سے ملایا، اس اختلاف اور فساد کے بعد جو شیطان کے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان ڈال دیا تھا۔''

اب شیطان کی اس چال کی سنگینی اور شدت کو دیکھیں کہ ایک ایسے گھرانے میں اختلاف ڈال دیا کہ جہاں ان کی تربیت میں یقیناً کوئی کمی، کوتاہی اور کسر نہیں چھوڑی گئی تھی، مگر شیطان نے ان کے دلوں میں حسد کی ایک چنگاری سلگا دی۔

اور اس اختلاف کے نتیجے میں یوسف علیہ السلام کو کن اذیت ناک مراحل سے گزرنا پڑا، یعقوب علیہ السلام کی بیٹے کی جدائی کے غم میں بینائی جاتی رہی اور خود ان حسد کرنے والوں کو شرمندگی سے دوچار ہونا پڑا۔

اور شیطان کو سگے سوتیلے کا مسئلہ نہیں، وہ سگے بھائیوں میں بھی اختلافات ڈال دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں۔

اتفاق اور اتحاد اور پیار محبت سے رہنا اصل میں شیطان کو پسند ہی نہیں اور اس سے برداشت نہیں ہوتا۔ شیطان خود اور انسانوں میں سے اس کے ہم صفت ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ جہاں کچھ لوگ آپس میں ہنستے کھیلتے اور الفت و محبت سے رہتے ہوئے نظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئیں تو ان میں کسی نہ کسی طرح پھوٹ ڈال دیں۔

آپ ﷺ کے دور مبارک میں انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ گھل مل کر بیٹھے ہوئے تھے، اوس قبیلے کے لوگ بھی تھے اور خزرج کے بھی۔

ایک یہودی شاس بن قیس کا وہاں سے گزر ہوا تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہم شیر وشکر ہو کر یوں بیٹھنا ناگوار گزرا تو اس نے ایک یہودی نوجوان کو بھیجا کہ:

((فَاجْلِسْ مَعَهُمْ ثُمَّ اذْكُرْ يَوْمَ بُعَاثٍ))

''کہ جا ان کے پاس جا کر بیٹھ اور پھر یوم بعاث کا ذکر چھیڑ دینا۔''

یوم بعاث جگہ کی نسبت سے ایک جنگ کا نام ہے جو اوس اور خزرج قبیلے کے درمیان ہوئی تھی۔ اوس اور خزرج کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور یوم بعاث ہجرت سے پانچ سال پہلے ان کے درمیان ہونے والا آخری معرکہ تھا۔ پھر اسلام کی برکت سے وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

اس الفت ومحبت اور بھائی چارے کے ماحول میں وہ مل کر بیٹھے ہوئے تھے کہ اس یہودی نے ایک نوجوان کو بھیجا کہ جا، جا کے ان میں کسی طرح پھوٹ ڈال دے اور اس جنگ کے حوالے سے اس دور کے گرما گرم کچھ شعر بھی دہرا دینا، وہ گیا، اس نے ویسے ہی کیا، اوس و خزرج کے لوگوں کے زخم تازہ ہو گئے، قبائلی حمیت جاگ اٹھی، دونوں قبیلوں کے افراد میں تلخ کلامی شروع ہو گئی، حتی کہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔

آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

((أَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ))

(الرحیق المختوم ، ص : ۱۷۰)

''یہ جاہلیت کی پکار جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟''

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی ہدایت بخشی ہے، تمہیں عزت سے نوازا ہے، جاہلانہ حمیتوں سے تمہیں بچایا ہے اور تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو احساس ہوا کہ یہ تو ایک شیطانی چال تھی پھر وہ ایک دوسرے سے گلے ملے اور معاملہ رفع دفع ہوا اور پہلے کی طرح بھائی بھائی ہو گئے۔

اور شیطان کی خواہش اور یہ کوشش کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دے، کسی بھی دور میں نہ رکی ہے اور نہ کم ہوئی ہے، امت مسلمہ کا حال ہمارے سامنے ہے، ملکوں میں تقسیم ہوئی، صوبوں میں تقسیم ہوئی، مذہبی گروہوں میں تقسیم ہوئی، لسانی اور علاقائی تنظیموں میں تقسیم ہوئی اور تقسیم در تقسیم کا عمل مسلسل جاری ہے، اور آج مسلمانوں کے زوال، انحطاط، پستی اور ذلت و رسوائی کے اسباب میں یہ ایک بڑا سبب ہے، اور اس کے پیچھے یقیناً شیاطین الجن والانس کا ہاتھ ہے ورنہ اسلام تو اخوت و بھائی چارے کا دین ہے، اور صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو تمام تر علاقائی، لسانی، قبائلی اور طبقاتی تفریق کو ختم کر کے لوگوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا سکتا ہے۔ حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى)) (مسلم: ۲۰۸۵)

''مومنوں کی باہمی محبت، رحمدلی اور عاطفت کی مثال جسم کی سی ہے کہ جب جسم کے کسی عضو میں کوئی تکلیف پہنچے تو پورے جسم کے اعضاء اس کے ساتھ ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا))

(بخاري: ٤٨١)

''بے شک مؤمن مؤمن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔ یعنی تمام اینٹیں اور گارا اگر مضبوطی سے ایک دوسرے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھام کر نہ رکھیں تو عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔“

تو یوں اسلام مسلمانوں کو آپس میں جوڑ کر رکھتا ہے اور اسلام کی یہ تعلیمات صرف ایک اخلاقی ترغیب دلانے کی حد تک محدود نہیں بلکہ اسلام اس پر عمل بھی کرواتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوا فِي الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ))

”لوگ جب دوران سفر میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل جاتے۔“

((فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ)) (ابوداود: ۲٦۲۸)

”تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارا یوں گھاٹیوں اور وادیوں میں متفرق ہوجانا شیطان کی وجہ سے ہے۔“

((فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ ذَلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ حَتَّى يُقَالَ لَو بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوبٌ لَعَمَّهُمْ))

”پھر اس کے بعد وہ جب بھی کہیں رکتے اور پڑاؤ ڈالتے تو اس طرح آپس میں جڑ کر اور قریب قریب ہو کر بیٹھتے کہ یہ تک کہا جانے لگا کہ اگر ان کے اوپر ایک چادر ڈالی جائے تو سب اس کے اندر سما جائیں۔“

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراط مستقیم کی عظمت اور راہ ابلیس کی مذمت

﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

شیطان کے شر سے بچنے اور اس کی شرارتوں اور چالوں سے خبردار رہنے کا معاملہ نہایت ہی اہم معاملہ ہے، اس کی اہمیت متعدد بار بدلائل بیان کی جا چکی ہے، اس سے پوری توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ نمٹنے کی ضرورت ہے۔

شیطان سے بچنے کی اہمیت کو قرآن و حدیث میں جو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے تو ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے زمین پر ایک لکیر کھینچی،

((خَطَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطّاً بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ مُسْتَقِيْمًا))

''آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے۔''

((ثُمَّ خَطَّ عَنْ يَمِيْنِهِ وَ شِمَالِهِ))

''پھر اس کے دائیں بائیں چند اور لکیریں کھینچیں۔''

((ثُمَّ قَالَ:))

''پھر فرمایا:''

((هٰذِهِ السُّبُلُ لَيْسَ مِنْهَا سَبِيْلٌ إِلَّا عَلَيْهِ شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ))

''یہ جو راستے ہیں، ان میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا اس کی طرف بلا رہا ہے۔''

((ثُمَّ قَرَأَ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔''

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ﴾ (الانعام : ۱۵۳) (مسند احمد ، ج:۷ ، ص:۴۳۶)

''اللہ فرماتے ہیں: یہ میرا سیدھا راستہ ہے،اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو۔''

اب آپ جانتے ہیں کہ انسان کی زندگی میں بہت سے معاملات ایسے ہیں جن سے انسان کو صبح وشام واسطہ پڑتا ہے اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن سے کبھی کبھار واسطہ پڑتا ہے،ان میں سے کس کس معاملے میں ہم صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں اور کس کس معاملے میں ہم شیطان کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہوتے ہیں!

اس کا جواب تو ہم تبھی دے سکتے ہیں اگر ہم نے کبھی شیطان سے بچنے کی اہمیت کو جانا اور سمجھا ہو اور اسے کوئی اہمیت دی ہو، ہمارے دلوں میں صراط مستقیم پر چلنے اور شیطان کے راستوں سے بچنے کی خواہش تو رہی ہوگی کیونکہ ہم ہر روز، ہر نماز میں بلکہ ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے اس کی دعاء مانگتے ہیں کہ:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ (الفاتحہ : ۵)

''ہمیں صراط مستقیم کی رہنمائی فرما۔''

اور صراط مستقیم کیا ہے؟ اسلام،قرآن وحدیث،مگر ہم جب اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء مانگ رہے ہوتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں صراط مستقیم کا کیا مفہوم ہوتا ہے؟

شاید کچھ بھی نہیں، چند رٹے رٹائے الفاظ ہیں جو ہم طوطے کی طرح بول دیتے ہیں، اس کا معنی ومفہوم نہیں جانتے اور نہ کبھی جاننے کی کوشش کی ہے اور نہ جاننا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بدبختی سے محفوظ فرمائے۔آمین

کچھ لوگوں نے صراط مستقیم کا اک اپنا ہی مفہوم بنا رکھا ہے کہ سیدھے سیدھے کام پر جاؤ، واپس آؤ، کھانا وانا کھاؤ اور سو جاؤ اور صبح سویرے پھر کام کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ چند ایک اخلاقیات اپنے اوپر لازم قرار دے رکھی ہوتی ہیں اور بس۔

صراط مستقیم کی ضرورت انسان کو عمر بھر اور زندگی کے ہر شعبے میں رہتی ہے، وہ سونے جاگنے سے متعلق ہو، کاروبار سے متعلق ہو، شادی بیاہ سے متعلق ہو یا زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق ہو، ہر ہر کام میں اور ہر ہر بات میں انسان کو صراط مستقیم کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر آدمی صراط مستقیم پر نہ ہو تو پھر اس کا ایک ہی مطلب ہوگا کہ پھر وہ شیطان کے راستے پر ہے۔

بہت وضاحت کے ساتھ آپ ﷺ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ صراط مستقیم صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ سیدھا راستہ ہے، باقی سب پگڈنڈیاں ہیں اور ایک ایک پگڈنڈی پر بیٹھا شیطان لوگوں کو اس طرف بلا رہا ہے اور شیطان کس طرح بلاتا ہے؟ دلوں میں وسوسے ڈال کر، چیزوں کو مزین کر کے اور خوبصورت بنا کر، دل میں اس کی چاہت اور محبت ڈال کر اور کبھی وہ انسانوں میں سے اپنے ہم صفت، اپنے ہم خیال اور اپنے ہم نواؤں کی زبان سے۔

اگر کوئی صراط مستقیم معلوم کرنا چاہے تو بھلا اس سے کیا مشکل ہوسکتی ہے!

صراط مستقیم کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک ہے، واضح ہے اور سیدھی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا))

”میں تمہیں ایک ایسے واضح اور روشن راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں کہ جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن ہے۔“

((لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ)) (ابن ماجة : ٤١)

”میرے بعد اس سے کج روی وہی اختیار کرے گا جسے ہلاک ہونا ہی ہوگا۔“

صراط مستقیم نجات کا راستہ ہے اور صرف اور صرف وہی ایک راستہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، باقی تمام راستے پگڈنڈیاں ہیں، زگ زیگ ہیں، ہاں پرکشش ضرور ہیں، پررونق ہیں،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اک خلق کثیر ان پر رواں دواں ہے، لیکن صراط مستقیم اتنا واضح ہے کہ اس کی پہچان میں کسی کو قطعاً کوئی مشکل نہیں ہوسکتی،

مثلاً: ہم میں سے کتنے ہی لوگ ہیں جو کتنے ہی ایسے اعمال کرتے ہیں جنہیں وہ اسلام سمجھ کر اور اسلام سے محبت کے اظہار کے طور پر کرتے ہیں، مگر اسلام میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اب یہ جاننے میں کیا مشکل ہے کہ یہ صراط مستقیم نہیں ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا، صحابۂ کرام نے یہ سب کچھ نہیں کیا، کوئی پھر بھی کرنا چاہے تو اس کی مرضی، مگر صراط مستقیم نہیں ہے۔

اسی طرح سودی معاملات کے بارے میں کس کو معلوم نہیں کہ کون سی خرید وفروخت اور لین دین سودی ہے اور کون سی نہیں اور جو سودی لین دین میں ملوث ہیں کیا انہیں معلوم نہیں کہ وہ اس معاملے میں صراط مستقیم پر نہیں ہیں!

اور جب صراط مستقیم پر نہیں ہیں تو پھر ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے شیطان کا راستہ۔

اور جب کوئی شخص اپنے نفس کی خواہش اور شیطان کے وسوسے پر اس قدر سنگین گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے کہ جس کی قباحت اور کراہت کی تنبیہ سن کر ہی آدمی اس گناہ کے ارتکاب سے باز رہتا ہے تو وہ شیطان کی دوسری چالوں کا تو بڑی آسانی سے شکار ہوسکتا ہے۔

اور دوسری چالیں اس کی کیا ہیں، بے شمار چالیں ہیں، وہ لوگوں کو ہر قسم کے گناہ کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر اس کے ہاں اس کے حربے تحریش بین الناس کو خصوصی توجہ حاصل ہے۔

یعنی وہ سب سے زیادہ اس بات کو اہمیت دیتا ہے کہ کسی طرح لوگوں کے درمیان پھوٹ ڈال سکے، لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا سکے، کیونکہ اس کا یہ حربہ دوسرے حربوں کی نسبت زیادہ سنگین نتائج رکھتا ہے۔

لوگوں کے درمیان نفرت، بغض، عداوت وغیرہ کی آگ ایسی بھڑکتی ہے کہ جلد بجھنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام ہی نہیں لیتی۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب دو شخص باہم دست وگریباں ہوں اور انہیں چھڑوانے کی کوشش کی جائے تو وہ اچھل اچھل کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور مزید یہ کہ دیکھنے والے جو یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں ان سے بھی نہیں رہا جاتا، چاہے ان کا کسی فریق سے کوئی تعلق نہ ہو، مگر وہ بھی کسی ایک کی حمایت میں لڑائی میں کود پڑتے ہیں۔

تو تحریش بین الناس شیطان کی اک نہایت ہی خطرناک چال ہے، کچھ لوگوں کو تو شیطان اکساتا ہے، مگر کچھ لوگوں کا یہ اپنا ہی محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ وہ بغیر کسی سبب کے کسی سے بھی الجھ پڑتے ہیں، جیسے ان کی کوئی پرانی دشمنی ہو۔

ہاں کسی شخص کے بارے میں دل میں اک فطری انقباض ہوسکتا ہے، مگر اسے بنیاد بنا کر کسی سے لڑا جھگڑا نہیں جا سکتا۔

چنانچہ حدیث میں جو آیا ہے کہ:

((لَمَّا صَوَّرَ اللّٰہُ آدَمَ فِیْ الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ يَّتْرُكَهُ))

”جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ بنایا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا ایک عرصے تک یوں ہی چھوڑے رکھا۔“

((فَجَعَلَ اِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهٖ يَنْظُرُ مَا هُوَ))

”ابلیس اس کے گرد چکر لگاتا اور دیکھتا کہ وہ کیا ہے۔ یعنی کس طرح کی مخلوق ہے، کچھ سمجھ نہ آئی۔“

((فَلَمَّا رَاٰهُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّهٗ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ))

(مسلم : ٢٦١١)

”مگر جب اس نے دیکھا کہ وہ اندر سے خالی ہے تو اس نے جان لیا کہ یہ مخلوق اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے گی۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس کے اندر کمزوریاں ہوں گی، خطا اور نسیان کی کمزوری، حرص اور لالچ کی کمزوری، خواہشات کی محبت کی کمزوری، عزم وارادے کی کمزوری اور دیگر کمزوریاں۔

تو ایک عرصے تک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا مجسمہ بنا کر جنت میں چھوڑے رکھا اور پھر اس کے اندر روح پھونکی اور حدیث میں ہے کہ:

((لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) (ترمذی: ٣٠٧٦)

"جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا، تو جتنے لوگ ان کی اولاد میں سے قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں، سب کے سب ظاہر ہو گئے۔"

تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا، جسے عہدِ الست کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ﴾ (الاعراف: ١٧٢)

"اور جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولادیں نکالیں اور خود ان ہی کو ان کا گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے کہا: ہاں، کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ کہیں قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے۔"

تو اس موقع پر عالم ارواح میں کہ جب تمام روحیں ایک ہی جگہ پر موجود تھیں، روحوں کی ایک دوسرے سے ملاقاتیں ہوئیں مگر تمام روحیں تمام روحوں سے تو نہ ملیں، تو جو روحیں وہاں عالم ارواح میں آپس میں ملیں اور جو روحیں آپس میں نہ مل سکیں، ان کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((اَلْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ))

''روحیں جمع شدہ لشکر ہیں۔''

((فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ))

''جن روحوں کا وہاں آپس میں تعارف ہوا- یعنی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی اور ہم اخلاق وہم صفات ٹھہریں- وہ دنیا میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتی ہیں، آپس میں الفت اور قربت رکھتی ہیں۔''

آپ نے کبھی محسوس کیا ہوگا کہ کبھی کوئی شخص پہلی بار کسی سے ملتا ہے مگر ایسے لگتا ہے جیسے پہلے سے اس سے جان پہچان ہے، تو آدمی اس سے بے تکلفی سی محسوس کرتا ہے،

((وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ)) (مسلم: ۲۶۳۸)

''اور جو روحیں وہاں ایک دوسرے سے اجنبی رہیں، وہاں ان کا آپس میں تعارف نہ ہوا تو وہ دنیا میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتی ہیں۔''

اور یہ بھی آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ کبھی کوئی شخص پہلی بار آپ سے ملتا ہے، آپ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ اچھا ہے یا برا ہے، مگر اس سے انس نہیں ہوتا، دل کو اتنا بھاتا نہیں، حالانکہ کوئی ناراضی، کوئی اختلاف اور کوئی جھگڑا نہیں ہے، مگر اک انجان اور اجنبی جان کر آدمی اس سے بے تکلف نہیں ہوتا، تو یہ انسان کے دل میں کسی کے لیے اک مانوسیت ہونا یا کسی سے اجنبیت محسوس کرنا، عالم ارواح کی ملاقات اور عدم ملاقات کا اثر ہے، مگر اس بنیاد پر کسی سے دوستی اور دشمنی نہیں ہوسکتی۔

تو شیطان کی چالوں میں سے اس کی اس خطرناک چال کا ذکر ہو رہا تھا کہ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا ہے، اور اس کا یہ بھڑکانا اور اکسانا کئی طرح سے ہوتا ہے، ایک تو چغلی اور غیبت کے ذریعے، ایک دوسرے کی عیب جوئی کے ذریعیاور ایک دوسرے کے تجسس کے ذریعے وغیرہ ، اور ان کی قباحت و شناعت اور ممانعت قرآن و حدیث میں متعدد جگہ بیان ہوئی ہے، ان کے نقصانات سب جانتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسی طرح حسد اور بغض کے ذریعے بھی، اور حسد اور بغض تو ایسی بیماریاں اور بُری صفات ہیں کہ انہیں داء الامم کہا گیا ہے، یعنی وہ بری صفات کہ جن سے قومیں تباہ و برباد ہوتی ہیں۔

جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ))

''تم میں تم سے پہلی قوموں کی بیماری رینگتی ہوئی گھس آئی ہے۔''

((الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ))

''حسد اور بغض''

((هِيَ الْحَالِقَةُ))

''یہ حلق کر دینے والی ہے، یہ خصلت مونڈ دینے والی ہے۔''

((حَالِقَةُ الدِّيْنِ لَا حَالِقَةُ الشَّعْرِ))

''دین کا صفایا کر دینے والی نہ کہ بال مونڈنے والی۔''

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔''

((لَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا))

''تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں کرنے لگتے۔''

((أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ))

''کیا میں تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو!''

((أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ)) (ترمذي : ٢٥١٠)

''آپس میں سلام کو پھیلاؤ''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلام کرنے سے ثواب ہوتا ہے، اجنبیت ختم ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے لیے خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور نتیجتاً محبت بڑھتی ہے، جبکہ حسد اور بغض دلوں میں نفرت اور عداوت پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ صفت جو بغض کا سبب بنے داء الامم کے ضمن میں آتی ہے، جیسے چغلی اور غیبت کہ جس شخص سے غیبت کی جاتی ہے اس کے دل میں یقیناً دوسرے شخص کے بارے میں نفرت اور بغض پیدا ہوتا ہے، اسی طرح جس شخص کی غیبت کی جاتی ہے جب اس کو معلوم ہو کہ فلاں نے اس کی غیبت کی ہے تو اس کے متعلق اس کے دل میں نفرت وبغض پیدا ہوتا ہے۔

تو یوں شیطان اپنی چالوں کے ذریعے لوگوں کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور انھیں ایک دوسرے کے خلاف اُبھارتا اور اُکساتا ہے، لہٰذا اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسبابِ نفرت: تکبر اور غیبت

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

شیطان انسان کا اک ایسا دشمن ہے کہ جس کی دشمنی کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی، صلاحیتوں کے لحاظ سے، نہ دشمنی کی شدت اور سنگینی کے لحاظ سے، نہ سنگدلی کے لحاظ سے اور نہ متنوع حربوں اور چالوں کے لحاظ سے۔

شیطان کی انسان کے خلاف استعمال ہونے والی صلاحیتوں میں سے ایک خطرناک صلاحیت یہ ہے کہ وہ نظر نہیں آتا، اس کا نظر نہ آنا بھی اگرچہ ایک لحاظ سے انسان کے لیے فائدہ مند ہی ہے، کیونکہ شیطان جو ہر وقت قرین کی صورت میں انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر شیاطین بھی جو اس کے پاس آتے ہیں، اسے ورغلاتے اور بھڑکاتے ہیں اور فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ عَرْشَ اِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ فَيَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَيَفْتِنُونَ النَّاسَ فَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً)) (مسلم : ۲۸۱۳)

”ابلیس کا تخت پانی پر ہے، وہ وہاں سے ہر روز اپنے لشکر بھیجتا ہے جو لوگوں کو فتنوں میں ڈالتے ہیں، اس کے نزدیک ان میں سے سب سے بڑے درجے والا وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے۔“

تو قرین کے علاوہ دیگر شیاطین بھی انسان کے پاس آتے ہیں، جو ٹولیوں کی شکل میں آتے ہیں اور اسے بہکاتے، اکساتے اور آزمائشوں اور فتنوں میں ڈالتے ہیں تو اندازہ کریں کہ آدمی کو دشمنوں کا اک جھرمٹ اگر ہمہ وقت اپنے اردگرد نظر آتا ہو تو اس کی کیا کیفیت ہوگی۔

اگر کچھ مشکوک لوگ کسی آدمی کا پیچھا کر رہے ہوں، اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہوں، وہ جہاں بھی جائے وہی چہرے اسے وہاں نظر آتے ہوں، تو آدمی پر اک جھنجھناہٹ اور خوف و ہراس کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اس کا جینا مشکل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا شیاطین کا نظر نہ آنا ایک لحاظ سے انسان کے لیے بہتر ہی ہے۔ دوسری طرف ان کے نظر نہ آنے کا اک منفی اور نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ انسان اس سے غافل ہو جاتا ہے، بے خوف اور بے فکر ہو جاتا ہے، اور جب کوئی اپنے دشمن سے غافل ہو جائے تو دشمن کے لیے حملہ آور ہونے کا وہ بہترین موقع ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو صلاۃ الخوف کا حکم دیتے اور طریقہ بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ ﴾ (النساء : ۱۰۲)

”جب آپ مسلمانوں کے درمیان موجود ہوں اور انہیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں، تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے ہوئے ہو۔“

﴿ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ﴾ (النساء : ۱۰۲)

”اور جب وہ گروہ سجدہ کر لے، تو آپ کے پیچھے چلا جائے۔“

﴿ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ﴾ (النساء : ۱۰۲)

”اور وہ دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے، آ کر آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اسلحہ لیے رہے۔“

یہ صلاۃ الخوف ہے یعنی ڈر اور خوف کی نماز جو حالت جنگ میں پڑھی جاتی ہے، اس کا زیادہ تر انحصار جنگی حالت پر ہوتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے مختلف طریقوں سے پڑھائی ہے، ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ اسلحہ لیے ہوئے دشمن کے مقابل کھڑا رہا اور ایک حصے نے آ کر آپ ﷺ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، آپ ﷺ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

التحیات میں بیٹھے رہے اور انہوں نے کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پوری کی اور پیچھے چلے گئے اور جا کر دشمن کے بالمقابل ہو گئے، پھر وہ دوسرا حصہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی، آ کر آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے انہیں بھی ایک رکعت نماز پڑھائی اور پھر التحیات میں بیٹھ گئے، انہوں نے بھی کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پوری کر لی تو آپ ﷺ نے سلام پھیرا اور انہوں نے بھی سلام پھیرا۔ یوں دونوں حصوں کو آپ ﷺ نے ایک ایک رکعت نماز پڑھائی، آگے بڑھنے سے پہلے یہاں نماز کی اہمیت کے حوالے سے دو ایک باتیں عرض کرتا چلوں: اس آیت کریمہ اور آپ ﷺ کے واقعہ نماز کی روشنی میں چند ایک باتیں خوب واضح ہو جاتی ہیں:

- نماز کی اہمیت، کہ نماز ایک ایسا فریضہ ہے جو حالت جنگ میں بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔
- نماز اس کے وقت پر، ورنہ کیا مانع تھا کہ جنگ سے فارغ ہوتے اور دشمن کا خطرہ ٹل جانے کے بعد نماز پڑھ لی جاتی۔
- نماز با جماعت، کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ ہر شخص انفرادی طور پر ایک ایک کر کے نماز پڑھ لیتا۔
- پہلی نماز، کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ ﷺ ایک حصے کو پوری نماز پڑھا دیتے اور پھر سلام پھیر کر دوسرے حصے کو پوری نماز پڑھا دیتے۔

مگر ایک ہی نماز میں دونوں حصوں کو شریک کرنا، پہلی نماز کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، اگرچہ کوئی نماز سے لیٹ ہو جائے تو دوسری جماعت کرا سکتا ہے، مگر حالت جنگ میں بھی اس سہولت کو نہ لینا اس بات کی شدید اہمیت پر دلالت کرتا ہے، اصل با جماعت نماز وہی ہے جو پہلی تھی، اس کے بعد والی جماعت نہایت اور سخت مجبوری کی حالت میں ہے جب پہلی جماعت کے ساتھ ملنا آدمی کے بس میں نہ رہا ہو، مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ نماز کے معاملے میں مسلمانوں میں بہت زیادہ کوتاہی پائی جاتی ہے، پہلے تو مسلمانوں کی اکثریت سرے سے نماز پڑھتی ہی نہیں، پھر جو پڑھتے ہیں ان میں بھی بہت زیادہ لوگ نماز کے اوقات کو اہمیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں دیتے اور پھر کتنے ہی ایسے ہیں جو نماز باجماعت کی پابندی نہیں کرتے اور پھر جو نماز باجماعت کی پابندی کرتے ہیں، ان میں کئی ایسے ہیں جو اس اہمیت کے ساتھ نماز باجماعت کی پابندی نہیں کرتے کہ اس پہلی جماعت میں شامل ہونا اس طرح ضروری سمجھتے ہوں کہ انہیں اگر لوگوں کے کندھوں کے سہارے بھی چل کر آنا پڑے یا اپنا ضروری کام بھی چھوڑ کر آنا پڑے تو ضرور آئیں۔ بلکہ ان کا انداز یہ ہوتا ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی کوئی کام پڑ جائے تو کہتے ہیں، چلو کوئی بات نہیں دوسری جماعت کرا لیں گے۔

نماز میں کوتاہی کی یہ تمام صورتیں متعدد وجوہات کی بنا پر ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ نماز کی اس قدر اہمیت سے آگاہی نہیں رکھتے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ آدمی جب دشمن سے غافل ہو جائے تو دشمن کے حملے کا وہ بہترین موقع ہوتا ہے، چنانچہ صلاۃ الخوف کا حکم اور تعلیم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً﴾ (النساء : ۱۰۲)

''کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔''

اس لیے شیطان کے نظر نہ آنے کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ حالانکہ شیطان اگرچہ نظر نہیں آتا، مگر اس کی کاروائیوں اور کارستانیوں کے نتیجے ضرور نظر آتے ہیں اس کا فتنہ وفساد نظر آتا ہے، اس کی شرارتیں اور خباثتیں نظر آتی ہیں، اس کے فتنوں کے گھائل لوگ نظر آتے ہیں، اس کی مچائی ہوئی تباہی و بربادی نظر آتی ہے، اس کی موجودگی کے ڈھیروں نشانات اور آثار موجود ہیں، مگر کوئی چشمِ بینا نہیں ہے۔

شیطان موجود ہے اور وہ ہمہ وقت اپنی کاروائیوں اور کارستانیوں، اپنے حربوں اور اپنی چالوں میں مصروف رہتا ہے، اس کے حربوں میں سے ایک بنیادی حربہ تحریش بین الناس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر ہو رہا تھا کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانا اور برانگیختہ کرنا، ان میں تفریق، بغض اور نفرت پیدا کرنا؛ اور یہ کام کئی طریقوں سے ہوتا ہے، ان میں سے ایک غیبت بھی ہے جس کا گذشتہ جمعے ذکر ہو رہا تھا۔

غیبت سے لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف نفرت، بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے، اور یہ چیز لوگوں میں بکثرت پائی جاتی ہے، یہ کسی ایک فرد یا ایک قوم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ تقریباً ہر شخص میں پائی جاتی ہے، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ، الا ما شاء اللہ۔ وہ خوش قسمت لوگ جو اس بری خصلت سے بچے ہوئے ہوں، اور ایسے لوگ شاید انگلیوں پر گنے جا سکتے ہوں۔

اصل بات یہ نہیں ہے کہ کس میں پائی جاتی ہے اور کس میں نہیں! اصل بات یہ ہے کہ کس کو اپنی اصلاح کی فکر ہے اور کس کو نہیں، اور اصلاح کی جانب پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ آدمی Realize کرے کہ اسے اصلاح کی ضرورت ہے، اپنے اندر خامی اور کوتاہی کو تسلیم کرے، اور پھر اس کے بعد عملی پیش قدمی کرے، زبانی جمع خرچ سے اصلاح نہیں ہوتی کہ آدمی یہ کہنے پر اکتفا کر لے کہ ہاں جی بری عادت ہے اس سے بچنا چاہیے، بلکہ اس کو چھوڑنے کے لیے مخلصانہ کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام ابن وہب رحمہ اللہ نے ایک بار یہ کوتاہی محسوس کی تو فوراً اس کے علاج کی فکر ہوئی۔ تب انہوں نے تہیہ کر لیا کہ آئندہ جب بھی اُن سے کوئی کوتاہی ہوگی تو اس پر وہ ایک روزہ رکھیں گے، چنانچہ جب بھی کوئی کوتاہی ہوتی تو ایک روزہ رکھتے۔ مگر بتقاضائے بشریت پھر کبھی کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی، تو پھر انہوں نے ایک دوسرا طریقۂ علاج ڈھونڈ نکالا کہ اب جب بھی کوتاہی ہوگئی تو میں ایک درہم صدقہ کروں گا اور یوں آہستہ آہستہ ان کوتاہیوں سے نجات مل گئی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۲۲۸)

تو آدمی اگر واقعی سنجیدہ ہو، اپنی غلطی کو محسوس کرے اور اس کی اصلاح کی مخلصانہ کوششیں کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اصلاح ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری چیز جو لوگوں میں نفرت، بغض اور عداوت کا باعث بنتی ہے، وہ ہے تکبر اور حسد، تکبر اک نہایت ہی مذموم خصلت ہے، تکبر یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو اپنے سے کمتر اور حقیر جانے۔

تکبر کے متعدد اسباب ہیں، مگر ان میں سے کوئی بھی سبب درست اور حقیقت پسندانہ نہیں ہے۔

مثلاً: آدمی مال و دولت کی فراوانی کے باعث تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ مگر اس میں تکبر کرنے والی کون سی بات ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس میں تمہارا اپنا کوئی کمال نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو دولت کی کمی سے آزماتا ہے، تو کسی کو فراوانی سے، ایک کے لیے غربت آزمائش ہے تو دوسرے کے لیے دولت کی کثرت۔ دونوں برابر ہیں بلکہ فراوانی والا زیادہ خطرے میں ہے کہ دنیا میں جس قدر برائیاں ہیں، وہ زیادہ تر دولت کے بل بوتے پر ہوتی ہیں، پھر قوموں کی تباہی کے اسباب میں بھی ایک بنیادی سبب یہی بتلایا گیا ہے۔

جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ۝١٦﴾ (الاسراء: ١٦)

”جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے، اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔“

معاشرے میں جس قدر بھی فحاشی اور بے حیائی ہے، ظلم و ناانصافی ہے، دولت والوں ہی کی بدولت ہے، وہ یا تو خود کرتے ہیں، یا ان کی اجازت سے ہوتا ہے اور ان کی زیرنگرانی ہوتا ہے، اگر پیسے والے لوگ چاہیں کہ معاشرے میں برائی نہ پھیلے تو ہرگز نہ پھیلے، غریب لوگوں کی کیا مجال کہ وہ دولت مندوں کی مرضی کے خلاف کوئی کام کر جائیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

غریب لوگ چوری چکاری اور لوٹ مار تو کر سکتے ہیں مگر علی الاعلان فحاشی نہیں پھیلا سکتے، امیر لوگوں کی رضامندی کے بغیر۔

اور پھر دولت پر فخر اور اس کی وجہ سے تکبر کسی لحاظ سے بھی نہیں بنتا۔ کیوں کہ دولت نہ سکون نہیں دے سکتی، نہ موت سے بچا سکتی اور نہ آخرت کے عذاب سے بچا سکتی۔

ایسے ہی تکبر کے دیگر اسباب بھی ہیں جیسے نسلی، لسانی یا علاقائی برتری سمجھتے ہوئے تکبر کرنا وغیرہ، مگر یہ سب بالکل بے معنی اور مہمل سی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکبر باعثِ تنفر (۱)

﴿إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

شیطان کی انسان کے خلاف چالوں، مکاریوں، فریب کاریوں اور بہت سے حیلوں اور حربوں میں سے ایک التحریش بین الناس بھی ہے، یعنی لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا اور اکسانا، ان میں نفرت، بغض اور عداوت پیدا کرنا، اور یہ کام وہ مختلف طریقوں ترکیبوں اور تدبیروں سے کرتا ہے، غیبت کے ذریعے، عیب جوئی کے ذریعے، تجسس کے ذریعے، حسد کے ذریعے، دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کے ذریعے، برے ناموں سے پکارنے کے ذریعے، نسلی، لسانی اور طبقاتی امتیاز کے ذریعے، تکبر کے ذریعے اور بہت سی دیگر بری صفات کے ذریعے، وہ لوگوں کے درمیان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف دل میں نفرت اور عداوت اور فتنہ وفساد پیدا کرتا ہے۔

اسلام لوگوں کے درمیان صلح وصفائی، الفت ومحبت، بھائی چارہ، حسن سلوک، ہمدردی اور خیر خواہی کی ترغیب دیتا اور تاکید کرتا ہے، انسانوں کو آپس میں لڑانا اور اکسانا تو دور کی بات، اسلام جانوروں کو بھی آپس میں لڑانے کی اجازت نہیں دیتا، حدیث میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ)) (ابوداود : ٢٥٦٢)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں بھڑکانے سے منع فرمایا ہے۔“

مگر بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اس کا عام رواج ہے، کھیل کے نام پر مرغے لڑائے جاتے ہیں، باکسنگ شریعت کی روشنی میں ایک ناجائز کھیل ہے، کیونکہ اسلام میں کسی کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نقصان پہنچانا اور ضرب لگانا منع ہے بالخصوص چہرے پر۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ)) (مسلم : ٢٦١٢)

''اگر تم میں سے کسی کا اپنے مسلمان بھائی سے جھگڑا ہو جائے تو وہ چہرے سے بچے، یعنی چہرے پر نہ مارے۔''

اسی طرح ایک صحابی (حکیم بن معاویہ القشیری رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ))

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس کے خاوند پر کیا حق ہے؟''

((قَالَ: اَنْ تُطعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ))

''فرمایا: جب خود کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ۔''

((وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ))

''اور جب خود پہنو تو اس کو بھی پہناؤ۔''

یعنی جیسا خود کھاؤ اور پہنو، ویسا ہی اس کو بھی کھلاؤ اور پہناؤ، اسی مرتبے کا۔

((وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، ولا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ))

(ابو داود : ٢١٤٢)

''اور چہرے پر مت مارو، اسے یہ نہ کہو کہ تیرا برا ہو، اور اس سے الگ نہ ہو، مگر گھر کے اندر۔''

یعنی اگر اس کی کسی بات پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے تادیب کے لیے علیحدگی اختیار کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کو گھر سے نہ نکالو، گھر کے اندر ہی رہتے ہوئے اس سے علیحدگی اختیار کرو، بلکہ قرآن تو کہتا ہے کہ اگر طلاق بھی دے دو تو اسے گھر سے نہ نکالو، چنانچہ قرآن پاک عورت کی توقیر اور عزت افزائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ﴾ (الطلاق : ۱)

''انہیں ان کے گھر سے نہ نکالو۔''

﴿وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ (الطلاق : ۱)

''اور انہیں بھی چاہیے کہ وہ گھر سے نہ نکلیں۔''

﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ (الطلاق : ۱)

''الا یہ کہ وہ کوئی کھلی برائی کر بیٹھی ہوں۔''

اب قرآن پاک کے اس حکم میں کیا کیا حکمتیں ہیں، یہ ایک الگ موضوع ہے، بات ہو رہی تھی چہرے پر نہ مارنے کی اور باکسنگ میں چہرہ ہی اصل ٹارگٹ ہوتا ہے۔

تو کھیل ہو یا لڑائی جھگڑا، چہرے پر مارنا منع ہے، مگر شیطان ہر وہ کام کروانے کی کوشش کرتا ہے جو شریعت کے خلاف ہو، آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ لڑائی جھگڑے میں، غصے کی حالت میں جب تک آدمی چہرے پر نہ مار لے، غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا، تسلی نہیں ہوتی، چاہے آدمی کسی کو کتنا ہی پیٹ لے، لیکن اگر چہرے پر نہ مارے تو اک تشنگی سی رہ جاتی ہے، اور وہ جو آئے روز تیزاب پھینکنے والے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں وہ اسی تحریش بین الناس کے نتیجے میں ہی ہیں۔

اسی طرح شیطان تجسس کے ذریعے لوگوں میں غلط فہمیاں، ناراضیاں اور نفرتیں پیدا کرتا ہے۔

تجسس اور جاسوسی کرنا، چوری سے کسی کی باتیں سننا، یا اس کی تحریر پڑھنا، کسی کی ٹوہ میں رہنا کہ کوئی کیا کرتا ہے، کہاں جاتا ہے، شیطانی فعل ہے، اس سے یقیناً دلوں میں نفرت اور بغض پیدا ہوتا ہے اور فتنہ وفساد تک بات پہنچتی ہے۔

اسلام نے جہاں کسی عام آدمی کی جاسوسی سے منع فرمایا ہے، وہاں خود اپنے اہل خانہ کی جاسوسی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّطْرُقَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ اَوْ يَلْتَمِسُ عَثَرَاتِهِمْ)) (مسلم: ۷۱۵)

"آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص سفر سے جب لوٹے تو رات کو گھر میں آئے، کہ اپنے اہل خانہ میں خیانت کا متلاشی ہو (کہ اس کی بیوی کہیں اس سے خیانت تو نہیں کر رہی) یا اس میں لغزشیں ڈھونڈھتا ہو۔ یعنی گھر میں چھاپہ مارنے کے انداز سے نہ آئے۔"

تو رات کو گھر آنے کی ممانعت غالبًا اس صورت میں ہے جب گھر والوں کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کی کوئی صورت نہ ہو، آج کل چونکہ ایسے وسائل موجود ہیں کہ انہیں لمحہ بہ لمحہ کی اطلاع دی جاسکتی ہے، اس لیے اطلاع دے کر رات کو گھر آنے میں ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں۔

تو جس طرح خاوند کا عورت کی جاسوسی کرنا منع ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی خاوند کی جاسوسی کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور اسلام کے یہ احکامات گھروں کو اجڑنے سے اور فتنہ وفساد کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے ہیں۔

تو لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت، بغض اور عداوت کے اسباب میں سے ایک سبب تکبر بھی ہے، تکبر کے نتیجے میں انسان دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہے، انہیں حقیر جانتا اور ان پر ظلم وزیادتی روا رکھتا ہے۔

تکبر بری صفات میں سے ایک بدترین صفت ہے جو کسی بھی انسان میں پائی جاتی ہو۔

تکبر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ پر تکبر (۲) انبیاء ورسل علیہم السلام پر تکبر اور (۳) عام لوگوں پر تکبر۔

تکبر تو یقیناً ہر قسم کا ہی برا ہے، مگر تکبر کی اقسام میں سے سب سے برا تکبر، اللہ اور اللہ کے رسول علیہ السلام پر تکبر کرنا ہے۔

فرعون نے اللہ تعالیٰ پر تکبر کرتے ہوئے کہا:

﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ (النازعات: ۲۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔‘‘

نمرود نے یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ پر تکبر کیا کہ:

﴿ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ﴾ (البقرہ: ۲۵۸)

’’میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔‘‘

مشرکین مکہ نے بھی اللہ تعالیٰ پر تکبر کیا:

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴾ (الفرقان: ٦٠)

’’اور ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اس رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ کیا بس جسے تو کہہ دے اسی کو ہم سجدہ کرتے پھریں؟ یہ دعوت ان کی نفرت میں اُلٹا اور اضافہ کردیتی ہے۔‘‘

ایسے ہی رسولوں علیہم السلام پر بھی تکبر کیا جاتا رہا جیسا کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے کہا:

﴿ اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴾ (المؤمنون: ٤٧)

’’کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟ حالانکہ ان کی قوم (بھی) ہمارے ماتحت ہے۔‘‘

اور مشرکین مکہ نے کہا:

﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا ﴾ (الفرقان: ۲۱)

’’اور وہ جو ہماری ملاقات کی توقع نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے جاتے؟ یا پھر ہم اپنے رب کو ہی دیکھ لیں، انھوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر رکھی ہے۔‘‘

﴿ وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴾

(الزخرف: ۳۱)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اور کہنے لگے، یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔''

یعنی کوئی مالدار آدمی ہوتا۔

اللہ تعالیٰ اور انبیاء و رسل علیہم السلام پر تکبر کرنا صریح کفر ہے۔اسی طرح دین کی دعوت دینے والوں پر تکبر کرنا، اگر ان پر تکبر کے نتیجے میں وہ دین کو ٹھکرا رہا ہو تو وہ بھی کفر ہے۔اس کے علاوہ اگر عام لوگوں پر کسی وجہ سے تکبر کرتا ہے تو وہ بھی مذموم اور حرام ہے اور ایسا شخص جہنم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

لوگوں پر تکبر کرنے والوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں بہت سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ کِبْرٍ))

''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔''

((قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ أَنْ یَکُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَ نَعْلُهٗ حَسَنَةً))

''تو ایک شخص نے کہا کہ آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں! یعنی کیا وہ بھی تکبر میں شمار ہوگا؟''

((قَالَ إِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ))

''تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔''

((اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ)) (مسلم: ۹۱)

''تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

تکبر اچھا کھانا پینا، اچھا پہننا اور اچھا رہنا سہنا نہیں بلکہ تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

تکبر کرنے اور لوگوں کو حقیر جاننے کی کئی شکلیں اور صورتیں ہیں، کوئی شخص مال و دولت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بل بوتے پر تکبر کرتا ہے، کوئی عہدۂ ومنصب کی بناء پر تکبر کرتا ہے، کوئی حسب نسب اور قبیلہ و برادری کی وجہ سے تکبر کرتا ہے۔تاہم تکبر کی تمام صورتیں نہایت ہی ناپسندیدہ، مذموم اور نادانی کی علامت ہیں۔حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ تکبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مَا دَخَلَ قَلْبَ امْرِىءٍ شيءٌ مِنَ الْكِبْرِ قَطُّ ، إِلَّا نَقَصَ مِنْ عَقْلِهِ بِقَدْرِ مَادَخَلَ مِنْ ذَلِكَ قَلَّ ذَلِكَ أَوْ كَثُرَ"

(حلية الأولياء وطبقات الاصفياء ، ج: ۳، ص:۱۸۰)

"جس کسی کے دل میں تکبر کا جس قدر حصہ بھی داخل ہوتا ہے اسی قدر اس کی عقل کم ہو جاتی ہے کم ہو یا زیادہ۔"

اورنعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ برسر منبر فرماتے ہیں:

"إِنَّ لِلشَّيْطَانِ مَصَالِيًا وَفُخُوخاً"

"شیطان کے یقیناً کچھ چال اور پھندے ہیں، اس کی کُڑکیاں ہیں۔"

"وَإِنَّ مَصَالِيَ الشَّيْطَانِ وَ فُخُوخَهُ الْبَطَرُ بِأَنعُمِ اللَّهِ"

اوراس کے جال اور پھندے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اترانا ہے۔

"وَالفَخْرُ بِإِعْطَاءِ اللَّهِ"

"اوراللہ تعالیٰ کی عطا اورعنایت پرفخر کرنا۔"

"وَالْكِبْرُ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ" (الأدب المفرد : ۵۵۳)

"اوراللہ کے بندوں پر تکبر کرنا ہے۔"

تکبر کرنے والا شخص حقیقت میں کم عقل اور نادان بھی ہوتا ہے اور دھوکے اورغرور میں بھی مبتلا ہوتا ہے اور اپنی حقیقت اور اپنی اصلیت کو بھی بھولا ہوا ہوتا ہے۔

مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ الشِّخِّيرِ رحمہ اللہ مشہورتابعی نے مُهَلَّب بن ابی صُفْرَة کو دیکھا کہ وہ ریشمی جبہ پہنے اکڑتے ہوئے چل رہا ہے۔

"وَيُرْوَى أَنَّ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ الشِّخِّيرِ رَأَى الْمُهَلَّبَ وَهُوَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یَتَبَـخْتَرُ فِيْ حُلَّةِ خَزٍّ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ هَذِهِ الْمِشْيَةُ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ"

''بیان کیا جاتا ہے کہ مطرف بن عبد اللہ الشخیر رحمہ اللہ نے مہلب بن ابی صفرۃ کو ریشمی پوشاک میں اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمانے لگے: اے اللہ کے بندے یہ چال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو سخت ناپسند ہے۔''

"فَقَالَ لَهُ الْمُهَلَّبُ: أَمَا تَعْرِفُنِي؟"

''تو مہلب نے ان سے کہا: کیا آپ مجھے جانتے نہیں ہیں؟''

"فَقَالَ: بَلَى أَعْرِفُكَ"

''تو انھوں نے فرمایا: ہاں میں آپ کو جانتا ہوں۔''

"أَوَّلُكَ نُطْفَةٌ مَذِرَةٌ"

''تمہاری ابتدا ایک گندہ نطفہ ہے۔''

"وَآخِرُكَ جِيفَةٌ قَذِرَةٌ"

''اور تیری انتہا ایک بدبودار مردار ہے۔''

"وَأَنْتَ تَحْمِلُ الْعَذِرَةَ"

''اور تو اپنے اندر غلاظت اٹھائے ہوئے ہے۔''

"فَمَضَى الْمُهَلَّبُ وَتَرَكَ مِشْيَتَهُ"

(تنبيه الغافلين للسمرقندي، ص: ۱۸۵)

''تو مہلب یہ سن کر چپ چاپ چلا گیا، اور تکبر کی چال چھوڑ دی۔''

تو تکبر انسان کو زیب نہیں دیتا، بلکہ کسی بھی مخلوق کو زیب نہیں دیتا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور اسی کا حق ہے۔ حدیث قدسی ہے، اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْكِبْرُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِيْ))

''تکبر میری اوڑھنی ہے اور عظمت میری چادر ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ))

(ابوداود : ۴۰۹۰)

''جس کسی نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھیننا چاہا، میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔''

تو تکبر اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک شدید ناپسندیدہ عمل ہے جو اس کی چادرِ عظمت کو ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہے، ایک ایسا کام کرنے کی کوشش ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے، اسی کے لائق ہے، صرف اسی کو زیب دیتا ہے اور صرف وہی اس کا حقدار ہے، تو تکبر کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت کی برابری کا دعویٰ کرنا ہے، مگر حقیقت میں یہ انسان کی کم عقلی کی علامت ہے، تو اندازہ کیجیے شیطان کی چالوں کی سنگینی کا کہ وہ کس آسانی کے ساتھ انسان کو ایسے گھناؤنے اور گھٹیا جرم میں پھنسا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکبر باعثِ تنفر (۲)

﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ شیطان پوری سنجیدگی اور دلجمعی سے، تمام تر قوت و طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے انسان کے خلاف برسر پیکار ہے اور وہ انسان دشمنی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔ مگر انسان یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی بخوشی اور برضاورغبت اس کی چالوں اور فریب کاریوں کا شکار ہوتا ہے۔

اس کا سبب کیا ہے! اس پر تو پھر کبھی بات ہوگی ان شاء اللہ۔ اس وقت گذشتہ جمعے ہونے والی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں۔

گزشتہ جمعے بات ہو رہی تھی کہ شیطان اپنے حربے تحریش بین الناس کی تعمیل کے لیے مختلف اسباب و ذرائع اور مختلف ترکیبیں اور تدبیریں استعمال میں لاتا ہے، ان میں سے ایک تکبر بھی ہے۔

تکبر بظاہر اک انفرادی عمل لگتا ہے کہ جس کا اثر خود اسی شخص تک محدود ہو، مگر حقیقت میں یہ ایک ایسا مہلک اور وبائی مرض ہے کہ جو سارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

تکبر کے نتیجے میں لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت و عداوت پیدا ہوتی ہے اور تکبر کے اسباب و دوافع میں مختلف محرکات ہیں، ان میں سے ایک علم بھی ہے، وہ علم دین کا ہو یا دنیا کا، اکثر و بیشتر جب انسان کے پاس علم آتا ہے تو ساتھ تکبر بھی آتا ہے الا ما شاء اللہ، انسان اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگتا ہے بلکہ بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے، اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو حقیر اور کمتر بھی سمجھنے لگتا ہے۔ یہ ایک الگ اور مستقل موضوع ہے۔

تکبر کے محرکات میں ایک عملِ صالح بھی ہے، عمل صالح کی توفیق اور سعادت ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، لیکن انسان اگر شیطان کی فریب کاری کا شکار ہو جائے تو پھر اپنے عمل پر اترانے لگتا ہے اور دوسروں کو اپنے سے کمتر جاننے لگتا ہے بلکہ اگر کوئی آدمی نیا نیا دین کی طرف راغب ہوا ہو تو اس کا مذاق اڑاتا ہے، اسی طرح تکبر کے اسباب میں ایک بہت مشہور و معروف سبب مال و دولت کی فراوانی ہے، مال و دولت کے سبب لوگوں کو کمتر اور حقیر جاننا بہت عام ہے، کسی پر مخفی نہیں۔

اور تکبر کے اسباب میں سے ایک قوت و طاقت بھی ہے، جسمانی قوت و طاقت کے نشے میں بھی لوگ تکبر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور لوگوں کے ساتھ خواہ مخواہ الجھنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔

ایسے ہی تکبر کے اسباب میں سے حسن و جمال پر اترانا بھی ایک واضح حقیقت ہے۔

اسی طرح تکبر کے اسباب میں ارادت مندوں اور چاہنے والوں کا ہجوم اور جم غفیر اور وسیع حلقہ آدمی میں تکبر اور غرور پیدا کر دیتا ہے۔

اور تکبر کا ایک سبب کہ جس کا ذکر ہم آج کی گفتگو میں کرنا چاہتے ہیں، وہ ہے حسب و نسب پر اترانا اور قبیلہ و برادری پر فخر کرنا۔

حسب ونسب پر اترانا، آباء واجداد پر فخر کرنا اور دوسرے قبیلوں اور برادریوں کو حقیر سمجھنا جہاں کم عقلی اور نادانی کی علامت ہے، وہاں ایمان کی کمزوری اور افکار و عقائدِ جاہلیت سے محبت کی نشانی بھی ہے۔

اپنے قبیلے اور برادری کو برتر سمجھنا اور دوسری برادریوں کو کمتر سمجھنا تکبر کی گھٹیا قسموں میں سے ایک ہے۔

اپنے قبیلے پر فخر کرنے والے شاید کبھی غور نہیں کرتے کہ ان کے فخر کا سبب کیا ہے؟ کیا وہ کسی دوسری مخلوق سے ہیں، کیا وہ آدم وحواء علیہما السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔ کیا ان کی پیدائش کسی دوسرے طریقے سے ہوئی ہے، کیا ان کے عناصرِ ترکیبی دوسروں سے مختلف ہیں، کیا ان کے افضل و برتر ہونے کی کوئی وحی آئی ہے؟ آخر فضیلت و برتری کی بنیادی کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی برادری کو دوسروں سے بہتر اور برتر سمجھنا اک نہایت بدبودار سوچ اور فکر ہے، ایک نہایت گندہ عقیدہ اور ذہنیت ہے۔ آپ ﷺ نے ایسے شخص کو کہ جو اپنے آباء و اجداد پر فخر کرتا ہے، ایک گندے کیڑے سے تشبیہ دی ہے۔

فرمایا:

((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوا))

''جو لوگ اپنے گزرے ہوئے آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہیں، انہیں باز آجانا چاہیے۔ جو جاہلیت میں مر گئے۔''

((إِنَّمَا هُمْ فَحْمُ جَهَنَّمَ))

''وہ تو جہنم کا کوئلہ ہیں۔''

اب ہر برادری کے آباؤ و اجداد میں کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی کافر و مشرک اور ہندو اور سکھ وغیرہ ہوتا ہی ہے، تو جب آپ اپنی برادری پر فخر کرتے ہیں تو ان مشرکوں پر فخر کرتے ہیں جو جہنم کا کوئلہ بنے ہوئے ہیں۔

تو فرمایا:

((أَوْ لَيَكُونَنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِي يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِأَنْفِهِ))

''اگر وہ اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنے سے باز نہیں آتا تو پھر جان لے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں گوبر کے اس کیڑے سے بھی زیادہ حقیر ہے جو اپنی ناک سے گندگی اور غلاظت کو ادھر ادھر کر رہا ہوتا ہے۔''

((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ))

''اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اس تکبر و نخوت کو ختم کر دیا ہے۔''

((إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ))

''انسان صرف دو ہی طرح کے ہیں، یا تو وہ مؤمنِ متقی ہے یا فاجرِ بدبخت ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ))

''سارے کے سارے اولادِ آدم ہیں۔''

((وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ)) (ترمذی : ۳۹۵۵)

''اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔''

اسلام آباء واجداد پر فخر کرنے کو سخت ناپسند کرتا ہے، ایسے انتماء اور انتساب کو بدبودار اور ایسی آواز کو جاہلیت کی پکار قرار دیتا ہے اور ایسے شخص کو سخت وعید سناتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ:

((إِنْتَسَبَ رَجُلَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ))

''آپ ﷺ کے عہد مبارک میں دو آدمیوں میں حسب ونسب کا ذکر ہوا۔''

((فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بْنِ فُلَانٍ فَمَنْ أَنْتَ لَا أُمَّ لَكَ))

''ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں، تم کون ہو، تمہاری ماں نہ ہو۔''

یہ ایک جملہ ہے جو بسا اوقات حقارت کے لیے بولا جاتا ہے۔

((فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِنْتَسَبَ رَجُلَانِ عَلَى عَهْدِ مُوْسٰى))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کے دور میں دو آدمی اپنے نسب کا ذکر کرنے لگے۔''

((فَقَالَ أَحَدُهُمَا أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ حَتّٰى عَدَّ تِسْعَةً : فَمَنْ أَنْتَ لَا أُمَّ لَكَ))

''ان میں سے ایک نے کہا، میں فلاں ابن فلاں ہوں اور نو پشتوں تک اپنے آباؤ اجداد کے نام گنوائے اور کہا کہ تمہاری ماں نہ ہو تم کون ہو۔''

((قَالَ: أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ ابْنُ الإِسْلَامِ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’تو دوسرے نے کہا میں فلاں ابن فلاں ہوں اسلام کا بیٹا۔‘‘

((قَالَ:))

’’فرمایا:‘‘

((فَأَوْحَى اللّٰه إِلَى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ هٰذَيْنِ الْمُنْتَسِبَيْنِ))

’’تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ یہ جو دو اپنے اپنے خاندان کا ذکر کر رہے ہیں، ان سے کہہ دو:‘‘

((أَمَّا أَنْتَ أَيُّهَا الْمُنْتَمِيْ أَوِ الْمُنْتَسِبُ إِلَى تِسْعَةٍ فِي النَّارِ فَأَنْتَ عَاشِرُهُمْ))

’’اے تو جو نو آدمیوں کی طرف اپنی نسبت کر رہا ہے، جہنم میں ہیں، تو ان کا دسواں ہے، یعنی تو بھی اس فخر کے سبب ان کے ساتھ ہی جہنم میں ہوگا۔‘‘

((وَأَمَّا أَنْتَ يَا هٰذَا الْمُنْتَسِبُ إِلَى اثْنَيْنِ فِي الْجَنَّةِ فَأَنْتَ ثَالِثُهُمَا فِي الْجَنَّةِ)) (مسند احمد: ۲۱۱۷۸)

’’اور تو جو دو لوگوں کی طرف اپنی نسبت کر رہا ہے، جنت میں ہیں اور تو ان کا تیسرا ہے، جنت میں ہو۔‘‘

اندازہ کریں کہ اپنے آباؤ اجداد اور قبیلے برادری پر فخر کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر مکروہ، مذموم اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

اور کیوں نہ ہو! اس سے دلوں میں بغض، نفرت اور عداوت پیدا ہوتی ہے، فتنہ و فساد رونما ہوتا ہے، اور یہ ایسی نادانی کی حرکت ہے کہ اپنے ہی بھائی کو اپنے سے کمتر سمجھنا ہے۔

اور یہ بیماری اور بری خصلت آج سے نہیں، بہت پہلے سے ہے، آدم علیہ السلام کی پہلی پشت سے چلی آرہی ہے۔ ہابیل اور قابیل کا قصہ تو آپ نے سنا ہوگا، قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا، تو اسی برتری کے زعم میں ہی قتل کیا اور حسد کرتے ہوئے قتل کیا، قرآن کہتا ہے ان کا قصہ لوگوں کو سناؤ، یہودیوں کو اور ان جیسوں کو:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ ﴾ (المائدہ : ۲۷)

”ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ تو سنا دو۔“

﴿ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ ﴾

(المائدہ : ۲۷)

”جب ان دونوں نے قربانی کی، تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ کی گئی۔“

﴿ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ ﴾ (المائدہ : ۲۷)

”اس نے کہا میں تجھے قتل کروں گا۔“

﴿ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۷ ﴾ (المائدہ : ۲۷)

”اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تو متقیوں کی قربانی ہی قبول کرتا ہے۔“

قصے کی تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ایک بات کا ذکر کرتے ہیں کہ قابیل نے اپنے اور اپنی بہن کے بارے میں کہا جیسا کہ تفاسیر میں اس کا ذکر ملتا ہے کہ:

((نَحْنُ مِنْ وِلَادَةِ الْجَنَّةِ))

”ہم جنت کے پیدائشی ہیں۔“

((وَهُمَا مِنْ وِلَادَةِ الْأَرْضِ))

”جبکہ ہابیل اور اس کی ہمشیرہ زمین کے پیدائشی ہیں۔“

اس لیے میں اپنی بہن کی شادی اس سے نہیں کرسکتا، یعنی وہ اپنے آپ کو اس سے بہتر سمجھتا تھا مگر قربانی قبول ہونے سے ثابت ہو گیا کہ بہتری اور برتری کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ آج جو لوگ نسلی برتری کے قائل ہیں اور اس پر لڑتے اور جھگڑتے ہیں اور اس بنیاد پر لوگوں کو حقیر جانتے ہیں۔ وہ فیصلہ کر لیں کہ وہ ھابیل کے طرف دار ہیں یا قابیل کے، وہ قابیل کی صف میں کھڑے ہیں یا ہابیل کی۔

اور اگر قابیل کی صف میں کھڑے ہیں تو پھر جان لیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ)) (بخاری : ۳۳۳۵)

''دنیا میں جو بھی انسان ظلماً قتل کیا جاتا ہے، اس کا بوجھ آدم کے پہلے بیٹے پر بھی ہوگا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔''

تو حسب ونسب پر اترانا اور فخر کرنا فتنہ وفساد کا باعث اور قتل و غارت گری کا موجب اور تشتت وتفرق کا سبب ہے، اسلام نے اس قبیح سوچ اور فکر کا قلع قمع کرنے کے لیے متعدد احکامات صادر فرمائے اور نصیحتیں کی ہیں، جن میں سے ایک اپنی پیدائش پر غور وفکر کرنا ہے۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾ (الطارق : ۵)

''پھر چاہیے کہ انسان ذرا دیکھ ہی لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔''

اور برتری کا ایک معیار مقرر فرمایا،

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات : ۱۳)

''تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

اور متعدد آیات اور احادیث میں تکبر کے انجام سے خبردار کیا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ النَّاسُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

(ترمذی : ۲۷۵۵)

''جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے باادب کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

بہرحال تکبر شیطان کی ایک خطرناک چال ہے، ایک سنگین جرم ہے اور ایک احمقانہ سوچ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکبر کا شرار اخوت کا ادبار

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

گذشتہ جمعوں سے شیطان کی ایک چال تحریش بین الناس کا ذکر ہو رہا ہے، تحریش بین الناس کا مطلب جیسا کہ آپ جانتے ہیں لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانا، بھڑکانا، برانگیختہ کرنا، ان کے دلوں میں نفرت، بغض اور عداوت ڈالنا، ان کے مابین فتنہ وفساد پیدا کرنا ہے اور اس کے لیے وہ طرح طرح کے حربے اور ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے، ان میں سے ایک لوگوں کو اپنے اپنے قبیلہ و برادری پر فخر و تکبر کرنے پر ابھارنا اور دوسروں کو کم تر اور حقیر خیال کروانا ہے اور یہ کس قدر قبیح و شنیع، حماقت و نادانی پر مبنی اور انسانی معاشرے کے لیے مہلک و تباہ کن فعل ہے! گذشتہ جمعے اس کی قباحت و شناعت، حماقت و کم عقلی اور اس کی تباہ کاریوں کا کچھ ذکر ہوا، مگر اس بارے میں ابھی اور بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ حقیقت میں نسلی فخر و غرور آدمی کے ایمان کے لیے، اخوت و محبت کے لیے اور امن و امان کے لیے اک نہایت ہی تباہ کن سوچ اور طرز عمل ہے۔

ایمان کے لیے یوں تباہ کن ہے کہ ایسے دل کو سر بمہر کر دیا جاتا ہے جس میں تکبر ہو۔

﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ ﴾ (غافر : ٣٥)

''اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر و جبار کے دل پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔''

قرآن پاک میں ایسے نو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے دل پر مہر لگا کر سیل بند کر دیا جاتا ہے، پھر انھیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی، ان میں سے ایک متکبر و جبار قسم کا انسان بھی ہے۔

اور تکبر کی تعریف آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ))

''حق کا استخفاف وانکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔''

اور تکبر انسان کے لیے یوں بھی سمِّ قاتل ہے کہ حدیث میں ہے کہ:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ))

(مسلم : ۹۱)

''جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر بھی ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔''

اور تکبر اخوت ومحبت کو چکنا چور اور پاش پاش کر دینے والی خصلت ہے۔

فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا)) (ابوداود : ۵۱۹۳)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ اور اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ رکھو۔''

اور تکبر فکرِ پس ماندۂ جاہلیت ہے، جاہلیت کے بچے کھچے افکار میں سے ہے۔

حضرت مَعْرُور بن سُوید رحمہ اللہ (التابعی) بیان کرتے ہیں کہ:

((لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ))

''ربذہ کے مقام پر میری حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک پوشاک پہن رکھی تھی اور ان کے غلام نے بھی پوشاک زیب تن کر رکھی تھی، تو میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا۔''

یعنی امام معرور بن سوید رحمہ اللہ کو یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ آدمی اور اس کے غلام کا ایک جیسا لباس؟ آقا اور غلام، چوہدری اور کمّی، سیٹھ اور مزدور، جاگیردار اور کسان میں کوئی فرق و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امتیاز نہ ہو! تعجب ہوا۔

لہٰذا دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟

((فَقَالَ إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا))

”تو فرمایا: میری ایک شخص سے تو تو میں میں ہوئی۔“

((فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ))

”تو میں نے اسے ماں کا طعنہ دیا۔“

(ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اسے یا ابن السوداء) کہا، کہ اے کلّو کے بیٹے! انہوں نے آپ ﷺ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ))

”تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر کیا تو نے اسے ماں کا طعنہ دیا ہے، تم ایسے شخص ہو کہ جس میں جاہلیت ہے، یعنی کسی کو طعنہ دینا اور عار دلانا جاہلیت کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے۔“

((إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ))

”تمہارے بھائی تمہارے خدمت گزار ہیں۔“

((جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ))

”اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت بنا دیا ہے۔“

((فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ))

”تو جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو، وہ اسے وہی کچھ کھلائے جو خود کھائے، اور وہی کچھ پہنائے جو خود پہنے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ عَلَيْهِ))

(مسلم : ١٦٦١)

''انہیں کسی ایسے کام کا مکلّف نہ ٹھہراؤ، کسی ایسے کام کی ذمہ داری نہ لگاؤ جو انہیں مغلوب کر دے، بے بس کر دے اور اگر کسی ایسے کام پر لگانا ہی ہو تو پھر ان کی مدد کرو، اور اس پر ان کا ہاتھ بٹاؤ۔''

تو قبیلے اور برادری پر فخر وغرور اور تکبر لوگوں میں اختلاف وافتراق پیدا کرتا ہے، انہیں لوگوں کی تحقیر پر برانگیختہ کرتا ہے، ظلم وزیادتی پر ابھارتا ہے، ذلیل ورسوا کرنے پر اکساتا ہے۔

قبیلے برادری پر فخر کرتے ہوئے دوسرے قبیلوں اور برادریوں کو کم تر اور حقیر سمجھنا اسلامی تعلیمات کی سراسر نفی اور انکار ہے۔ اسلام تو کہتا ہے کہ

((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ)) (مسلم : ٢٥٨٠)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔''

اور ہم کسی غریب، فقیر اور کمّی کو بھائی کہتے ہوئے شرم اور توہین محسوس کریں! یہ کون سا اسلام ہے؟

اسلام تو کہتا ہے کہ:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))

(بخاری : ١٣)

''اس وقت تک تم میں سے کوئی شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ

((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ)) (مسلم : ٢٥٨٠)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے کسی کے حوالے کرتا ہے کہ وہ اس پر ظلم کرے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان اپنے لیے کیا پسند کرتا ہے؟ دنیا و آخرت کی بھلائیاں! کیا وہ دوسرے مسلمان بھائی کے لیے بھی یہی کچھ پسند کرتا ہے؟ انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ اسے عزت سے بلایا جائے، اس کا احترام کیا جائے، کیا وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی یہی کچھ پسند کرتا ہے؟ انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ اسے کوئی طعنہ نہ دے، اس کی کوئی غیبت نہ کرے، اسے کوئی شرمندہ نہ کرے، ذلیل و رسوا نہ کرے، کیا دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی یہی کچھ پسند کرتا ہے؟

اگر دوسرے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہ وہی کچھ پسند کرتا ہے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو ممکن نہیں کہ وہ اس سے حسد کرے، اسے حقیر جانے، اسے ذلیل و رسوا کرے، اس کی غیبت کرے، اس پر بہتان لگائے اور اسے کسی کے حوالے کر دے کہ وہ اس پر ظلم و زیادتی کرے، بلکہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کرتا ہوا نظر آئے گا۔

((اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ))

’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔‘‘

((لَا یَظْلِمُهُ))

’’وہ اس پر ظلم نہیں کرتا۔‘‘

((وَلَا یُسْلِمُهُ))

’’اور وہ اسے کسی کے حوالے بھی نہیں کرتا کہ کوئی اس پر ظلم کرے۔‘‘

اور تیسری چیز:

((وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ))

’’جو اپنے مسلمان بھائی کے کام میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کام میں رہتا ہے۔‘‘

((وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ))

’’جو کسی مسلمان کی تنگی، تکلیف اور پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذریعے قیامت کے دن کی تنگیوں میں سے اس کی تنگی اور تکلیف دور کرے گا۔''

((وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) (مسلم : ۲۵۸۰)

''اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

مگر افسوس کہ آج بہت سے مسلمان ہونے کے دعویداروں کا محبوب مشغلہ لوگوں کی پگڑیاں اچھالنا، انہیں بدنام کرنا اور ذلیل و رسوا کرنا ہے۔ اور وہ اپنے تئیں یہ کہہ کر اس کا جواز پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جی ہم کون سی غلط بات کر رہے ہیں یہ بات تو اس میں واقعی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ پردہ پوشی کا مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کی خامی اور کوتاہی پر پردہ ڈالا جائے، اسے شرمندہ نہ کیا جائے، اس کے گناہ کو اُچھالا نہ جائے، یہ شیطانی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے جس سے وہ اپنے ماننے والوں کو مطمئن کرتا ہے کہ اس میں کون سی برائی ہے، یہ خامی تو واقعی اس میں پائی جاتی ہے۔

تو مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہیں کرتا، کسی کو بھی اس پر ظلم نہیں کرنے دیتا اور خیر کے کاموں میں اس کا تعاون بھی کرتا ہے اور اس کی پردہ پوشی بھی کرتا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((وَلَا یَخْذُلُہُ وَلَا یَحْقِرُہُ)) (مسلم : ۲۵٦٤)

''کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اسے ذلیل نہیں کرتا اور اسے حقیر نہیں جانتا۔''

تو مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنے کی اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے، ان کے ایک دوسرے پر حقوق مقرر کیے گئے ہیں۔

اور حقوق کا مطلب ہے کہ وہ ادا کرنا لازم ہے، انہیں ترک نہیں کر سکتے۔

((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَۃُ الْمَرِیضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَۃُ الدَّعْوَۃِ وَتَشْمِیتُ الْعَاطِسِ))

(بخاری : ۱۲٤۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا(کہ چھینکنے پر جب وہ الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔''

مگر نسلی تعصب رکھنے والا شخص، اپنے آباء واجداد پر فخر کرنے والا شخص، اپنے قبیلے اور برادری پر تکبر کرنے والا شخص ان حقوق کی ادائیگی کو اپنی شان کے منافی سمجھتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ کوئی غریب آدمی کسی مالدار کو اور بڑے آدمی کو سلام کرے تو وہ جواب میں کہتا ہے: ہاں ٹھیک ہے، کیا بات ہے؟

اسی طرح دوسرے حقوق ہیں، آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی بڑا آدمی کبھی کسی غریب آدمی کے جنازے پر گیا ہو وہ اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں اِلا ما شاء اللہ۔ اسی طرح غریب آدمی کی دعوت قبول کرنا یا اس کی چھینک کا جواب دینا اگر وہ الحمد للہ کہے تو۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے قبیلے برادری کی برتری کا دعویٰ کرنا، دلوں میں نفرت کا بیج بونا ہے معاشرے کو تباہ و برباد کرنا ہے، ظلم و ناانصافی کی داغ بیل ڈالنا ہے۔ اور تکبر کسی شکل میں بھی ہو وہ معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

تکبر کی دو صورتوں میں تو کچھ نہ کچھ اس کا باعث اور سبب بھی ہوتا ہے، مال و دولت کی وجہ سے، عہدہ و منصب کی وجہ سے، جسمانی قدرت و طاقت کی وجہ سے یا کوئی اور۔ مگر نسلی تکبر تو بے بنیاد ہے۔

جس کو آپ حقیر اور کم تر سمجھ رہے ہیں، اس کے جدامجد بھی وہی ہیں جو آپ کے ہیں۔

آپ بھی اسی طرح پیدا ہوئے ہیں جس طرح وہ دوسرا شخص جسے آپ حقیر سمجھتے ہیں، پیدا ہوا ہے۔

تو اپنے قبیلے اور برادری پر فخر کرنا انتہائی گھٹیا قسم کا تکبر ہے۔ ہاں قبیلوں کا وجود اپنی جگہ ایک حقیقت ہے، اس کے اپنے فوائد اور ضرورتیں ہیں، ان کے وجود کی اپنی حکمتیں ہیں۔

ایک بنیادی حکمت جو قرآن پاک نے بیان فرمائی ہے، وہ ہے آپس میں تعارف اور پہچان۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ﴿١٣﴾﴾

(الحجرات : ١٣)

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو ، درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔''

قبیلوں کے وجود کی حکمتیں اور ضرورتیں ان شاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم نے ان تمام ضرورتوں اور فائدوں اور حکمتوں کو نظر انداز کر کے ایک بس فخر ومباہات کا ذریعہ بنا لیا ہے اور یہ چیز زمانۂ جاہلیت کی عادات واطوار میں سے ایک ہے،اور اس بناء پر انہوں نے کچھ اصول بھی مقرر کر رکھے ہیں، مثلاً

((أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا))

''اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو چاہے مظلوم۔''

یعنی اپنا برادری بھائی صحیح ہو یا غلط ہر حال میں اس کی مدد کرو۔

اور یہ کس قدر ظلم و ناانصافی پر مبنی اصول ہے، مگر اسلام نے آکر اس جملے کو برقرار رکھا البتہ مفہوم بدل دیا حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا))

''اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

((فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ))

''تو ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر وہ مظلوم ہو تو مدد کروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا، لیکن اگر وہ ظالم ہو تو کیسے مدد کروں؟''

((قَالَ تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ))

(بخاری : ٦٩٥٢)

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے ظلم سے روکو اور منع کرو، یہی اس کی مدد کرنا ہے۔''

مگر ہم اپنے برادری بھائی کی جائز و ناجائز مدد کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذات برادری کا تکبر، امن وسلامتی کا تنزل

﴿إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

شیطان اپنے انسان دشمنی منصوبے میں جو جو چالیں اور تدبیریں اور حربے آزماتا ہے، ان میں سے ایک لوگوں کو مختلف طریقوں سے فخر ومباہات اور غرور وتکبر پر ابھارنا اور اکسانا بھی ہے جبکہ فخر وغرور اور تکبر کے اسباب ودوافع میں سے ایک اپنی اپنی قوم، قبیلے اور برادری کی محبت بھی ہے، چنانچہ لوگ اپنے اپنے قبیلے برادری کی محبت سے سرشار ہوکر اور اس میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے فخر وغرور کرنے اور دوسروں کو حقیر جاننے لگتے ہیں۔ یہ عمل اور یہ طرز فکر بذات خود کس قدر گھٹیا اور حقیر ہے، گذشتہ خطبات میں اس کا کچھ ذکر ہوا اور آئندہ بھی مزید اس پر ان شاء اللہ بات ہوگی، تاہم آج کی گفتگو میں قبیلے اور برادری کے مثبت پہلو اور اس کے فوائد ومنافع اور ضرورت واہمیت کا ذکر کریں گے، ان شاء اللہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اس دنیا کی زندگی میں معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر زندگی نہیں گزار سکتا، دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر اور گھل مل کر رہنا انسان کی فطری ضرورت اور مجبوری ہے۔

کوئی شخص تنہا اور اکیلے زندگی نہیں گزار سکتا، جو شخص تن تنہا ہو کہ اس کے ماں باپ، بہن بھائی، دوست واحباب، رشتہ دار اور عام انسان اس کے آس پاس اور اردگرد نہ ہوں تو اس کی زندگی یقیناً ناقص اور ادھوری ہوگی اور انسان اس تنہائی کے سبب اداس، رنجیدہ اور غمگین رہے گا۔

دنیا تو دنیا ہے، انسان کی اخروی زندگی بھی سوشل ہے، وہاں بھی لوگ ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہوکر نہیں رہیں گے بلکہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ملاقاتیں ہوں گی، بازار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگیں گے حتی کہ لوگ جہنمیوں کو بھی دیکھیں گے،

﴿مُّتَّكِـِٔيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ‌ؕ﴾ (الکهف : ٣١)

''اہل جنت، وہاں اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔''

﴿عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ ۙ‏﴾ (المطففين : ٣٥)

''اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں، دیکھ رہے ہوں گے۔''

﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَةٍۙ‏ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِـِٔيۡنَ عَلَيۡهَا مُتَقٰبِلِيۡنَ‏ ﴿١٦﴾﴾

(الواقعه : ١٥، ١٦)

''مرصع تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

وہ چاہیں گے تو جنت میں بیٹھے جہنمیوں کو بھی دیکھ سکیں گے۔

﴿فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ‏ ﴿٥٠﴾﴾ (الصافات : ٥٠)

''جنتی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر حالات پوچھیں گے یعنی دنیا میں گزرے ہوئے حالات کا تذکرہ کریں گے۔''

﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّىۡ كَانَ لِىۡ قَرِيۡنٌۙ‏ ﴿٥١﴾ يَّقُوۡلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِيۡنَ‏﴾

(الصافات : ٥١، ٥٢)

''ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ہمنشین تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو بھی قیامت پر یقین رکھنے والوں میں سے ہے!''

﴿ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيۡنُوۡنَ‏ ﴿٥٣﴾﴾ (الصاافات : ٥٣)

''جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیوں کا پنجر اور ڈھانچہ بن جائیں گے تو ہمیں جزا وسزا دی جائے گی؟''

یعنی طنزاً اور استہزاء کہا کرتا تھا کہ جنت، جہنم، حور وقصور یہ تو سب مولویوں کی باتیں ہیں کیا تم بھی ان باتوں کو مانتے ہو!

﴿قَالَ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ‏ ﴿٥٤﴾﴾ (الصافات : ٥٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’کہے گا کہ کیا اب آپ لوگ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ صاحب اب کہاں ہیں؟‘‘

﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۝﴾ (الصافات : ۵۵)

’’یہ کہہ کر جونہی وہ جھک کر دیکھے گا تو جہنم کی گہرائی میں اس شخص کو دیکھ لے گا۔‘‘

﴿قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ۝﴾ (الصافات : ۵۶)

’’اسے مخاطب کر کے کہے گا اللہ کی قسم تو تو مجھے تباہ کر دینے والا تھا۔‘‘

﴿وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ۝﴾ (الصافات : ۵۷)

’’اگر میرے رب کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو آج میں بھی ان لوگوں میں ہوتا جو یہاں پکڑ کر لائے گئے ہیں۔‘‘

اندازہ کریں کہ آخرت میں انسان کی سماعت اور قوت گویائی اور بینائی کس قدر طاقتور اور مضبوط ہوگی، وہاں ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی کسی چیز کو دیکھنے کے لیے ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون کی ضرورت نہیں ہوگی۔

تو بات ہو رہی تھی کہ دنیا تو دنیا رہی انسان آخرت میں، جنت میں بھی سوشل ہوگا، جبکہ دنیا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ منسلک کر رکھا ہے، بالأولیٰ اس میں مل جل کر رہنے کی ضرورت ہے۔

دنیا میں مل جل کر رہنے کی ضرورت کئی وجہ سے ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ لوگ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں، ہر شخص کسی نہ کسی انداز میں دوسروں کی خدمت کر رہا ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نظام مقرر فرما رکھا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝﴾ (الزخرف : ۳۲)

’’دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو ایک دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فوقیت دی ہے، تا کہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کسی ایک آدمی کو نہیں دیا اور نہ کسی کو سب کچھ سے محروم کیا ہے، بلکہ کسی کو کوئی چیز دی تو کسی دوسری چیز سے اس کو محروم کر دیا اور یہ حکمت اس لیے ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے بے نیاز نہ ہوں، ہر ایک کسی نہ کسی معاملے میں دوسرے کا محتاج ہے، حتی کہ چاہے محض انسان کی موجودگی کا ہی دوسروں کو فائدہ ہو، آپ جانتے ہیں کہ جہاں انسان کی دوسری ضروریات ہیں وہاں یہ بھی اس کی ایک ضرورت ہے کہ کوئی اس سے بات کرے، اس کے پاس بیٹھے، اسے کمپنی دے، اس سے دل کو خوشی ہوتی ہے، رونق ہوتی ہے، وحشت دور ہوتی ہے۔ جہاں سنسان، اجاڑ اور سناٹا ہو وہاں آدمی پر ایک ڈر اور خوف سا طاری ہو جاتا ہے۔

اگر لوگ بالکل ناپید ہو جائیں تو انسان پر وحشت طاری ہو جائے، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((اَللّٰهُمَّ أَهْلِكِ الْمُنَافِقِيْنَ))

"اے اللہ! منافقوں کو تباہ و برباد کر دے، انہیں ہلاک کر دے۔"

((فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! لَوْ هَلَكَ الْمُنَافِقُونَ لَاسْتَوْحَشْتُمْ فِي طُرُقَاتِكُمْ مِنْ قِلَّةِ السَّالِكِ)) (مدارج السالكين: ١/ ٣٦٤)

"فرمایا: بھتیجے اگر سارے منافق ہلاک ہو گئے تو راستوں پر چلنے والوں کی کمی کی وجہ سے تمہیں وحشت ہونے لگے گی، اداسی اور خوف سا طاری ہو جائے گا۔"

تو دنیا میں محض انسان کی موجودگی ہی سے دوسرے انسانوں کو اک فائدہ ہوتا ہے۔

یہ بات واضح ہو گئی کہ دنیا میں لوگوں سے مل جل کر رہنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے کام آئیں اور کام لیں۔

دنیا میں جہاں بے شمار قسم کے کام اور ضرورتیں ہیں، جو ایک دوسرے کے تعاون سے پوری ہوتی ہیں، چاہے کسی معاوضے میں ہی ہوتی ہوں، مگر کچھ ضرورتیں ایسی ہیں کہ جو عموماً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلا معاوضہ اور صرف رشتہ داروں کے ذریعے ہی پوری ہوتی ہیں، ان میں سے ایک اخلاقی مدد اور تعاون ہے، آدمی کی حفاظت اور اسے ظلم وزیادتی سے بچانا ہے۔

جیسا کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے شعیب علیہ السلام سے کہا:

﴿قَالُوا يَٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ﴾ (ھود: ۹۱)

''کہنے لگے اے شعیب! تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں۔''

﴿وَإِنَّا لَنَرَىٰكَ فِينَا ضَعِيفًا﴾ (ھود: ۹۱)

''اور ہم دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں ایک کمزور آدمی ہے۔''

﴿وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَٰكَ﴾ (ھود: ۹۱)

''اگر تیری برادری نہ ہوتی تو ہم کبھی کا تجھے سنگسار کر چکے ہوتے۔''

اور قبیلے اور برادری کے ہونے کے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی ظلم وزیادتی سے محفوظ رہتا ہے یا کم از کم اسے ظلم کے خلاف اپنی برادری کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ حمایت کے لیے رشتہ دار ہی کیوں؟ مسلم معاشرے کے دوسرے لوگ مظلوم کی حمایت کیوں نہ کریں؟

حکم تو یہی ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ کسی کو اس پر ظلم کرنے دے، مگر اس حکم پر عمل تو آدمی کے ایمان کی مضبوطی اور اس کی انصاف پسندی کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اپنی برادری کے کسی فرد کا دفاع اور حمایت فطری اور جذباتی ہے، جو قربت اور رشتہ داری کی وجہ ہوتا ہے اور اس میں اکثر و بیشتر انصاف پسندی سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔ بلکہ کسی کا دفاع صرف اور صرف قبیلے اور برادری کی بنیاد پر کیا جاتا ہے چاہے وہ سچا ہو یا جھوٹا، جو کہ اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں عربوں کے ہاں اصول تھا کہ:

((أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا))

''کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر اسلام نے آکر ان الفاظ کو برقرار رکھا البتہ اس کا مفہوم بدل کر انصاف پسندی کے تقاضوں کے مطابق کر دیا کہ تمہارا بھائی اگر ظالم ہے تب بھی اس کی مدد کرو مگر اس صورت میں اس کی مدد یہ ہوگی کہ اسے ظلم کرنے سے روکو۔

لوگوں کو قبیلوں اور برادریوں میں تقسیم کرنے میں کئی حکمتیں ہیں، جن میں سے ایک انتظامی ضرورت بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ پوری دنیا کے لوگ کسی ایک جگہ پر ایک ہی خاندان بن کر تو نہیں رہ سکتے، کروڑوں اور اربوں افراد ایک فیملی بن کر نہیں رہ سکتے، انتظامی طور پر بہت سی مشکلات پیش آئیں گی۔ لازمی ہے کہ انہیں چھوٹے چھوٹے یونٹس میں خاندانوں میں تقسیم کیا جاتا، جو کہ آپس میں پہچان کا ذریعہ بنتا۔

مگر وہ چیز کہ جسے اللہ تعالیٰ نے محض تعارف کا ذریعہ بنایا، شیطان نے اسے لوگوں کے سامنے تفاخر اور تنافر کا ذریعہ بنا کر پیش کیا، اور پھر اس تفاخر و تنافر کے نتیجے میں جو خون ریزی ہوئی اور فتنہ وفساد برپا ہوا اور ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

قبیلے اور برادری کے جذباتی اور فطری فوائد کے ساتھ ساتھ ہماری شریعت نے بھی قبیلوں کے افراد کے آپس میں حقوق اور ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں۔

مثلاً ایک ہے دیت کا مسئلہ۔

کہ اگر کسی شخص سے قتلِ خطأ ہو جاتا ہے، یعنی قتل کرنے کی نیت نہیں تھی مگر کسی وجہ سے قتل ہو گیا تو اس کی دیت عاقلہ پر ہوگی، اور عاقلہ سے مراد آدمی کے خاندان کے باپ کی طرف سے مرد افراد ہیں کہ ان میں سے جو بالغ ہوں اور مسلمان ہوں وہ اس کی دیت ادا کریں گے، اور ان کی مالی حیثیت کے مطابق ان پر دیت کا حصہ مقرر ہوگا، مگر افسوس کہ قبیلہ و برادری جو کہ تعارف اور تعاون کا اک ذریعہ تھا اسے آج فخر و مباہات، لوگوں کو حقیر سمجھنا اور قبائلی برتری کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔

قبائلی برتری کے عقیدے اور نظریے کا لازمی نتیجہ ظلم و ناانصافی، لوگوں کو کم تر، کمی کمین، گھٹیا اور حقیر سمجھنا ہے، اس عقیدے کی بنیاد پر اصول بنائے جاتے ہیں اور ظالم کا دفاع کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ))

''قریش مخزومیہ عورت کے معاملے میں کہ جس نے چوری کی تھی بڑے فکرمند تھے۔''

((فَقَالُوا وَمَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

''تو انھوں نے کہا کہ اس معاملے میں آپ ﷺ سے کون بات کرے گا۔''

((فَقَالُوا وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ))

''تو کہنے لگے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ جو کہ آپ ﷺ کے چہیتے ہیں، بھلا کون جرأت کر سکتا ہے۔''

((فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ))

''تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے بات کی۔''

((فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم حدود اللہ میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟''

((ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ))

''پھر آپ ﷺ نے اُٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا۔''

((ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ))

''پھر فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے۔''

((وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا)) (بخاری: ٤٣٠٨)

''اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے ، اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں ۔''

تو اپنے رشتہ داروں کو، اپنے قبیلے اور برادری کو پسند کرنا اور ان سے محبت رکھنا ان کی خیر خواہی کرنا نہ صرف یہ کہ معیوب نہیں بلکہ مطلوب ہے، صلہ رحمی کا حکم ہے، قطع رحمی سے منع کیا گیا ہے۔

آباء واجداد سے محبت اک فطری محبت ہے۔قرآن پاک نے اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کی نفی نہیں کی بلکہ صحیح سمت بتلائی ہے ۔

﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾

(البقرہ: ٢٠٠)

''پھر جب تم ارکان حج ادا کرلو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

حج سے فارغ ہونے کے بعد اسلام سے پہلے عرب اپنے اپنے آباء واجداد کا بڑے فخر سے اور بڑھا چڑھا کر ذکر کیا کرتے تھے،تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اس طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے بلکہ اسے سے بھی زیادہ۔

آباء واجداد کی محبت ایک فطری محبت ہے، ان کے ذکر میں یوں تو قباحت نہیں مگر خطرہ ہے کہ اگر جھوٹی تعریف کی تو دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے مرتکب اور سچی تعریف کی تو فخر وغرور میں مبتلا ہو جائیں گے ۔

خود آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

((أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ))

''میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ))

(ابن ماجة : ٤٣٠٨)

''اور میں ہی ہوں کہ قیامت کے دن جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور کوئی فخر نہیں ہے۔''

اندازہ کیجیے، آپ ﷺ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم کہ تمام مخلوقات میں سب سے بڑا مقام ومرتبہ، اور ایسا مقامِ بلند کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

والا معاملہ ہونے اور بہت سی خصوصیات حاصل ہونے کے باوجود کسی قسم کا کوئی فخر و غرور نہیں ہے، جب کہ عموماً لوگوں کا یہ حال ہے کہ کوئی تھوڑا سا استثنا حاصل ہونے پر اندازِ گفتگو بدل جاتا ہے، چال ڈھال بدل جاتی ہے اور بعض تو حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی کو اپنی برادری اچھی لگتی ہے یہ ایک فطری چیز ہے کہ جو قریب ہوتا ہے وہ زیادہ اچھا لگتا ہے، اپنا ہم وطن دوسرے ملک والے سے زیادہ اچھا لگتا ہے، اپنا ہم شہر دوسرے شہر والے سے، اپنے گاؤں اور محلے کا رہنے والا اور زیادہ، اپنا پڑوسی اور زیادہ اور پھر رشتہ دار اور زیادہ اچھا لگتا ہے، اسی طرح رشتہ داروں میں سب سے قریبی اپنی اولاد، اس کے بعد ماں باپ، اس کے بعد بہن بھائی اور اس کے بعد دوسرے رشتہ دار۔ یہ فطری باتیں ہیں، ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن رشتہ داروں کے حقوق ہیں، مسلمان ہونے کے حقوق ہیں، ان میں کسی کی بھی حق تلفی ہوگی تو ظلم ہوگا۔ اسلام سب کے حقوق متعین کرتا ہے، اور انہی پر چل کر امن اور بھائی چارہ قائم ہوسکتا ہے ورنہ نفرتیں اور کدورتیں اور فتنہ و فساد ہوگا۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افضلیت وفوقیت کا حقیقی و سطحی تصور

﴿ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

شیطان کی چالوں سے آگاہی کے سلسلے میں بات ہو رہی تھی کہ جن سے وہ انسان کو بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے، لڑاتا ہے، پریشان کرتا ہے، اکساتا ہے اور اسے اس کے ہر معاملے میں نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

تو اس کی چالوں، تدبیروں اور حربوں کی ایک طویل فہرست میں سے ایک حربہ کہ جس کا چند جمعوں سے ذکر ہو رہا ہے، "تحریش بین الناس" ہے کہ لوگوں میں کسی نہ کسی طریقے سے پھوٹ ڈالنا، انہیں آپس میں لڑانا، ایک دوسرے کے خلاف نفرت، بغض اور عداوت پیدا کرنا، انہیں ایک دوسرے کے خلاف اکسانا اور برانگیختہ کرنا ہے۔

لوگوں کو آپس میں لڑانے اور ان میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت، بغض اور عداوت پیدا کرنے کے لیے اس کی بہت سی چالوں میں سے ایک چال لوگوں کو اپنے قبیلے اور برادری پر فخر وغرور اور تکبر کرنے پر ابھارنا اور دوسروں کو کم تر اور حقیر خیال کروانا ہے۔

گذشتہ جمعوں میں قبیلے اور برادری پر فخر وغرور اور تکبر کرنے اور اترانے اور ناز کرنے کے شرعی، عقلی اور معاشرتی نقصانات اور قباحتوں کا، نامعقولیت کا اور کراہت وممانعت کا ذکر ہوا۔

اور یہ بھی ذکر ہوا کہ قبیلے اور برادریاں کئی حکمتوں، مصلحتوں اور ضرورتوں کے پیش نظر وجود میں آئیں اور لوگوں کو ان میں تقسیم کیا گیا اور ان کے متعدد معاشی اور معاشرتی فوائد بھی ہیں کہ شریعت جن کا اقرار اور تاکید کرتی ہے، مگر لوگ انہیں یکسر نظر انداز کرتے اور پسِ پشت ڈالتے ہوئے اس کے منفی پہلوؤں پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہر طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑائی جھگڑا، دھینگا مشتی اور دنگا وفساد برپا ہے، نفرتیں اور عداوتیں پھیل رہی ہیں، جنگ و جدل اور کشت وخون کا بازار گرم ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں زیادہ تر اختلافات کا ایک بڑا سبب برتری، افضلیت اور فوقیت کا نظریہ اور تصور ہے کہ جس کی بنیاد ابلیس نے یہ کہہ کر رکھی کہ

﴿ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ﴾ (الاعراف : ١٢)

''میں اس سے بہتر ہوں۔''

چنانچہ شیطان ابلیس کی تمام تر کوششوں کا مرکز ومحور وہی نظریہ، وہی خیال اور احساس اور وہی تصور ہے کہ وہ انسان سے بہتر ہے۔

اسلام نے تو بڑے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں یہ حقیقت بیان فرما رکھی ہے، جسے آپ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں یوں بیان فرمایا:

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَاِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ))

''لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔''

((أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى))

(صحيح الترغيب : ٢٩٦٤)

''خبردار رہو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت اور فوقیت نہیں ہے، مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔''

لیکن شیطان نے اس کے باوجود لوگوں کی غالب اکثریت کو اس فتنے میں مبتلا کر رکھا ہے کہ وہ دوسروں سے بہتر ہے، یہ عقیدہ سراسر اسلام کی تعلیمات کے منافی اور اس سے متصادم ہے۔ اس عقیدے کی نفی اور تردید میں عقلی اور نقلی دلائل کی اک بھرمار ہے۔

اک مسلمان کی حقیقی دوستی، اس کا بھائی چارہ اور رشتہ داری اسلام کی بنیاد پر ہے۔ نسل اور قوم کی بنیاد پر جو رشتہ داریاں ہیں وہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے، اس کا انکار نہیں، اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً ضرورتیں اور فوائد ہیں بلکہ اس ضمن میں لوگوں پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، کچھ فرائض و واجبات لازم ہوتے ہیں لیکن اک محدود دائرے میں رہتے ہوئے، ان سے تجاوز نہیں کر سکتے، آپ اپنے کسی فوت شدہ کافر ومشرک رشتہ دار کے لیے دعاء نہیں کر سکتے تو پھر کیسا فخر وغرور اور کیسا تکبر اور کیسا دعویٰ برتری وفوقیت؟

اپنی قوم اور قبیلے کی برتری کا عقیدہ رکھنے والوں کو یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ زیادہ تر لڑائیاں اور جھگڑے اور جنگ و جدل جو حصول اقتدار و اختیار کے لیے، امارت و ریاست کے لیے اور قوم و ملک کی سربراہی اور چودھراہٹ کے لیے لڑی گئیں، اپنے اپنے قبیلے کے قریبی رشتہ دار افراد کے مابین ہی لڑی گئیں۔

آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں، کوئی قبیلہ اور خاندان اس سے مستثنیٰ نظر نہیں آتا، حصول اقتدار کے لیے، قبیلے کی سربراہی کے لیے سگے بھائیوں میں جنگیں ہوئیں، چچاؤں اور بھتیجوں میں جنگیں ہوئیں اور عرب کی تاریخ تو بھری پڑی ہے ان واقعات سے۔

قوم اور قبیلے پر فخر کرنے والوں کے لیے یہ اک لمحۂ فکریہ ہے، اور ابھی یہ تو دنیا میں حال ہے، قیامت کے دن کیا ہوگا،

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ ﴾ (عبس : ٣٤ـ٣٧)

”اس روز آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں اور اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا، ان میں سے ہر شخص کے لیے خود اپنا ہی معاملہ اسے مشغول رکھنے کے لیے کافی ہوگا۔“

اس آیت کریمہ میں سب سے پہلے بھائی کا ذکر کیا گیا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا، آپ جانتے ہیں کہ اپنی قوت و طاقت ظاہر کرنے کے لیے کس طرح اپنے بھائیوں پر ناز کیا جاتا ہے، انہیں اپنے بازو سمجھا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں سب سے قریبی رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جب ان کا یہ حال ہوگا تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسروں پر کیا بھروسہ کر سکیں گے، اور ویسے بھی قیامت کے دن کسی کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہ ہوگی،

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾﴾

(المؤمنون : ۱۰۱)

”جب صور پھونکا جائے گا، ان کے درمیان کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“

تو جب دنیا و آخرت میں رشتہ داری اور قوم اور قبیلے کی یہ صورت حال ہو تو کیا عقلمندی ہے کہ ان پر فخر وغرور کیا جائے اور اس بنیاد پر دوسروں کو کم تر سمجھا جائے؟

تقویٰ جو دنیا و آخرت میں برتری اور فوقیت کا معیار ہے، دنیا میں بھی انسان کے حقیقی خیر خواہ اور مخلص اور ہمدرد وہی متقی لوگ ہیں اور آخرت میں بھی وہی ہوں گے۔

﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾﴾ (الزخرف : ٦٧)

”اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے (الا المتقین) مگر متقی لوگ وہاں بھی دوست ہی رہیں گے۔“

مگر آج تقویٰ کی بنیاد پر دوستیاں کہاں ہیں۔ صرف دنیاوی لالچ اور مادی فوائد کی بنیاد پر دوستیاں ہوتی ہیں یا ایک جیسی فطرت اور ایک جیسے خیالات اور ایک جیسے طرز زندگی کی بنیاد پر دوستیاں ہوتی ہیں۔

کبوتر با کبوتر باز با باز
کنند ہم جنس باہم جنس پرواز

دوستی اور بھائی چارے کا معیار اگر تقویٰ نہ ہو تو انسان سراسر خسارے میں ہے، اسے دنیوی لحاظ سے مادی فائدہ ہو سکتا ہے مگر اخروی لحاظ سے اور حقیقی فائدہ حاصل نہ ہو سکے گا اور دنیاداری کی بنیاد پر دوستی کے نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس ماحول سے نکل کر دین کی طرف راغب ہونے کے امکانات کم سے کم تر ہوتے چلے جاتے ہیں، بلکہ وہ اس کی راہ میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رکاوٹ بنتے ہیں، اگر کبھی نیکی کا خیال آ ہی جائے تو دوست و احباب کہتے ہیں کہ چھوڑو یار تم کیا مولوی بنتے جا رہے ہو۔ اور ایک نقصان یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

((مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ)) (مسلم: ۹۴۸)

''جس مسلمان کے جنازے میں ایسے چالیس آدمی شامل ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔''

یعنی ان کی میت کے لیے کی جانے والی مغفرت کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔

اور آپ جانتے ہیں کہ عموما یہ ہوتا ہے کہ آدمی کے دوست و احباب ہی جنازے میں شریک ہوتے ہیں، تو جس طرح کے لوگوں سے دوستی رکھے گا وہی آئیں گے۔

اور ایسے لوگوں کی دوستی کہ جو متقی نہیں ہیں آدمی کے کتنے فائدہ مند ہو سکتے ہیں، اس بات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ کئی بار اس بات کا مشاہدہ ہوا ہے کہ جنازے کے لیے آئے ہوئے بعض لوگ نماز جنازہ کے انتظار میں مسجد کے باہر کھڑے رہتے ہیں جبکہ اندر فرض نماز ہو رہی ہوتی ہے اور جب ان سے کہا جائے کہ آیئے پہلے فرض نماز تو پڑھ لیں تو بڑی بے نیازی سے کہہ دیتے ہیں کہ جی میرے کپڑے پاک نہیں ہیں، اور پھر جب نماز جنازہ شروع ہوتی ہے تو آ کر ساتھ شامل ہو جاتے ہیں، اس لیے دوستی کے انتخاب میں اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ دیندار ہو۔ حدیث میں ہے کہ

((الرَّجُلُ عَلٰى دِينِ خَلِيلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ))

(ابو داود: ٤٨٣٣)

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے اس بات کا خیال رکھو کہ تم کس سے دوستی کر رہے ہو۔''

تو بات نسلی برتری کے عقیدے کی ہو رہی تھی کہ وہ دین اور معاشرے کے لیے اک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہایت ہی مہلک اور تباہ کن عقیدہ ہے، نسلی برتری کے عقیدے کا لازمی نتیجہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہونا ہے جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں، دوسروں کو حقیر جاننا جو کہ ایمان اور اسلام کے منافی ہے اور دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت، بغض اور عداوت کا پیدا ہونا ہے جو کہ معاشرے کی تباہی کا کھلم کھلا اعلان ہے، اور اپنی کم عقلی اور نادانی کا اظہار ہے۔

تکبر کرنے والا لوگوں کے بارے میں جو کچھ سوچتا ہے اسے معلوم نہیں کہ لوگ بھی اس کے بارے میں کچھ ایسا ہی سوچتے ہیں اور اس کی مثال کچھ ایسے ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوئے شخص کو پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوئے لوگ اگر چھوٹے نظر آتے ہیں تو انہیں بھی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوا شخص ویسا ہی نظر آتا ہے۔

تو لوگ بحیثیت انسان سب برابر ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے، البتہ ایک استثنا ضرور موجود ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ کے خاندان کے لیے مال غنیمت میں پانچواں حصہ مقرر ہے اور دوسرے یہ کہ ان کو زکاۃ نہیں دی جا سکتی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

((وَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ)) (مسلم : ۱۰۷۲)

"یہ صدقہ محمد اور آل محمد ﷺ کے لیے جائز نہیں۔"

اور یہ محض عزت و تکریم کی خاطر ہے، آپ ﷺ سے ان کی قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے ہے، اور چونکہ آپ ﷺ کے امت پر احسانات ہیں اس لیے آپ کے اعزہ واقارب کا حق ہے، اس لیے کسی ہاشمی کو زکاۃ نہیں دی جا سکتی، بلکہ اگر کوئی شخص یہ جانتے ہوئے کہ وہ ہاشمی کو زکاۃ دے رہا ہے، زکاۃ دے گا تو گناہ گار ہوگا، اور وہ دی ہوئی زکاۃ شمار نہیں ہوگی بلکہ عام صدقہ تصور ہوگا۔ اور بنو ہاشم میں کہ جنہیں زکاۃ نہیں دے سکتے، ان میں آل عباس، آل عقیل، آل علی، آل جعفر اور آل حارث بن عبد المطلب شامل ہیں، البتہ ابولہب کی اولاد میں اختلاف ہے کہ انہیں زکاۃ دی جا سکتی ہے کہ نہیں، اسی طرح بنو ہاشم کے ساتھ ساتھ بنو مطلب کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ انہیں زکاۃ دی جا سکتی ہے کہ نہیں، یاد رہے کہ بنو مطلب اور بنو عبد المطلب میں فرق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لوگوں کو لڑانا بھڑانا شیطان کا بدترین ہتھکنڈا

﴿ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

تین جمعوں کے وقفے کے بعد ایک بار پھر ہم اپنے اسی پرانے موضوع پر گفتگو کرنے جارہے ہیں اور وہ موضوع جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ انسان کے سب سے بڑے، جھگڑالو، متعصب، ضدی، ہٹ دھرم، گھٹیا، نیچ اور شدید انتقام رکھنے والے دشمن شیطان ابلیس اور اس کی ذریت کی چالوں سے آگاہی حاصل کرنے کا اک سلسلہ ہے۔

شیطان انسان سے یقیناً ہر قسم کے گناہ کروانے کی ہر ممکن اور بھرپور کوشش کرتا ہے، جس میں سرفہرست شرک ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد شیطان جزیرہ العرب میں تمام کے تمام نمازیوں کو شرک میں مبتلا کرنے سے مایوس ہوگیا۔ البتہ اس کے پاس دیگر بے شمار بڑے بڑے گناہ کروانے کا آپشن تا حال موجود ہے کہ جن میں وہ کامیابی کی امید کرسکتا ہے، اور کافی حد تک اسے کامیابی حاصل ہوئی بھی ہے، جیسے والدین کی نافرمانی، بدعت اور سود جیسے بڑے بڑے گناہ ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ والدین کی نافرمانی شرک کے بعد سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے، جیسا کہ احادیث سے اور قرآن پاک کی متعدد آیات سے ظاہر ہے۔

اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ (الأسرا : ٢٣)

"اور تیرا رب فیصلہ کن حکم جاری فرما چکا ہے، کہ تم لوگ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو، کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

اور انسانوں کے حقوق میں سے سب سے مقدم حق والدین کا ہے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور ان کی نافرمانی نہ کرو، اور والدین کے ساتھ بدسلوکی کو اس قدر شدید حساس الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بعد والدین کی نافرمانی اور بدسلوکی کی کسی بھی صورت میں کوئی گنجائش نکلتی ہی نہیں۔

جیسا کہ فرمایا:

﴿ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ ﴾ (الأسرا: ٢٣، ٢٤)

یہ فرمانے کے بعد کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو فرمایا: ''اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی حالت میں موجود ہوں، تو انہیں اُف تک نہ کہو! یعنی اپنی تکلیف کا اظہار بھی نہ کرو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے ادب و احترام کے ساتھ بات کرو اور رحمت و شفقت کے ساتھ عاجزی اور تواضع کا بازو ان کے سامنے پست رکھو اور دعاء کیا کرو کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے رحمت و شفقت کے ساتھ بچپن میں پالا۔''

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا موضوع ایک مستقل اور تفصیلی موضوع ہے جس پر ان شاء اللہ پھر گفتگو ہوگی۔

اس وقت اس کا ذکر کرنے کا مقصد والدین کے ساتھ بدسلوکی کے جرم کی سنگینی بتلانا ہے کہ شرک کی سنگینی سب کو معلوم ہے کہ وہ کتنا بڑا گناہ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے شرک کا ذکر کرنے کے متصل بعد والدین کے ساتھ بدسلوکی کے جرم کا ذکر فرمایا، جو اس بات کی طرف واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشارہ ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی اور اس کے ساتھ بدسلوکی ہے۔

اب شیطان ابلیس جب جزیرۃ العرب میں نمازیوں کو شرک میں مبتلا کرنے سے مایوس ہوا، یا تمام امت کو شرک میں مبتلا کر دینے سے مایوس ہوا۔تو پھر اس کے بعد منطقی طور پر اسے جس گناہ پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے تھی وہ ہے والدین کی نافرمانی، کہ وہ یوں سوچتا کہ ٹھیک ہے اگر میں شرک نہ کرو اسکوں گا تو پھر اس کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے، میں لوگوں کو والدین کی نافرمانی پر اکساؤں گا، لیکن اس کے بجائے اس نے ایک دوسرے جرم پر اکتفا کرلیا اور اس پر راضی ہو گیا جیسا کہ احادیث میں ہے اور وہ ہے:

((ولكن في التحريش بينهم))

''البتہ لوگوں کو آپس میں لڑانے اور ایک دوسرے کے خلاف اکسانے اور بھڑکانے سے وہ مایوس نہ ہوا، یا اس پر اکتفا کرلیا اور راضی ہو گیا۔''

آپ جانتے ہیں کہ عموماً لوگوں کی نظر میں یہ جرم کوئی بڑا جرم نہیں سمجھا جاتا، شرک کے بعد جو بڑے گناہ سمجھے جاتے ہیں وہ سود ہے، بدکاری ہے، قتل و خونریزی اور لوٹ کھسوٹ ہے۔مگر شیطان کی نظر میں جو کہ اپنے کام میں بڑا ماہر ہے، بڑا گھاگ اور خرانٹ ہے، انسان کی کمزوریوں کو اپنے تجربات کی روشنی میں خوب سمجھتا ہے، اس کے نزدیک سب سے خطرناک اور سنگین جرم لوگوں میں پھوٹ ڈالنا ہے، انہیں آپس میں لڑانا اور بھڑکانا ہے۔

لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑانے، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور بغض پیدا کرنے، اور ان میں آپس میں عداوت اور دشمنی پیدا کرنے کے لیے اس کے پاس بہت سی چالیں، تدبیریں، گر اور حربے ہیں۔ان کا خلاصہ اگر ایک بات میں بیان کیا جائے تو یہ ہے کہ جس جس بات سے اسلام نے منع فرمایا ہے وہ اسے مزین کرکے اور خوشنما بنا کے پیش کرتا ہے اور لوگوں کو اس پر لگاتا ہے۔

اب مثلاً تکبر اور فخر سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، عاجزی اور انکساری کی ترغیب دی ہے، لیکن شیطان فخر وغرور اور تکبر کو ایسا خوشنما بنا کے پیش کرتا ہے کہ لوگ جوق در جوق اس کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

طرف لپکتے ہیں اور صرف تکبر پر آمادہ کرنے کے لیے اس نے بے شمار راہیں نکال رکھی ہیں کہ لوگ غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر اس میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔

مال و دولت پر اترانا، حسب ونسب اور قبیلہ و برادری پر فخر کرنا، عہدے اور منصب پر تکبر کرنا، کسی بڑے آدمی سے جان پہچان پر اترانا۔ حتی کہ نوکر چاکر اور خاکروب بھی بڑے آدمی کی نوکری پر فخر کرتے اور اتراتے نظر آتے ہیں اور دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں اور یہ چیز لوگوں میں حسد، بغض، نفرت اور دشمنی کا باعث بنتی ہے اور اس طرح کے بہت سے کام اس کے پاس ہیں کہ جن کے ذریعے وہ لوگوں میں نفرت اور ناچاقی پیدا کرتا ہے۔

اور ایسے بہت سے کاموں میں سے کہ جن کے ذریعے وہ لوگوں میں ناراضی اور اختلاف پیدا کرتا ہے، ایک لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کرنا بھی ہے کہ جس سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے:

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ))

(صحيح ابن ماجة : ٣٢٢٦)

''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کر دے۔''

اور وہ اس معصیت اور گناہ کے کام کو ایسا مزین کر دیتا ہے کہ لوگ اسے گناہ نہیں بلکہ فن سمجھنے لگتے ہیں، شیطان انہیں احساس ہی نہیں ہونے دیتا کہ وہ کوئی گناہ کر رہے ہیں اور پھر اس گناہ کے ذریعے شیطان دو مسلمان بھائیوں میں کیسے اختلاف ڈالتا ہے، وہ بھی ایک حیران کن اور قابل توجہ بات ہے۔

مثلاً: ایک شخص دوسرے شخص کے معاملات کو کریدتا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے، کیوں کرتا ہے، کیسے کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اور آپ جانتے ہیں کہ اسلام جس بات سے منع کرتا ہے تو بے سبب نہیں کرتا، انسان کو فطرتاً اس بات سے اذیت پہنچتی ہے کہ کوئی اس کی جاسوسی کرے، اس کی ٹوہ میں رہے، اس کے معاملات کو کریدے مگر شیطان اس سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اس حربے کو انسان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاف خوب استعمال کرتا ہے۔

شیطان کے پاس صرف یہ کوئی دو چار چالیں ہی نہیں ہیں کہ تکبر، حسد، بغض، دخل اندازی وغیرہ، بلکہ اس کے پاس ایسی ڈھیروں چالیں ہیں کہ جن کے ذریعے وہ انسان کو پریشان کرتا ہے، وہ تو خواب میں بھی انسان کو نہیں چھوڑتا، چہ جائیکہ جیتے جاگتے انسان کو وہ خوش ہوتا دیکھ کر برداشت کرلے۔

یہ باتیں اپنی جگہ پر کہ شیطان کس کس راستے سے انسان کو پریشان کرتا ہے اور لوگوں کو آپس میں لڑاتا ہے، ان کا ذکر ان شاء اللہ ہوتا رہے گا، سوچنے کی بات یہ ہے کہ شیطان نے بڑے بڑے گناہ چھوڑ کر آخر اس گناہ کو کیوں پسند کیا، اس کو اپنا مرکز توجہ کیوں بنایا؟

تو اصل بات یہ ہے کہ شیطان انسان کو غمگین کر کے، حزن و ملال میں مبتلا کر کے اور پریشان کر کے خوش ہوتا ہے، لوگوں کو آپس میں لڑا کر خوش ہوتا ہے، اور اس پریشانی اور اختلاف کے دوررس نتائج ہوتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ شیطان کو لڑانے کی حد تک محنت کرنا پڑتی ہے اور پھر اس کے بعد باقی کا کام وہ خود کر لیتے ہیں، بسا اوقات کوئی معمولی سا جھگڑا نسل در نسل قتل و غارت کا سبب بن جاتا ہے اور اگر کبھی وہ جھگڑا ٹھنڈا پڑنے لگے تو شیطان کسی چنگاری کو ہوا دے دیتا ہے اور وہ چنگاری بھڑک کر شعلۂ جوالہ بن جاتی ہے اور پھر تلواریں نکل آتی ہیں۔

دوسرے بڑے سے بڑے گناہوں کا اثر زیادہ تر کسی ایک فرد یا چند افراد تک محدود ہوتا ہے، مگر تحریش اور افساد بین الناس قبیلوں اور برادریوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور پھر یہ کسی اختلاف پر بس نہیں ہوتی، صلح جو انسان تو خاموشی اختیار کر لیتا ہے، مگر اکثر و بیشتر لوگ انتقام کی آگ میں جلنے لگتے ہیں اور جب تک وہ اپنے حریف کو جان، مال اور عزت میں کوئی نقصان نہیں پہنچا لیتے، تڑپتے رہتے ہیں اور بے سکون رہتے ہیں، ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں اور بے سبب پریشان رہتے ہیں، تو اس طرح لڑائی جھگڑا، نفرت، بغض، عداوت نتیجتاً معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشرے کا جو حسن و جمال ہے: اخوت و محبت، ہمدردی، خیر خواہی، ایثار اور قربانی کہ جس کی اسلام بہت زیادہ ترغیب دیتا اور تاکید کرتا ہے، مفقود ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ نفرت و عداوت لے لیتی ہے۔

اور یہ خوبی جو صرف اسلامی معاشرے کا خاصہ ہے اس کے فقدان سے اسلامی معاشرہ جاہلی معاشرے کی تصویر بن جاتا ہے اور شیطان خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔

اور اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ باتیں صرف عام لوگوں یا دوستوں کے مابین ہی نہیں ہوتیں بلکہ نہایت ہی قریبی رشتہ داروں میں ہوتی ہیں جہاں آدمی دشمنی کا تصور بھی نہیں کر سکتا، مگر شیطان وہاں بھی اپنا کام دکھا دیتا ہے۔

اسلام مسلم معاشرے میں اخوت و محبت اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے، دشمنی اور عداوت کو ختم کر کے لوگوں کو آپس میں بھائی بھائی دیکھنا چاہتا ہے، اس کی اہمیت پر غور فرمائیے، اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس نعمت کو احسان کے طور پر ذکر فرمایا:

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ﴾ (آل عمران : ۱۰۳)

”اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس اس کے فضل سے تم بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے، تو اس نے تمہیں بچا لیا۔“

اسلام سے پہلے اہل عرب بالکل ایسی ہی صورت حال سے دوچار تھے، اس کی تفصیلات آپ کو معلوم ہیں۔ تو گویا لڑائی جھگڑے اور نفرت و عداوت کے سبب پورا معاشرہ ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے، بے سکونی اور پریشانی چھا جاتی ہے، قطع رحمی معاشرے میں عام ہو جاتی ہے۔ اللہ کی ناراضی معاشرے کو گھیر لیتی ہے۔ (اعاذنا اللّٰہ منہا)

اس لیے لوگوں میں اختلاف ڈالنا شیطان کا محبوب مشغلہ اور پسندیدہ کام ہے، اس کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

زد دور دور تک پڑتی ہے اور اس طرح وہ ایک تیر سے بیک وقت کئی کئی شکار کر لیتا ہے۔

شیطان کن کن طریقوں سے لوگوں میں اختلاف ڈالتا ہے، اس کے مزید پہلوؤں کا ان شاء اللہ ذکر کریں گے، یہ باتیں کوئی نئی نہیں، ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں اور ان سے گزرتے ہیں مگر کبھی اس انداز سے سوچا نہیں کہ یہ بھی شیطان کی چال ہو سکتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیطانی وسوسے اور دجالی فتنے

﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

شیطان کی چالوں اور اس کے وسوسوں سے آگاہی کا سلسلہ جاری ہے، یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی ایک سلسلہ زیادہ دیر تک جاری رکھنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ ایک تو فطرتاً لوگ جلد اکتا جاتے ہیں اور پھر ایک ایسا موضوع کہ جس میں شیطان کی چالوں سے خبردار رہنے کی بات ہو، شیطان کو بھی تو برداشت نہیں ہے، وہ اس موضوع کو بدلنے کا وسوسہ بھی پیدا کر سکتا ہے، اگرچہ وہ اس موضوع کو زیادہ خطرے والی بات نہیں سمجھتا، کیونکہ اسے اپنی قوتوں پر مان ہے، اپنی صلاحیتوں پر ناز ہے، اور اسے انسان کی کمزوریوں کا بھی علم ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ان نصیحتوں کا اثر زیادہ سے زیادہ مسجد کی چار دیواری تک ہی محدود ہے، جونہی مسجد سے باہر نکلیں گے میں انہیں سنبھال لوں گا۔

اسی سے یاد آیا کہ قریب ہی میں ایک گراسری سٹور ہے، جس میں انہوں نے لاٹو بھی رکھی ہوئی ہے، میں نے ایک بار انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ مسلمان ہیں اور لاٹو کی حرمت سے بھی آپ واقف ہیں اور اگر اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ختم کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بہتر رزق عطا فرمائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكَ لَنْ تَدَعَ شَيْئًا لِلّٰهِ إِلَّا أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَا هُوَ خيرٌ لَكَ مِنْهُ))

(مسند احمد ، ج:۳۸، ص:۱۷۰)

”جو گناہ کا کام آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھوڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرما دیتا ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو جواب میں کہنے لگے کہ جاؤ اپنے نمازیوں کو سمجھاؤ وہ مسجد سے نکل کر سیدھا ہمارے پاس ہی آتے ہیں۔

تو بات ہو رہی تھی کہ شیطان انسان کی کمزوریوں سے بھی واقف ہے اور اسے اپنی گمراہ کن چالوں کی شدت کا بھی اندازہ ہے۔ اب غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جب شیطان ابلیس کو اس کے تکبر کے باعث جنت سے نکال باہر کیا تو اس سے پہلے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ:

﴿ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (البقرہ : ۳۵)

''کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو، اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ ﴾ (البقرہ : ۳۶)

اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے شیطان کی سازشوں اور وسوسوں سے آگاہ کر رکھا تھا، مگر شیطان نے پھر بھی آدم اور حواء علیہما السلام کو پھسلا دیا۔

تو شیطان ہمارے اس سلسلے سے اتنا بھی پریشان نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے کمزور پہلوؤں سے کافی حد تک واقف ہے، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم شیطان کی چالوں سے غافل ہو جائیں اور جاننے کی کوشش نہ کریں۔

قرآن و حدیث میں شیطان کی چالوں سے بچنے کی جا بجا تاکید کی گئی ہے اور ان سے خبردار کیا گیا ہے اور اس پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم و حواء علیہما السلام اور شیطان ابلیس کو زمین پر بھیجتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ (البقرہ : ۳۶)

''اور ہم نے انہیں حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں زمین میں ایک خاص وقت تک ٹھہرنا اور فائدے اٹھانا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیطان انسان کا دشمن ہے، یہ بات تو واضح ہے کیونکہ وہ انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر انسان شیطان کا دشمن کس طرح ہے؟ ایک تو یوں کہ شیطان سمجھتا ہے کہ وہ انسان کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ہے جبکہ حقیقت میں وہ اپنے تکبر کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ قرآن وسنت پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ شیطان کا دشمن ہے اور شیطان کے دوست وہ ہیں جو قرآن وحدیث سے دور بھاگتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے آدم وحواء علیہما السلام اور شیطان ابلیس کو جنت سے نکال کر زمین میں بھیجتے ہوئے ایک تو یہ بات ارشاد فرمائی کہ ایک تو یہ بات یاد رکھنا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور یہ کہ تمہیں ایک وقت مقررہ تک یہاں ٹھہرنا اور دنیا کی نعمتوں سے محظوظ ہونا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ:

﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾﴾ (البقرہ: ۳۸)

''پھر میری طرف سے جو ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے خوف اور رنج کی کوئی بات نہیں ہوگی۔''

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٩﴾﴾ (البقرہ: ۳۹)

''اور جو لوگ اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے تو وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اور تیسری بات اولاد آدم کو شیطان کی چالوں سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمائی کہ

﴿يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا ۗ إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٧﴾﴾

(الاعراف: ۲۷)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے اور وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا دوست اور سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

اب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو زمین پر بھیجتے ہوئے جو خصوصی نصیحتیں فرمائیں تو کیا وہ محض قرآن پاک کے اوراق کی زینت بنانے کے لیے فرمائیں، کیا وہ صرف تلاوت کرنے کے لیے فرمائیں کہ انسان کی عملی زندگی میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے؟ یقیناً وہ انسان کو زندگی میں پیش آنے والے مسائل اور آزمائشوں میں رہنمائی دینے کے لیے فرمائیں۔

شیطان کے فتنے یقیناً کوئی معمولی بات نہیں ہیں، تبھی تو اس قدر اہتمام کے ساتھ انسان کو ان سے آگاہ کیا گیا ہے، اور پھر شیطان کے فتنوں کی سنگینی کا اک نمونہ بھی پیش کیا گیا کہ وہ کس طرح میٹھی میٹھی اور پرکشش باتیں کر کے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی اور خلوص کا یقین دلاتا ہے، لہٰذا اس سے خبردار رہو۔

اور فتنہ کسی ایک آزمائش اور معصیت کا نام نہیں، اس کی ان گنت شکلیں اور صورتیں ہیں، فتنہ جب آتا ہے تو بڑے بڑے پھسل جاتے ہیں، عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں، کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ آدمی کیا کرے اور کدھر جائے۔ فتنوں سے یوں ہی خبردار نہیں کیا گیا، فتنوں سے پناہ مانگنے کی دعائیں یونہی نہیں سکھلائی گئیں۔ ان کا ایک اثر ہوتا ہے وہ بڑے بڑے دانشوروں کا لٹو گھما دیتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا الْخَمْرُ صَرْفًا بِأَذْهَبَ بِعُقُولِ الرِّجَالِ مِنَ الْفِتْنَةِ)) (حلية الأولياء و طبقات الاصفياء ، ج:۱ ، ص:۲۷٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''شراب لوگوں کی عقلیں ماؤف کرنے میں کوئی فتنوں سے زیادہ کارگر نہیں ہے۔''

اور ان سے جب پوچھا گیا کہ:

((أَيُّ الْفِتْنَةِ أَشَدُّ؟))

''سب سے سخت ترین فتنہ کون سا ہے؟''

فرمایا:

((أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْكَ الْخَيْرُ وَالشَّرُّ فَلَا تَدْرِيْ ؟ أَيَّهُمَا تَتْبَعُ))

(مصنف ابن ابي شيبة ، ج: ۷، ص : ۵۰۳ ، رقم : ۳۷۵۶۹)

''یہ کہ تمہارے سامنے خیر اور شر پیش ہو اور تمہیں تمیز کرنا مشکل ہو جائے کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے اور کس کو اپناؤ؟''

اس حدیث میں سند کے لحاظ سے اگرچہ کلام ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ فتنہ انسان کی مت مار دیتا ہے۔

فتنوں کی اس شدت اور سنگینی کے باعث آپ ﷺ نے ان سے پناہ مانگنے کی دعاء سکھلائی ،فرمایا:

((تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ))

(مسلم : ۲۸۶۷)

''ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔''

اور یہ فتنوں کی شدت ہی ہے کہ ایک دور ایسا آئے گا کہ:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ)) (بخاری : ۷۱۱۵)

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایسا وقت نہ آجائے کہ کوئی شخص کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو حسرت سے کہے گا کہ (يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ) اے کاش اس کی جگہ میں ہوتا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سب سے شدید فتنہ جو کوئی ہو سکتا ہے وہ دجال کا فتنہ قرار دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ))

''جس کسی کو دجال کے ظہور کی خبر ملے تو وہ اس سے دور رہے۔''

((فَوَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ ، مِمَّا يُبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ)) (ابو داود: ٤٣١٩)

''اللہ کی قسم! آدمی اس کے پاس اس حال میں آئے گا کہ وہ سمجھ رہا ہوگا کہ وہ پکا مؤمن ہے مگر وہ اس کی اتباع کرنے لگ جائے گا، ان شبہات کی وجہ سے جو اس کے سامنے پیش ہوں گے۔''

یعنی آدمی اپنے آپ پر حسن ظن رکھتے ہوئے دجال کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کرے کہ میں بڑا پکا مسلمان ہوں وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مگر دجال اسے ایسی ایسی باتوں میں اور شبہات میں ڈال دے گا کہ وہ بالآخر اسے ماننے لگے گا۔

فتنوں کی کثرت و بہتات کے بارے میں پہلے بھی کئی بار بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس قدر زیادہ ہوں گے کہ بارش کے قطروں کی طرح پے در پے ظاہر ہوں گے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک بار آپ ﷺ مدینہ منورہ کے اونچے مکانوں میں سے ایک مکان پر چڑھے اور صحابۂ کرام سے دریافت فرمایا کہ:

((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى))

''کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی وہ کچھ دیکھ رہے ہو؟''

((قَالُوا: لَا))

''کہا: نہیں۔''

((قَالَ: فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ))

(بخاری: ٧٠٦٠)

''فرمایا: تو پھر میں فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کی طرح گرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھ رہا ہوں۔''

فتنوں کا خوفناک ترین پہلو یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو اس کی سمجھ ہی نہیں پڑتی۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَلْفِتْنَةُ إِذَا أَقْبَلَتْ عَرَفَهَا كُلُّ عَالِمٍ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ عَرَفَهَا كُلُّ جَاهِلٍ'' (حلية الاولياء و طبقات الاصفياء، ج: ٩، ص: ٢٤)

''فتنہ جب آتا ہے تو ہر عالم اسے بھانپ لیتا ہے اور فتنہ جب ختم ہو جاتا ہے تو ہر جاہل کو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔''

سوال یہ ہے کہ ایک عالم فتنے کو کیسے بھانپ لیتا ہے اور کسی عامی کو فتنے کا کیوں پتا نہیں چلتا؟

بظاہر یہ سوال بے معنی معلوم ہوتا ہوگا کیونکہ عالم اپنے علم سے جان لیتا ہے اور عامی اپنی لاعلمی کی وجہ سے جان نہیں سکتا۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ وہ عالم جو خالصتاً قرآن وسنت کو تمام تر مسائل کا اصل حل سمجھتا ہے، وہ اس کے واضح دلائل کی روشنی میں فتنے کو سمجھ لیتا ہے، ورنہ علماء سوء بھی موجود ہوتے ہیں جو فتنوں کو اور خوشنما بنا کے پیش کرتے ہیں۔

مگر ایک عامی اپنی لاعلمی اور لاعلمی سے زیادہ فتنوں سے محبت اور دلچسپی اور شوق و رغبت کی وجہ سے وہ فتنے کو فتنہ نہیں سمجھتا، بلکہ ان علماء کو ہدف تنقید بناتا ہے جو اسے فتنہ قرار دیتے ہیں۔

آج اگر غور کریں تو انسانی معاشرہ پوری طرح شیطانی فتنوں میں گھرا ہوا ہے، مجموعی طور پر شیطان کا غلبہ ہے، انسان کا کوئی معاملہ، اس کی زندگی کا کوئی پہلو اور شعبہ شیطانی تسلط سے محفوظ نظر نہیں آتا۔

آج ہم موجودہ سیاست اور میڈیا کے رول پر نظر ڈالیں تو مکمل طور پر یہ دونوں شعبے شیطان کے قبضے میں ہیں، مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو موجودہ طرز سیاست کو غلط اور اسلام سے متصادم سمجھتے ہیں بالخصوص سیاست میں اصلاح کے نام پر مظاہرے کرنا، دھرنے دینا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبردستی دکانیں بند کروانا، روڈ بلاک کرنا اور پھر توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کرنا۔

عوام کی ہمدردی اور خیر خواہی کے نام پر حکومتیں گرانا اور پورا نظام درہم برہم کر دینا، یہ قرآن وحدیث کے واضح دلائل کی روشنی میں ناجائز اور خلاف شریعت ہے اور بہت بڑا فتنہ ہے۔

اندازہ کریں کہ پانی بجلی اور گیس کی قلت اور مہنگائی کے لیے وہ کیسے فکر مند ہیں اور لوگوں پر اپنی ہمدردی جتاتے ہوئے حکومتوں کے گرانے میں پورا زور صرف کر دیتے ہیں، مگر اسی ملک میں غیر اللہ کی پوجا ہوتی ہے، نام لے لے کر غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے، قبروں پر سجدے ہوتے ہیں، سر عام بدعتیں ہوتی ہیں، روشن خیالی کے نام پر اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے، مگر کسی کی غیرت ایمانی بیدار نہیں ہوتی،

اللہ کے وقار کی معاذ اللہ توہین کی جاتی ہے، مگر کسی کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝١٣ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝١٤﴾

(نوح: ١٣، ١٤)

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے لیے کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے بنایا ہے۔"

یعنی تم کسی رئیس، کسی وزیر اور مشیر کے لیے تو سمجھتے ہو کہ ان کے وقار کے خلاف کوئی بات نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے لیے توقع نہیں رکھتے، یہ کیسی بے حسی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا کتنا سنگین جرم ہے کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝٩٠ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝٩١﴾ (مریم: ٩٠، ٩١)

"قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔"

عوام کی ہمدردی اور خیر خواہی صرف گیس اور بجلی میں نظر آتی ہے، ان کے ایمان کی کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فکر نہیں !۔

ابراہیم علیہ السلام کے بتوں کو پاش پاش کرنے کا عمل تمہارے لیے مشعل راہ نہ ہو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے موقع پر بتوں کو توڑنے سے تمہیں رہنمائی نہ ملے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر بھیجنے میں کہ جاؤ اور جو قبر تقریباً ایک بالشت اونچی دیکھو مسمار کر دو تمہارے لیے نمونہ نہ بنے، یہ کیسی ہمدردی، کیسا خلوص اور کیسی خیر خواہی ہے۔

موجودہ طرز سیاست اور میڈیا کے فحاشی،عریانی اور بے حیائی کو فروغ دینے اور لوگوں کو آپس میں لڑانے کام کام معاشرے میں صرف یہی دو فتنے نہیں ہیں، بلکہ بے شمار فتنے ہیں۔

ان فتنوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے صرف علماء کی طرف ہی رجوع کیا جا سکتا ہے، مگر افسوس کہ علماء کی جو معاشرے میں قدر کی جاتی ہے وہ بھی سب کو معلوم ہے!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکوک وشبہات، شیطانی واردات

﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر : ٦)

انسان کو دنیا میں جو جو مشکلات پیش آتی ہیں، جن جن پریشانیوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کے متعدد اسباب اور مختلف حکمتیں ہیں، حکمتوں کا علم تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ کسی پر کوئی مصیبت اور پریشانی اس کے گناہ کی سزا کے طور پر ڈالی ہے یا امتحان کے طور پر یا درجات کی بلندی کے لیے۔ البتہ ان کے اسباب میں سے کچھ ظاہر ہیں اور کچھ اسباب کو ڈسکس ہی نہیں کیا جاتا، یا یوں کہہ لیجیے کہ کسی تکلیف یا کسی بیماری کے اسباب کا ایک پہلو سے جائزہ لیا جاتا ہے اور دوسرے پر توجہ ہی نہیں دی جاتی اور اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جیسے نفسیاتی بیماریاں ہیں کہ بے شک ان کا ایک فزیکل سبب بھی ہوتا ہے مگر ان کا ایک شرعی اور روحانی باعث بھی ہوتا ہے جس پر عموماً توجہ نہیں دی جاتی،

نفسیاتی بیماریوں میں سے ایک بیماری جسے طبی اصطلاح میں "OCD" کہتے ہیں۔ Obsessive Compulsive Disorder اس بیماری میں مبتلا لوگوں کی حالت اور ان کا رویہ کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں تکلیف دہ اور پریشان کن خیالات بکثرت آتے ہیں، وہ ان خیالات کو روکنے کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر روک نہیں پاتے اور جب وہ کوئی کام شروع کرتے ہیں تو اس خیال سے کہ ابھی ٹھیک طرح سے نہیں ہوا بار بار کرتے چلے جاتے ہیں، مثلاً ہاتھ دھوئے جائیں تو گھنٹے گھنٹے تک دھوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ سمجھ کر کہ ابھی ہاتھ پوری طرح صاف نہیں ہوا اور پانی پوری طرح ہر جگہ نہیں پہنچا۔

جیسے ایک بار ایک شخص امام ابن عقیل رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا:

((إِنِّي أَنْغَمِسُ فِي الْمَاءِ مِرارًا كَثِيْرَةً، وَمَعَ ذَلِكَ أَشُكُّ هَلْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صَحَّ الْغُسْلُ أَمْ لَا فَمَا رَأْيُكَ فِي ذٰلِكَ؟، فَقَالَ ابنُ عَقِيلٍ: إِذْهَبْ فَقَدْ سَقَطَتْ عَنْكَ الصَّلَاةُ، قَالَ: وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ ابنُ عَقِيلٍ: لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، اَلْمَجْنُونِ حَتّٰى يُفِيقَ، وَالنَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَالصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ، وَمَنْ يَنْغَمِسُ فِي الْمَاءِ مِرَارًا، وَيَشُكُّ هَلْ اِغْتَسَلَ أَمْ لَا، فَهُوَ بِلَا شَكٍّ مَجْنُونٌ))(اغاثة اللهفان، ص: ٢٣٣-تلبيس ابليس، ص: ١٣٤)

''کہ میں پانی میں بار بار غوطے لگاتا ہوں مگر پھر بھی شک میں رہتا ہوں کہ پتا نہیں غسل ہوا ہے یا نہیں، تو آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: جاؤ تم سے نماز ساقط ہو گئی ہے، نماز تم پر فرض نہیں رہی، کہا وہ کیسے؟

''کہا وہ ایسے کہ حدیث میں ہے کہ (رفع القلم عن ثلاثة) تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ ان کے گناہ لکھے نہیں جاتے۔ (المجنون حتی یُفِیْقَ) ایک پاگل سے کہ جب تک اس کے ہوش حواس واپس نہیں آجاتے، (والنائم حتی یستیقظ) اور سوئے ہوئے سے کہ جب تک وہ بیدار نہیں ہوجاتا، (والصبی حتی یبلغ) اور بچے سے کہ جب تک وہ بالغ نہیں ہوجاتا۔''

اور وہ شخص کہ جو پانی میں کئی بار غوطے لگا کر بھی شک میں رہتا ہے کہ نہ جانے غسل ہوا ہے کہ نہیں، وہ پاگل نہیں تو اور کیا ہے۔

تو OCD کا مریض کچھ ایسے ہی خیالات میں مبتلا رہتا ہے اور ایسے خیالات محض اس کے وہم ہوتے ہیں جو کہ جنون کی حد تک اس کے دماغ پر سوار ہوتے ہیں، ان سے چھٹکارا پانا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی، چنانچہ وہ بار بار کسی کام کے کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے، اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے شدید گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔

ایسا آدمی پاگل نہیں ہوتا مگر مسلسل ایسے خیالات اسے پریشان کیے رکھتے ہیں اور وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے خیالات کا اظہار اس ڈر سے نہیں کرتا کہ لوگ اسے پاگل سمجھنے لگیں گے۔

اس بیماری کے متعدد اسباب ہیں، کبھی یہ بیماری موروثی بھی ہوتی ہے، کبھی بیک وقت ایک سے زیادہ ذمہ داریاں پڑ جانے سے بھی ہوتی ہے اور کبھی گھر میں توہین آمیز رویہ رکھے جانے سے اور مسلسل نظر انداز کیے جانے سے بھی ہوتی ہے اور کبھی احساس محرومی کے شدت پکڑ جانے سے بھی ہوتی ہے۔

تاہم ایک سبب کہ جسے عموماً نظر انداز کیا جاتا ہے اور جو ہماری آج کی اس گفتگو کا موضوع بھی ہے وہ ہے شیطانی وسوسہ۔

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم وحواء علیہما السلام اور ان کی اولاد کو اس کی دشمنی سے خبردار کیا ہے اور اس کی بہت سی چالوں سے آگاہ کیا ہے، جن میں اس کی ایک چال اور ایک حربہ وسوسہ بتلایا ہے۔

اور شیطان کا وسوسہ اس کی کس قدر خطرناک اور سنگین چال ہے، اس کا اندازہ اس بات سے کر لینا چاہیے کہ آدم علیہ السلام کو اسی شیطانی وسوسے کے سبب ہی جنت سے نکلنا پڑا۔

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا﴾

(الاعراف: ۲۰)

”پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے۔“

اور شیطان جب وسوسہ ڈالتا ہے تو بس صرف ایک بار نہیں ڈالتا بلکہ بار بار ڈالتا ہے، اور بار بار پلٹ کے آتا ہے، اس نے انسان کے دل پر ڈیرے ڈال رکھے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَ إِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ)) (مشكاة المصابيح: ٢٢٢١)

”شیطان انسان کے دل پر جم کر بیٹھا ہوا ہے، آدمی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل میں وسوسے ڈالنے لگتا ہے۔“

چنانچہ انہی معنوں میں اسے خناس کہا گیا ہے۔

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝﴾ (الناس : ٤)

”اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے کہ جو بار بار پلٹ کر آتا ہے، اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔“

شیطان کا وسوسہ اس کا نہایت خطرناک حربہ ہے اور اس کا وسوسہ کسی ایک معاملے میں نہیں بلکہ ہر معاملے میں ہوتا ہے، دنیا کے معاملات میں بھی اور دین کے معاملات میں، عقائد میں بھی اور عبادات میں بھی، جیسا کہ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

ایک حدیث میں ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! اِنَّ أَحَدَنَا لَيَجِدُ فِي نَفْسِهِ الشَّيْءَ لَأَنْ يَكُونَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ))

”ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بسا اوقات ہم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں ایسے خیالات پاتا ہے کہ اسے جل کر کوئلہ ہونا زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ وہ اس بات کو زبان پر لائے۔“

((فَقَالَ ﷺ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ)) (ابن حبان : ٧٣٤٨)

”تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر، تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لیے ہیں کہ جس نے اس کے مکر کو وسوسہ میں تبدیل کر دیا۔“

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: شَكَوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَا يَجِدُونَ مِنَ الْوَسْوَسَةِ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے اپنے دلوں میں پائے جانے والے وسوسوں سے متعلق آپ ﷺ سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔''

((وَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! إِنَّا لَنَجِدُ شَيْئاً، لَوْ اَنَّ أَحَدَنَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاكَ مَحْضُ الْإِيْمَانِ)) (مسند احمد، ج:۱، ص:۲۷۲)

ہم اپنے دل میں ایسے خیالات پاتے ہیں کہ اسے زبان پر لانے کے بجائے آسمان سے گر جانے کو زیادہ پسند کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو محض ایمان ہے۔یعنی یہ ایمان ہی ہے جو دل میں شیطانی وسوسوں کے آنے پر اس طرح ردعمل دکھاتا ہے۔

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے جو آدمی کے عقیدہ وایمان کو متزلزل کر دینے کے لیے ہوتے ہیں، یوں نصیحت فرمائی، فرمایا:

((لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ))

''لوگ گفتگو کرتے ہوئے ایک دوسرے سے یہاں تک پوچھنے لگیں گے کہ یہ تو رہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے، مگر خود اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے۔''

فرمایا:

((فَمَنْ وَّجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰه)) (مسلم: ۱۳٤)

''پس جو شخص دل میں کچھ اس طرح کی بات پائے تو وہ کہے ''اٰمَنْتُ بِاللّٰه''

یعنی اٰمَنْتُ بِاللّٰه کہنے سے وہ شیطانی وسوسہ دور ہو جائے گا، ورنہ انسان کے بھٹکنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں ایک لمحہ بھی نہیں لگتا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے، آمین۔

شیطان کس طرح کے خیالات لوگوں کے دلوں میں وسوسے کرتا ہے، بس یوں سمجھ لیجیے کہ جس جس گناہ، معصیت اور نافرمانی کا انسان تصور کرسکتا ہے، شیطان ہر اس خیال میں اسے پھنسانے کی کوشش کرتا ہے، بلکہ وہ ایسے ایسے خیالات بھی انسان کے ذہن میں ڈال دیتا ہے جن کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔

وہ بنیادی طور پر انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے اس کے پاس بہت سے طریقے ہیں اور اگر یہ سب کچھ نہ بھی ہو تو وہ کم از کم جو وسوسوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ انسان کو پریشان کر کے محظوظ ہوتا ہے، اس کا مذاق اڑا کے خوش ہوتا ہے، جانی اور مالی نقصان پہنچا کے خوش ہوتا ہے، اور پریشان کرنا تو وہ خواب میں بھی نہیں چھوڑتا، چہ جائیکہ وہ جیتے جاگتے اور چلتے پھرتے انسان کو چھوڑ دے۔

اب اس کا طریقۂ واردات ملاحظہ کریں کہ کس طرح وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی انسان کو پریشان کر دیتا ہے، مثلاً: وہ انسان کو شک میں ڈال دیتا ہے کہ اس کا وضوء ہے یا نہیں ہے، چنانچہ انسان کو اس خواہ مخواہ کی پریشانی سے بچانے کے لیے آپ ﷺ نے ایک اصول مقرر فرما دیا ہے، فرمایا:

((إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)) (مسلم : ٣٦٢)

”فرمایا: جب کوئی شخص پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور اشکال پیدا ہو جائے کہ کچھ نکلا ہے یا نہیں۔ تو جب تک وہ آواز نہ سن لے، یا بو نہ پا لے تو مسجد سے نہ نکلے۔“

تو یوں شیطان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی پریشان کرنے کے لیے ہرگز موقع ضائع نہیں جانے دیتا۔ اور نماز میں تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ بالخصوص وسوسے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((لَمَّا إِسْتَعْمَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الطَّائِفِ جَعَلَ يَعْرِضُ لِيْ شَيءٌ فِي صَلاتِي، حَتَّى مَا أَدْرِيْ مَا أُصَلِّيْ))

''جب آپ ﷺ نے مجھے طائف کا گورنر مقرر فرمایا تو مجھے نماز میں ایسے ایسے وسوسے آنے لگے کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔''

((فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ رَحَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ))

''جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے آپ ﷺ کی طرف رختِ سفر باندھا۔''

((فَقَالَ: ابْنُ أَبِي الْعَاصِ؟))

''تو آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: ابن ابی العاص؟''

((قُلْتُ نَعَمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ!))

''میں نے عرض کیا، ہاں اللہ کے رسول ﷺ!''

((قَالَ مَا جَاءَ بِكَ))

''فرمایا: کیسے آنا ہوا؟''

((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَرَضَ لِيْ شَيءٌ فِي صَلاتِي حَتَّى مَا أَدْرِيْ مَا أُصَلِّيْ))

''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نماز میں کچھ محسوس کرتا ہوں۔ یعنی وسوسے آتے ہیں حتی کہ یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ کیا پڑھ رہا ہوں۔''

((قَالَ ذَاكَ الشَّيْطَانُ أُدْنُهْ))

''تو فرمایا: وہ شیطان ہے، قریب آؤ۔''

((فَدَنَوتُ مِنْهُ فَجَلَسْتُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيَّ))

''پس میں قریب ہوا اور اپنے پاؤں کی انگلیوں پر دوزانو بیٹھ گیا۔''

((قَالَ: فَضَرَبَ صَدْرِيْ بِيَدِهِ وَتَفَلَ فِيْ فَمِي وَقَالَ أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”کہا: تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا، میرے منہ میں لعاب دہن پھینکا اور فرمایا: نکل اللہ کے دشمن۔“

((فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَـلَاثَ مَرَّاتٍ))

”یہ عمل آپ ﷺ نے تین بار فرمایا،“

((ثُمَّ قَالَ: اِلْحَقْ بِعَمَلِكَ))

”پھر فرمایا: اپنے کام پر جاؤ۔“

((فَقَالَ عُثْمَانُ: فَلَعَمْرِيْ مَا أَحْسِبُهُ خَالَطَنِيْ بَعْدُ))

(ابن ماجة، كتاب الطب: ٣٥٤٨)

”حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے، میں نہیں سمجھتا کہ پھر اس کے بعد کبھی وسوسہ پیدا ہوا ہو۔“

اب ان احادیث میں جہاں شیطان کے وسوسوں کی سنگینی اور شدت کا پتہ چلتا ہے، وہاں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اس بارے میں ایک مسلمان کو کس قدر فکر مند ہونا چاہیے۔

اب دیکھیے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ صرف اس بات کے لیے کہ نماز میں وسوسے آتے ہیں، طائف سے مدینہ منورہ تک کا سفر طے کیا اور وہ بھی گورنر ہوتے ہوئے۔

ان کے نزدیک یہ بات کتنی اہم تھی کہ نماز خشوع وخضوع اور توجہ کے ساتھ ہو اور اس میں وسوسے نہ آئیں، مگر ہم اپنی نمازوں کا حال دیکھیں تو اک ریاضت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ بھی اگر کبھی نماز کے لیے وقت مل جائے تو۔ ورنہ ہم میں سے اکثر لوگوں کو نماز کی فرصت ہی نہیں ہوتی۔

خیر! وسوسے کی بیماری اک نہایت پریشان کن بیماری ہے، اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے نمازوں کی پابندی، صبح وشام کے اذکار کی پابندی اور تلاوت قرآن کی پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیماری دور ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں میں خشوع و خضوع نصیب فرمائے اور انھیں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت

﴿ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ٦)

ہم اپنے ماحول اور گرد و پیش پر نظر ڈالیں اور معاشرے کی نقل و حرکت کو دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ ہر طرف اک گہما گہمی ہے، بازاروں میں جانے آنے والوں کا رش ہے، لوگوں کا اک ہجوم ہے، سڑکوں پر وسائل حمل ونقل کی قطاریں لگی ہوئی ہیں، سمندروں میں سفینے رواں دواں ہیں، فضا میں ہوائی جہازوں کا اک جال بچھا ہوا ہے، ہر شخص مصروف نظر آتا ہے، کسی نہایت ہی اہم کام کے لیے بے چین و بے قرار اور فکر مند معلوم ہوتا ہے، مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے سبھی کسی گمشدہ کی تلاش میں سرگرداں اور کس مہم جوئی کا حصہ نظر آتے ہیں۔

غور و تأمل اور تحقیق وجستجو سے پتا چلا کہ لوگ فکر معاش کے لیے پریشان ہیں، زندگی کو بہتر بنانے کی فکر میں ہیں، سہولتوں اور آسائشوں کی تلاش میں بے قرار ہیں، لذتوں، راحتوں اور تن آسانیوں کی تلاش میں بے چین ہیں، ان کی تمام تر مصروفیتیں اور تمام تر کوششیں صرف اور صرف جسم کی خواہشات اور جسم کے مطالبات کے حصول کے گرد گھومتی ہیں۔ روح کی نشو ونما اور اس کی زندگی کی قطعا کوئی فکر ہے اور نہ سوچ۔

گویا کہ وہ اس فکر میں ہیں کہ زندگی کیسے گزاری جائے اور کس طرح بہتر بنائی جائے اور زندگی گزارنے کا مفہوم ان کا خود ساختہ ہے اور وہ جسم کی خواہشیں اور رغبتیں بر آنا ہے۔

زندگی گزارنے کی فکر یقیناً انسان کو ہونی چاہیے، اگرچہ زندگی تو خود بخود گزر جاتی ہے، کسی کی فکر اور بے فکری سے اس میں کچھ فرق نہیں آتا، کوئی تعطل پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ قرآن پاک میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴾ (الانشقاق : ٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اے انسان! تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے، پس اس سے ملنے والا ہے۔“

یعنی شعوری یا غیر شعوری طور پر انسان کی زندگی گزر رہی ہے، البتہ وہ جو زندگی گزارنے کی تگ و دو اور دوڑ دھوپ کر رہا ہے اگرچہ وہ اسے اغراضِ دنیوی کے لیے کر رہا ہے اور اسے صرف دنیا کی زندگی سے متعلق ہی سمجھتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان زندگی کے اس سفر پر اپنی حقیقی منزل کی جانب رواں دواں ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور پھر وہاں زندگی گزارنے کے لیے کی گئی ان تمام کوششوں، محنتوں، مشقتوں اور مصروفیتوں کا حساب ہوگا۔

دنیا کی زندگی اک سفر ہے اور سفر پر روانہ ہونے سے پہلے زادِ سفر ساتھ لینا اور لوازماتِ سفر پورے کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے جس میں منزل کا تعین اور راستے کی ڈائریکشن اور دیگر لوازمات ہوتے ہیں۔

اور ہر وہ شخص جو یہ چاہے کہ اس کا سفر بخیر و عافیت گزرے، مصائب، مشکلات اور خطرات کا سامنا کرنا نہ پڑے، راستہ نہ بھولے، پگڈنڈیوں میں نہ اترے اور بھول بھلیوں میں گم ہونے کے بجائے شاہراہ پر چلتا ہوا منزل پر پہنچے تو اس پر لازم ہے کہ وہ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ان سوالوں کے جواب جان لے:

کہ اس کی منزل کیا ہے، ڈائریکشن کیا ہے اور زادراہ کیا ہے؟

اب ہم میں سے ہر شخص اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر اگر یہ معلوم کرنا چاہے کہ اس کی منزل کیا ہے، کن راستوں پر چل کر اسے منزل پر پہنچنا ہے، اور اس کے پاس زادراہ کیا ہے تو اسے بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟

اپنے گریبان میں جھانکیے، اپنے دل کو ٹٹولیے، اپنی خواہشات کو جانچیے اور اپنے طرزِ عمل پر نظر ڈالیے اور معلوم کیجیے کہ ہماری منزل کیا ہے؟ دنیا کی زندگی یا آخرت کی زندگی؟ دنیا کی سہولتیں یا آخرت کی عافیت، جسم کی خواہشیں اور رغبتیں یا روح کے تقاضے اور مطالبے، دنیا والوں کی خوشی یا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی، متاعِ دنیوی کا حصول یا رضائے الٰہی کی طلب و

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جستجو، اور کن راستوں پر چل کر منزل پر پہنچنا ہے!

یقیناً راستوں کی ڈائریکشن منزل کے تعین کے بعد سب سے اہم نقطہ ہے اور وہ منزل کے تعین کے حساب سے ہے، ہر منزل کے الگ الگ مطالبے اور تقاضے ہیں، اور صرف انہی پر چل کر منزل پر پہنچا جا سکتا ہے، مشرق کی طرف جانا مقصود ہو تو مغرب کا رخ منزل سے دور لے جائے گا۔

زندگی گزارنے کی فکر یقیناً انسان کا اک بہت بڑا مسئلہ ہے یہ کوئی آسان بات نہیں ہے، منزل کے تعین اور راستوں کی رہنمائی میں کئی لوگ بہک اور بھٹک جاتے ہیں، چنانچہ اس کی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے ہمیں زندگی کے فتنے سے پناہ مانگنے کی دعاء سکھائی ہے، جو کہ خود بھی فرمایا کرتے تھے اور وہ ہے:

((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ))

(بخاری: ۱۳۷۷)

''اے اللہ! میں عذاب قبر اور عذاب جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور مسیح الدجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

اور زندگی کا فتنہ کیا ہے؟ وہ تمام پریشانیاں، مصیبتیں، آزمائشیں، تمام شہوات اور شبہات کے فتنے کہ جو انسان کی حقیقی منزل سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں، اس کے راستوں کا رخ بدل دیتے ہیں، اسے دین سے دور کر دیتے ہیں اور زندگی کا سب سے شدید فتنہ یہ ہے کہ کسی کا خاتمہ برائی اور معصیت پر ہو، کسی کو موت اس حال پر آئے کہ اس کا نام سود لینے اور دینے والوں میں ہو۔

اور زندگی کے فتنے سے بھلا اور کس کو امان مل سکتی ہے، جب آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال ہو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَمَا يُؤَمِّنُنِي وَ اِبْلِيْسُ حَيٌّ)) (تاريخ دمشق ، ج: ٦٧ ، ص: ٣٦٩)

''اور مجھے برائی میں مبتلا ہونے سے کیسے امان مل سکتی ہے جبکہ ابلیس اب تک زندہ ہے۔''

اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک زندگی کی ایک سانس بھی باقی ہے کسی کے شیطان سے بچ نکلنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے، بہکنے اور بھٹکنے کا ہر لمحہ خطرہ موجود رہتا ہے۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ))

(ترمذی: ۲۱٤۰)

''لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، انہیں جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے دعاء سکھلائی ہے اور جو کہ خود بھی کثرت سے فرمایا کرتے تھے:

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ)) (ترمذی: ۲۱٤۰)

''اے دلوں کو پھیر دینے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔''

اور قرآن پاک میں پختہ کار علماء کا رویہ یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعاء مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝﴾ (آل عمران: ۸)

''اے ہمارے پروردگار ہدایت عطا فرمانے کے بعد اب ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دینا اور ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔''

اور زندگی کے فتنے کیا ہیں؟ زندگی کے فتنے کوئی دو چار اور دس بیس نہیں بلکہ بے شمار ہیں، بالخصوص قرب قیامت تو وہ چٹائی کے تنکوں کی طرح ایک ایک کر کے دل پر وارد ہوں گے اور دل کو سیاہ کرتے چلے جائیں گے، اور ایسے شدید فتنے ہوں گے کہ:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا))

''آدمی صبح مؤمن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کافر۔''

اور فتنوں میں مبتلا ہونے کا سبب یہ بتلایا کہ:

((يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا)) (مسلم : ۱۱۸)

''کہ متاعِ دنیوی کے بدلے وہ اپنے دین کو بیچ ڈالیں گے۔''

اور ان بے شمار فتنوں میں سے قرآن وحدیث میں بہت سے بیان ہوئے ہیں، جن میں مال ودولت کو فتنہ بتلایا، مرد وزن کے اختلاط کو فتنہ قرار دیا، اولاد کو فتنہ بتلایا اور اسی طرح اور بہت سے ہیں، اور ہر وہ چیز جس کی کشش آخرت کی راہ میں حائل ہوتی ہے، انسان کو دین سے دور کردیتی ہے، فتنہ ہے۔

جب دنیا کے اس قدر فتنے ہوں تو دین پر قائم رہنے کی اور دین سے چمٹ کر رہنے کی ضرورت یقیناً شدید ہوجاتی ہے، کیوں کہ جب دین سے آدمی کا تعلق کمزور ہوجاتا ہے اور دنیا کی محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے تو پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے،

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ﴾ (الحج : ۱۱)

''اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے۔''

یعنی دین میں پختہ نہیں ہوتا۔ دین کو مضبوطی سے تھامے ہوئے نہیں ہوتا، بلکہ کفر و اسلام کی سرحد پر کھڑا ہوتا ہے کہ جونہی ذرا سا لڑکھڑایا، اسلام کی حد پار کر کے دائرہ کفر میں داخل ہوگیا۔

اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ:

﴿فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ﴾ (الحج : ۱۱)

''اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہوگیا۔''

﴿وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِۨنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۗ﴾ (الحج : ۱۱)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور اگر مصیبت آگئی تو الٹا پھر گیا یعنی اسلام سے بدظن ہو گیا، اسلام میں نقص نکالنے لگا، علماء کو براء بھلا کہنے لگا گیا۔

ایسے شخص کی بدبختی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴾ (الحج : ۱۱)

''ایسے شخص کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، اور یہ بہت صریح خسارہ ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کشش انسان کو مدہوش کر دیتی ہے، اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا، خیر اور شر میں فرق و امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے، حالانکہ دنیا کی بے ثباتی کے حسی اور معنوی بے شمار دلائل موجود ہیں، مگر آدمی کی حالت یہ ہوتی ہے جیسے نیم خوابی کی سی کیفیت ہو۔

آئے دن آدمی اپنی آنکھوں سے لوگوں کو مرتے ہوئے دیکھتا ہے اور کتنوں کے جنازے میں بھی شریک ہوتا ہے، مگر آنکھوں کو کھولنے کے لیے، اسے خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے وہ حادثہ کافی نہیں ہوتا۔ اسے یقین سے معلوم ہے کہ اسی طرح اس کی بھی ایک دن باری آنے والی ہے، اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اس دور میں لوگوں کی ایوریج عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے، وہ بہت کم ہیں جو اسّی سے تجاوز کرتے ہیں، مگر پھر بھی وہ دنیا کی طرف کھچا چلا جاتا ہے اور ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ:

﴿ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴾ (النازعات : ۳۸)

''دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔''

یہ ساٹھ ستر سالہ زندگی کہ جب آنکھ کھلے گی تو اس مدت قلیل کی حقیقت اس پر یوں منکشف ہوگی: پوچھا جائے گا کہ:

﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴾ (المؤمنون : ۱۱۲)

''بتاؤ زمین میں کتنے سال رہے؟''

﴿ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ﴾ (المؤمنون : ۱۱۳)

''وہ کہیں گے ایک دن، یا دن کا بھی بس کچھ حصہ، شمار کرنے والوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوچھ لیجئے۔“

﴿قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

(المؤمنون : ١١٤)

”اللہ فرمائیں گے: تو تم تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہونا، کاش تم نے یہ اس وقت جانا ہوتا۔“

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾

(المؤمنون : ١١٥)

”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے، اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔“

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴾ (الروم : ٥٥)

”قیامت کے روز مجرم لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ دنیا میں دھوکے کھاتے رہے۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جا بجا لوگوں کو دنیا کے دھوکے سے خبردار کیا ہے، تاکہ لوگ اس دن کی ذلت ورسوائی، بدبختی اور عذاب سے بچ سکیں۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ (لقمان : ٣٣)

”لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقیناً برحق ہے، لہٰذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ وہ دھوکے باز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے کہ تمہیں قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، دنیا کی کشش تمہیں اس سے غافل نہ کر دے اور نہ ہی وہ دھوکے باز شیطان تمہیں دھوکے میں مبتلا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کر دے بلکہ خبردار رہو کہ:

﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۶ۭ﴾ (فاطر: ٦)

''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھ، وہ تو اپنے پیروؤں کو اپنی راہ پر اس لیے بلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔''

شیطان کے بارے میں آپ نے جانا کہ وہ انسان کو ورغلانے اور گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، وہ رتی بھر انسان کو کوئی چھوٹ نہیں دیتا جہاں اس کا بس چلتا ہو۔

شیطان کی چالوں سے آگاہی کا موضوع اگرچہ ہم کئی ماہ سے سن رہے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ موضوع اتنا طویل ہے کہ ابھی اصل موضوع شروع ہی نہیں ہوا، ابھی تو صرف تمہید ہوئی تھی، لیکن رمضان المبارک کی آمد کے سبب سردست ہم اس کو ختم کرتے ہیں، تاکہ رمضان المبارک کے فضائل و مسائل بیان کیے جا سکیں، کلی طور پر تو یہ موضوع ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر معاملے میں اس کی دخل اندازی موجود ہے، تاہم تفصیل کے ساتھ اس پر گفتگو نہیں ہوگی۔

آئندہ خطبات جمعہ میں رمضان المبارک کے حوالے سے شیطان کے متعلق بھی ان شاء اللہ بات ہوگی کہ اسے رمضان المبارک میں پابند سلاسل کیوں کیا جاتا ہے؟ اور یہ شبہ کہ اگر شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں تو پھر رمضان المبارک میں گناہ کیوں ہوتے ہیں، اس پر بھی ان شاء اللہ بات ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کی رحمان دوستی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان وعمل ذریعۂ سیادت وسعادت

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(النحل : ٩٧)

خوشحال اور خوشگوار زندگی ہر انسان کی خواہش اور خواب ہے، یہ سب جانتے ہیں اور کسی کو اس حقیقت سے انکار نہیں، مگر خوشگوار زندگی کا مطلب کیا ہے! شاید بہت ہی کم لوگ اس سے واقف ہوں۔

لوگ عموماً خوشگوار زندگی کا مطلب سمجھتے ہیں: مال و دولت کی فراوانی، نعمتوں، سہولتوں اور آسائشوں کا حصول، صحت وتندرستی، آزادی، خواہشات کا بر آنا، روکاوٹوں کا نہ ہونا، عزت، شہرت، عہدہ ومنصب، امارت و سیادت، حکومت واقتدار، بالادستی اور سطوت، رعب و دبدبہ، شان وشوکت، اور ہر وہ خواہش کہ جس سے نفس کو تسکین ملتی ہے، جسم کو راحت اور طبیعت کو خوشی۔ اور یہ صحیح ہے کہ ان چیزوں کے حصول سے انسان کو خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے، اور نفس کو تسکین ملتی ہے، مگر کیا ان چیزوں کے حصول ہی کا نام سعادت وخوش بختی اور خوشگوار زندگی ہے؟

یقیناً نہیں!

خوشگوار زندگی کی خواہش انسان کی فطری خواہش ہے، اور انسان کی یہ کمزوری ہے کہ اس کی کسی فطری خواہش کی اگر تکمیل نہ ہو تو وہ بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے، سکون معدوم ہو جاتا ہے، اور وہ بے چینی بڑھ کر غصے اور غضب میں تبدیل ہو جاتی ہے، اور انسان یقیناً ہزاروں خواہشیں اپنے نہاں خانہ دل میں لیے پھرتا ہے، اور یقیناً اس کی تمام خواہشیں اس دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پوری نہیں ہوتیں، تو پھر ایسے میں اسے بھلا کیونکر سکون اور چین مل سکتا ہے! اور جب سکون نفس میسر نہ ہو تو زندگی کیسے خوشگوار ہو سکتی ہے۔

تو اس نظریئے کی روشنی میں کہ جس میں متاع دنیوی کے حصول کو خوشگوار زندگی قرار دیا گیا ہو، خوشگوار زندگی اس دنیا میں محال ہے۔

لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے خوشگوار زندگی کا وعدہ بھی فرما رکھا ہے اور وہ وعدہ مشروط ہے، اور شرط یہ ہے کہ:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ (النحل: ٩٧)

"جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، ہم اسے دنیا میں خوشگوار اور پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔"

تو وہ شرطیں ہیں: عمل صالح اور ایمان۔

اور آج کی گفتگو میں ہم جاننے کی کوشش کریں گے کہ ایمان اور عمل صالح کا کیا مطلب ہے اور یہ کیونکر سعادت وخوش بختی اور خوشگوار زندگی کا باعث بنتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ جس طرح انسان کی فطرت میں بے شمار دنیوی خواہشات ہیں، اسی طرح دین کا حصول بھی اس کی فطری خواہش اور ضرورت ہے، دین انسان کی بنیادی ضرورت ہے، دین کے بغیر وہ سیدھی اور راست زندگی نہیں گزار سکتا اور دینداری انسان کا فطری مزاج ہے۔

کچھ لوگ دین کی ضرورت کا انکار کرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ دل میں وہ اس کی ضرورت کے قائل ہیں، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا﴾ (النمل: ١٤)

"انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا، حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات: انسان کی تمام فطری خواہشات جو دنیا سے متعلق ہیں وہ جب تک ساری کی ساری پوری نہ ہوجائیں سکون نہیں مل سکتا، ہر خواہش کے پورا ہونے پر اک جزوی اور وقتی سکون تو ملتا ہے مگر مکمل سکون نہیں مل سکتا۔

مگر وہ فطری خواہش جو دین کے حصول سے متعلق ہے، اگر وہ حاصل ہوجائے تو اس میں یہ وصف اور خوبی موجود ہے کہ باقی تمام خواہشوں اور ضرورتوں کی محرومی کے باوجود انسان کو سکون مل سکتا ہے؟ اس کے عقلی، نقلی اور واقعاتی دلائل موجود ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دین کی موجودگی کو خوشگوار اور پاکیزہ زندگی کے لیے شرط قرار دیا ہے۔

اور ایسا کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کے لیے تو خوشگوار اور پاکیزہ زندگی کا وعدہ فرمایا اور کچھ کو محروم رکھا، حالانکہ سبھی اس کے بندے ہیں؟ تو اس کا جواب بہت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک اٹل اصول ہے کہ نیک اور بد برابر نہیں ہو سکتے، مسلم اور مجرم برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ ﴾

(القلم : ٣٥)

''کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں جیسا کر دیں، تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟''

اور فرمایا:

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ﴾ (فاطر : ١٩۔٢٢)

''اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتا، تاریکیاں اور روشنیاں برابر نہیں ہو سکتیں، ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی نہیں ہوسکتی اور زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔''

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ﴾ (الانعام : ۱۲۲)

''کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اسے ایک نور عطا فرمایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے مثل اس شخص کے ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہو جس سے نکل نہیں سکتا؟''

یہاں مومن اور کافر کی مثال بیان کی جا رہی ہے، مؤمن کو زندہ اور کافر کو مردہ قرار دیا گیا ہے، مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی روشنی میں لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے احکام کی روشنی میں زندگی گزارتا ہے، دوسری طرف وہ شخص جو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہو، ان سے نکل نہ پاتا ہو، وہ دونوں بھلا کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

گویا کہ اصل زندگی ایمان کی زندگی ہے، دل کی زندگی ہے اور یہی وہ زندگی ہے جو خوش حالی اور تنگدستی میں فرق کرتی ہے، یہی وہ زندگی ہے جو خوشگوار اور ناخوش گوار زندگی کا احساس دلاتی ہے۔

﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ﴾ (الانعام : ۱۲۵)

''اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں۔''

﴿ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ﴾ (الانعام : ۱۲۵)

''اور جسے گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس کے سینے کو تنگ بھینچا ہوا کر دیتے ہیں گویا کہ اسے آسمان پر چڑھنا پڑھ رہا ہے۔''

ورنہ وہ مادی زندگی کہ جس میں انسان کے ساتھ جانور بھی شریک ہیں، پاکیزہ اور مثالی زندگی نہیں قرار دی گئی۔ کیونکہ خوشگوار اور ناخوش گوار زندگی کا احساس عقل وشعور اور ایمان سے ہے، جسے ایمان کی دولت نصیب ہو اور عمل صالح کی توفیق ہو، وہ سعادت مند اور خوش بخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، چاہے وہ تمام مادی نعمتوں سے محروم ہو۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ))

''تم میں سے جو شخص اپنے گھرانے میں امن وامان سے ہو۔''

((مُعَافًى فِي جَسَدِهِ))

''جسمانی عافیت سے ہو۔''

((عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ))

''اس کے پاس اس دن کا راشن اور نان ونفقہ موجود ہو۔''

((فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا)) (ترمذی: ٢٣٤٦)

''تو گویا کہ اس کے لیے پوری دنیا سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔''

اور خود رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیاں اس پر شاہد ہیں، انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر خوشگوار اور پاکیزہ زندگی کا کون حق دار ہوسکتا، اور یقیناً انہیں خوشگوار زندگیاں حاصل تھیں، مگر دنیاوی اعتبار سے ان کا حال یہ تھا کہ انہیں اذیتیں سہنا پڑتیں، پتھر کھانا پڑتے، برے القاب اور گالیاں سننا پڑتیں، اور مال ودولت کا یہ حال ہوتا کہ دو دو مہینے گھر میں چولہا نہ جلتا، اور ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھر میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپ ﷺ چٹائی پر سو رہے ہیں اور چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے جسم اطہر پر ثبت ہوئے ہوئے ہیں تو رو پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں رو رہے ہو، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ قیصر وکسریٰ ریشم کے بستروں پر سوئیں اور آپ چٹائی پر؟ فرمایا:

((أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا))

(بخاری: ٢٤٦٨)

''فرمایا: انہیں ان کے حصے کی نعمتیں دنیا کی زندگی میں ہی دے دی گئی ہیں۔''

اور آپ ﷺ کی زندگی یقیناً خوشگوار اور پاکیزہ زندگی تھی، اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق، لوگوں کے خود ساختہ معیار کے مطابق نہیں، اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں بھی سکون واطمینان والی اور خوشگوار اور پاکیزہ تھیں۔

اس کے برعکس جن لوگوں کی زندگیاں دنیا والوں کے خود ساختہ معیار کے مطابق خوشگوار ہوتی ہیں کہ جنھیں دنیا کی تمام نعمتیں اور سہولتیں حاصل ہوتی ہیں، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ خودکشیوں کی شرح سب سے زیادہ انہی ملکوں میں ہوتی ہے، اور خودکشی کا انسان اس وقت مرتکب ہوتا ہے جب مایوسی انتہا کو پہنچ جائے۔

جبکہ وہ مسلمان جو خوشگوار زندگی والی شرطوں کو پورا کرتا ہو، اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ بعض سلف صالحین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ:

"لَوْ عَلِمَ الْمُلُوكُ وَ اَبْنَاءُ الْمُلُوكِ مَا نَحْنُ فِيهِ لَجَالَدُونَا عَلَيْهِ بِالسُّيُوفِ" (الداء والدواء، ج: ١، ص: ٢٨١)

"اگر بادشاہوں کو اور بادشاہوں کی اولادوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس سکون و اطمینان میں ہیں تو وہ اسے تلواروں کے ذریعے ہم سے چھین لینا چاہیں۔"

یعنی اس سعادت اور نعمت کو پانے کے لیے اگر انہیں لڑائی بھی کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہ کریں۔

اور ایسے ہی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ فِي الدُّنْيَا جَنَّةٌ مَنْ لَمْ يَدْخُلْهَا، لَمْ يَدْخُلْ جَنَّةَ الآخِرَةِ" (مدارج السالكين، ج: ١، ص: ٤٥٢)

"دنیا میں بھی ایک جنت ہے، جو دنیا کی جنت میں داخل نہ ہوا، وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہ ہوگا۔"

یعنی جو شخص ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہے وہ یقیناً ایمان کی لذت سے محظوظ ہوتا ہے اور اس کا دل سکون و اطمینان سے معمور ہوتا ہے، یقیناً ایمان کی ایک لذت ہے، جو شخص وہ لذت پالیتا ہے، وہ دنیا میں خوشگوار زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر وہ لذت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ حدیث میں اس کی نشاندہی یوں فرمائی گئی ہے:

((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا ﷺ)) (مسلم: ٣٤)

''ایمان کی لذت سے وہ آشنا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہو جائے اور اسلام کے دین اور نظام زندگی ہونے پر راضی ہوجائے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو جائے۔''

ایمان کی لذت پانے والوں کی جو نشانیاں بتلائی گئی ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور دلوں میں ٹٹولیں کہ کہیں ان کا کوئی وجود ہے؟

جو اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو جائے، پھر کیا وہ غیروں کے آستانوں پر سر جھکا سکتا ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی اس کا مشکل کشا اور حاجت روا ہوسکتا ہے، کیا اس کی بیڑیاں پار لگانے والا، اس کی بیماریاں دور کرنے والا، اولادیں دینے والا اور مشکلیں آسان کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور ہوسکتا ہے؟ یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں۔

ایمان کی لذت پانے والوں کی ایک نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ اسلام کے نظام زندگی ہونے پر راضی اور خوش رہتا ہے؟

اور جو اسلام کو اپنا دین سمجھتا ہو اور دل سے اسے تسلیم کرتا ہو اور اس پر مکمل یقین و اطمینان رکھتا ہو، پھر کیا وہ دنیا کے کسی اور نظام کو بہتر سمجھ سکتا ہے، پھر کیا اسلام پر ڈائریکٹ یا ان ڈائریکٹ اعتراض اور تنقید کرسکتا ہے، یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں۔

اسی طرح جس نے رسول کریم ﷺ کو سچے دل سے اپنا نبی مانا اور دل کی گہرائیوں سے مانا اور اس پر راضی ہوگیا تو کیا وہ دین میں کوئی بدعت ایجاد کرسکتا ہے۔کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بے دلیل بات کو دین کا درجہ دے سکتا ہے، یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں۔

دین کو ماننے کا مطلب اپنے نام کے ساتھ محض اسلام کا لیبل لگانا نہیں ہے بلکہ اسے اپنی زندگیوں پر نافذ کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان کی لذت پائے بغیر خوشگوار اور پاکیزہ زندگی حاصل نہیں ہوسکتی، ﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾ (البقرہ: ۲۰۸) کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

ہم زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزاریں اور چاہیں کہ خوشحال اور خوشگوار زندگی حاصل ہو جائے یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾﴾

(الجاثیہ: ۲۱)

''کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے، یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم انہیں اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کر دیں گے، کہ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے بُرے حکم ہیں جو یہ لوگ لگاتے ہیں۔''

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾﴾ (الجاثیہ: ۲۳)

''کیا آپ نے کبھی اس شخص کے حال پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الٰہ بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا، اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اللہ کے بعد اب کون ہے جو اسے ہدایت دے، کیا تم لوگ اس سے سبق نہیں لیتے۔''

اسی طرح سعادت وشقاوت کا، خوشگوار اور ناخوشگوار زندگی کا ایک اصول بیان فرمایا:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾﴾ (طٰہٰ: ۱۲۴)

''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔''

اور تنگ زندگی کا مطلب تنگدستی نہیں، بلکہ ممکن ہے وہ امیر ترین آدمی ہو، مگر وہ تمام نعمتیں حاصل ہونے کے باوجود گھٹن کا شکار ہو۔

اور اللہ کا ذکر کیا ہے؟ نماز اور روزہ ہے، حج اور زکاۃ ہے، تلاوت قرآن پاک ہے اور دین کے دیگر تقاضے اور معاملات ہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کی تیاری، اسباب، طریقۂ کار اور ثمرات

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ : ۱۸۳)

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، اگرچہ ابھی رمضان المبارک کی آمد میں تقریباً تین ہفتے باقی ہیں، مگر اس کی تیاری یقیناً ابھی سے کی جانی چاہیے، کیونکہ جو کام جس قدر بڑا اور اہم ہو اسی قدر اس کی تیاری میں زیادہ وقت درکار ہوتا ہے، عوام و خواص سبھی اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں، روزمرہ کی زندگی میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی منصوبے کی کامیابی کا ایک بہت بڑا حصہ اس کی تیاری میں ہوتا ہے، بلکہ تیاری اس کا اک لازمی جزو ہوتی ہے۔

اگر آدمی کسی کام کے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر اس کے لیے مناسب تیاری نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں مخلص نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں منافقین کی کہ جنھوں نے جھوٹے عذر پیش کر کے آپ ﷺ سے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی رخصت مانگی، مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً ﴾ (التوبہ : ٤٦)

''اگر واقعی ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو وہ اس کے لیے کچھ تیاری کرتے۔''

یعنی یہ بہانے تو اب بنا رہے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ شروع سے ہی ان کا جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ نہ تھا اگر ارادہ ہوتا تو کچھ نہ کچھ تیاری تو کی ہوتی۔

اس لیے جو کام آدمی واقعی کرنا چاہتا ہو، اس کے لیے تیاری ضرور کرتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم رمضان المبارک کی تیاری کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمیں رمضان المبارک کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیاری کیوں کرنی چاہیے، کیسے کرنی چاہیے اور اس کے فوائد کیا ہیں؟

آج کی گفتگو میں انہی باتوں کا جواب جاننے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ۔

رمضان المبارک کے لیے ہمیں تیاری اس لیے کرنی چاہیے کہ یہ ایک عظیم اور بابرکت مہینہ ہے، اس مبارک مہینے میں قرآن پاک کا نزول ہوا، اسی مبارک مہینے میں ایک ایسی قدر و منزلت والی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، اس مبارک مہینے کی سعادت حاصل کرنے سے جو محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا۔ اور روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ تزکیۂ نفس کے لحاظ سے اس جیسی کوئی دوسری عبادت نہیں ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

((أَنْشَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَيْشاً، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ لِي بِالشَّهَادَةِ، قَالَ: اللّٰهُمَّ سَلِّمْهُمْ وَغَنِّمْهُمْ فَغَزَوْنَا، فَسَلِمْنَا وَ غَنِمْنَا))

''آپ ﷺ نے ایک لشکر تشکیل فرمایا، میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے شہادت کی دعا فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ انہیں سلامت رکھ اور انہیں مال غنیمت عطا فرما (یعنی غلبہ عطا فرما) پس ہم نے جہاد کیا اور سلامت رہے اور مالِ غنیمت بھی حاصل ہوا۔''

((حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا))

''حتیٰ کہ تین بار مختلف مواقع پر انہوں نے دعا کی درخواست کی اور تینوں بار آپ ﷺ نے یہی دعا فرمائی۔''

((قَالَ: ثُمَّ اَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي اَتَيْتُكَ تَتْرٰى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَسْأَلُكَ أَنْ تَدْعُوَ لِي بِالشَّهَادَةِ، فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْهُمْ وَغَنِّمْهُمْ، فَسَلِمْنَا وَ غَنِمْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ))

''کہا: میں پھر حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں متواتر تین بار حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی کہ آپ میرے لیے شہادت کی دعا فرمایئے، مگر آپ نے سلامتی کی اور مال غنیمت کی دعاء فرمائی، اور ہم سلامت بھی رہے اور مال غنیمت بھی حاصل ہوا۔"

((فَمُرْنِي بِعَمَلٍ أَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ))

"مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے ذریعے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔"

((فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ))

"تو آپ ﷺ نے فرمایا: روزے رکھا کرو کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے، یعنی اس جیسی کوئی عبادت نہیں ہے۔"

اس حدیث میں جہاں ہمیں روزے کی فضیلت کا پتا چلتا ہے کہ نفلی روزے جیسی کوئی عبادت نہیں ہے، وہاں رمضان المبارک کے فرض روزوں کی اہمیت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ جس کے لیے ہم تیاری کرنے جا رہے ہیں، اگرچہ رمضان المبارک کے فرض روزوں کی اہمیت اور فضیلت الگ سے بھی احادیث میں بیان ہوئی ہے۔

دوسری چیز اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نیکی کا جذبہ ہے، کہ ایک طرف وہ پہلے سے اپنی جان ہتھیلی پر لیے شہادت کی دعاء کی درخواست لے کر حاضر خدمت ہوتے ہیں، وہ عبادات کے جذبے سے بھی سرشار نظر آتے ہیں اور ان کا ذوق وشوق دیدنی ہے اور یہ صرف عبادات کی فضیلت اور اجر وثواب معلوم کرنے تک محدود نہیں بلکہ عملی طور پر ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ:

((قَالَ فَكَانَ أَبُو أُمَامَةَ لَا يُرَى فِي بَيْتِهِ الدُّخَانُ نَهَارًا، إِلَّا إِذَا نَزَلَ بِهِمْ ضَيْفٌ))

"اس کے بعد ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے گھر کا یہ حال تھا کہ ان کے گھر میں دن کے وقت کبھی دھواں اٹھتا نظر نہیں آیا الا یہ کہ گھر میں کوئی مہمان آیا ہو۔"

((فَإِذَا رَأَوُا الدُّخَانَ نَهَارًا عَرَفُوا أَنَّهُ قَدِ اعْتَرَاهُمْ ضَيْفٌ))

(ابن حبان: ٣٤٢٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر کبھی دن کے وقت دھواں نظر آتا تو لوگ سمجھ جاتے کہ آج ان کے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔''

تو رمضان المبارک کی تیاری ہمیں اس لیے کرنی چاہیے کہ رمضان المبارک کے روزے اک بہت عظیم اور فضیلت والا عمل ہے اور نیکی کا ایک سنہری موقع ہے۔

اور مواقع غنیمت جاننے کا ہمیں حکم بھی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ))

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔''

((شَبابَكَ قبلَ هَرَمِكَ))

''اپنی جوانی کو غنیمت جانو اپنے بڑھاپے سے پہلے۔''

((وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ))

''اور اپنی صحت وتندرستی کو اپنی بیماری سے پہلے۔''

((وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ))

''اپنی تونگری کو اپنے فقر سے پہلے۔''

((وفراغكَ قَبْلَ شُغْلِكَ))

''اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے۔''

((وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ)) (صحيح الترغيب : ٣٣٥٥)

''اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔''

اور یہی دانشمندی بھی ہے، آپ جانتے ہیں کہ جو شخص مواقع ضائع کر دیتا ہے، اس کو عقلمند نہیں کہتے اور مواقع انسان کی زندگی میں عموماً بہت تھوڑے وقت کے لیے آتے ہیں، جیسا کہ جوانی جو بھرپور قوت کا نام ہے، وہ دو کمزوریوں کے درمیان اک پیوند ہے، بچپن اور بڑھاپے کے درمیان کا اک تھوڑا سا عرصہ ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”مَا شَبَّهْتُ الشَّبَابَ إِلَّا بِشَيءٍ كَانَ فِيْ كُمِّي فَسَقَطَ“

(قيمة الزمن عند العلماء ، ص : ١١٥)

”میں جوانی کو صرف اس چیز سے تشبیہ دیتا ہوں کہ گویا میرے آستین میں کوئی چیز تھی اور وہ گر گئی۔“

اب آستین پورے لباس میں سے اک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، اس میں یقیناً کوئی چھوٹی اور مختصر سی چیز ہی سما سکتی ہے۔

تو رمضان المبارک کی تیاری ہمیں اس لیے کرنی چاہیے کہ یہ اک موقعٔ غنیمت ہے اور مواقع کو اپنی اولین فرصت میں غنیمت جاننا چاہیے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ ، فَإِنَّهُ قَدْ يَمْرَضُ الْمَرِيضُ ، وَتَضِلُّ الضَّالَّةُ ، وَتَعْرِضُ الحَاجَةُ)) (ابن ماجة : ٢٨٨٣)

”جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ جلدی کرے اس لیے کہ کبھی کوئی شخص بیمار بھی ہو سکتا ہے، کوئی چیز گم ہو سکتی ہے اور کوئی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔“

اس لیے اگر کسی نیک کام کا ارادہ ہو تو اسے اپنی اولین فرصت میں کریں، تاخیر ہرگز نہ کریں، مگر افسوس کہ بہت سے لوگ دو چیزوں میں تو بالخصوص غفلت کا شکار نظر آتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ))

(بخاری : ٦٤١٢)

”دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں: صحت اور فراغت۔“

یہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ پہلے تو عموماً ایک ساتھ اکٹھی نہیں ہوتیں، کہ اگر صحت و تندرستی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہو تو ضروری نہیں کہ آدمی فارغ البال بھی ہو، کیوں کہ صحت و تندرستی کے زمانے میں آدمی عموماً تلاش معاش میں سرگرداں رہتا ہے، اور اگر فراغت حاصل ہو تو ضروری نہیں کہ وہ صحت مند بھی ہو، عموماً آدمی فارغ اس وقت ہوتا ہے جب وہ بوڑھا ہو گیا ہو، جب اس کے اعضاء و جوارح جواب دے گئے ہوں، یا وہ بیماری کی وجہ سے فارغ ہو، مگر جن لوگوں کو یہ دونوں نعمتیں بیک وقت حاصل ہوں وہ عموماً اس کی قدر نہیں کرتے، ان سے کام نہیں لیتے، انہیں ضائع کر دیتے ہیں، گپ شپ میں اور فضولیات میں، کوئی نیکی کا کام کرنے کی انہیں توفیق نہیں ہوتی۔

جبکہ یہ انسان کی زندگی کا سب سے سنہری موقع ہوتا ہے جب بیک وقت اسے صحت اور فراغت حاصل ہو جائیں، ان قیمتی لمحات کا ضائع کرنا زندگی کا ضائع کرنا ہے، قیامت کے دن کافر لوگ جو جہنم میں چیخ چیخ کر کہہ رہے ہوں گے:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ﴾ (فاطر : ۳۷)

”وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے، تو انہیں جواب دیا جائے گا:“

﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ﴾

(فاطر : ۳۷)

”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا اور تمہارے پاس تنبیہ کرنے والا بھی آ چکا تھا۔“

اور دوسری طرف جنہوں نے زندگی کے ان قیمتی لمحات سے استفادہ کیا ہو گا ان سے کہا جائے گا کہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَآ أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾﴾

(الحاقہ : ٢٤)

''مزے سے کھاؤ اور پیو، ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔''

تو بات ہو رہی تھی کہ ہمیں رمضان المبارک کی تیاری کیوں کرنی چاہیے! تو اس کی متعدد وجوہات ہیں اور کئی ایک اسباب ہیں جن کی بناء پر ہمیں رمضان المبارک کی تیاری کرنی چاہیے، جن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

رہی یہ بات کہ تیاری کیسے کریں، ہمیں تیاری میں کیا کیا کام کرنے ہوں گے! تو آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

یوں تو رمضان المبارک کے لیے تقریباً سبھی مسلمان تیاری کرتے ہیں، البتہ ہر ایک کے ہاں تیاری کا اپنا ہی ایک مفہوم ہے، اپنا ہی معیار اور اپنا ہی انداز ہے۔

زیادہ تر لوگ رمضان المبارک کے لیے جو تیاری کرتے ہیں، وہ عموماً کھانے پینے سے متعلق ہی ہوتی ہے کہ مہینے بھر کا راشن گھر میں جمع کر لیتے ہیں، جیسے: کھجوریں ہیں، شربت ہے، چاٹ مصالحہ ہے، پکوڑے، سموسے اور دیگر چٹپٹی چیزوں کے مصالحہ جات ہیں، پر تکلف ڈِشز کے لیے نئی نئی ریسیپیز ہیں (RECIPES) سحری میں پراٹھوں کا اہتمام ہے۔اور کچھ روزہ کشائی کے نام سے دعوتوں کا اہتمام ہے،ایک دوسرے کو پہلے سے مدعو کر لیتے ہیں اور رمضان المبارک میں ایسی دعوتیں عموماً روحانیت سے خالی ہوتی ہیں، صرف گپ شپ ہوتی ہے اور ایسی دعوتوں میں عموماً نماز باجماعت کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

اورحقیقت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی یہ تیاری اور یہ پروگرامز ہمارے مزاجوں میں ایسے رچ بس گئے ہیں کہ ان کے بغیر روزے پھیکے اور رمضان ادھورا نظر آتا ہے۔

تو حقیقت میں ہمیں رمضان المبارک کے لیے کس طرح تیاری کرنی چاہیے؟ سب سے پہلے رمضان المبارک کے قیمتی لمحات سے مستفید ہونے کا پروگرام ترتیب دینا ہوگا، اور اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ہمیں رمضان المبارک کے لیے ایک خاص وقت مختص کرنا ہوگا، یہ نہیں کہ ہم کام اپنی اسی روٹین کے ساتھ کرتے رہیں، دس سے بارہ گھنٹے روزانہ، اور پھر یہ سمجھیں کہ رمضان المبارک سے مستفید ہورہے ہیں، یہ سراسر اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

اس انداز سے روزے رکھیں گے تو اتنا ضرور ہے کہ فرض تو ادا ہوجاتا ہے مگر روزے فرض کیے جانے کا جو مقصد بتلایا گیا ہے وہ حاصل نہیں ہوتا، اور وہ ہے تقویٰ۔

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ: ۲۱)

رمضان المبارک میں سلف صالحین، محدثین و فقہاء رحمہم اللہ، صحابہ کرام اور خود رسول کریم ﷺ کی کیفیت یہ ہوتی کہ ہر نیک عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ)) (بخاری: ٤٩٩٧)

''آپ ﷺ عام دنوں میں بھی خیر کے کاموں میں سب سے سخی تھے، مگر رمضان المبارک میں تو اور بھی زیادہ سخاوت فرماتے۔''

حتیٰ کہ:

((كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ)) (بخاری: ٤٩٩٧)

''امور خیر میں تیز ہواؤں سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔''

اور پھر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تو اور بھی زیادہ عبادت کے لیے کمر بستہ ہوجاتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے۔

تو رمضان المبارک کے لیے خصوصی وقت نکالیں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ رمضان المبارک کی برکتوں سے مستفید ہونے کی کوشش کی ہے، ورنہ رمضان المبارک کے لیے ہماری وہی تیاری متصور ہوگی، جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ پکوڑا اور سموسہ۔

آخری بات کہ اس تیاری کا فائدہ کیا ہوگا!

تو یوں تیاری سے بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں، مگر اس وقت صرف ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدے کا ذکر کروں گا اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص صدق دل سے کسی کام کا پختہ ارادہ کر لے اور پھر کسی وجہ سے، کسی مجبوری سے اسے اس کام کی ادائیگی کا موقع نہ ملے تو اس کام کا مکمل اجر اس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ غریب مسلمان جو اپنے خرچ پر غزوہ میں شریک نہ ہو سکتے تھے، انہوں نے آکر درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لیے سواری کا انتظام فرمائیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتا۔

﴿ إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ﴾

(التوبہ : ۹۲)

''جب انہوں نے آکر درخواست کی کہ ہمارے لیے سواریاں بہم پہنچائی جائیں اور آپ نے کہا کہ میں تمہارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتا۔''

﴿ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴿٩٢﴾ ﴾

(التوبہ : ۹۲)

''اور وہ واپس لوٹ گئے اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے۔''

پھر اس واقعے کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتایا کہ:

((اِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ)) (مسلم)

''مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے کوئی کوچ نہیں کیا اور کوئی وادی طے نہیں کی جس میں وہ تمہارے ساتھ ساتھ نہ ہوں۔''

ایک روایت میں ہے، صحابہ نے عرض کیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَكَيْفَ يَكُوْنُوْنَ مَعَنَا وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ؟))

''وہ مدینہ میں رہتے ہوئے کس طرح ہمارے ساتھ ہیں؟''

((قَالَ:))

تو فرمایا:

((حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ))

انہیں کسی مجبوری نے روک لیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

((إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ)) (مسلم: ۱۹۱۱)

''وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔''

تو رمضان المبارک یا کسی بھی نیک عمل کے لیے پیشگی تیاری کے متعدد فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کی تعمیل کے درمیان کسی مجبوری کے حائل ہوجانے کی صورت میں آدی پورے ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ رمضان، مغفرت ونجات کا ایک اور موقع

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرہ : ۱۸۳)

گذشتہ خطبۂ جمعہ میں رمضان المبارک کی تیاری کے حوالے سے بات ہو رہی تھی کہ رمضان المبارک سے صحیح معنوں میں مستفید ہونے کے لیے اس کی تیاری کرنا ضروری ہے اور تیاری کے ضمن میں چند بنیادی اعمال کا ذکر ہوا جن میں سے سب سے اہم کرنے کا کام یہ بیان ہوا کہ اپنی روز مرہ کی مصروفیات میں سے خصوصی طور پر رمضان المبارک کے لیے کچھ وقت نکالا جائے۔

اسی طرح رمضان المبارک کی تیاری کے سلسلے میں اور بھی کئی ایک باتیں ہیں، جیسے رمضان المبارک سے متعلق احکام و مسائل کا جاننا اور فضائل وثوابِ اعمال معلوم کرنا، کیونکہ اعمال کا اجر وثواب جاننے سے آدمی میں شوق اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، ہمت بڑھتی ہے ورنہ انسان نیک اعمال تو بجالا رہا ہوتا ہے مگر بے دلی سے، چنانچہ بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ

"وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ ثَوَابَ الْأَعْمَالِ ثَقُلَتْ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ" (الزهد لابن ابی الدنیا ، ص : ۷۳)

"جسے اعمال کا اجر وثواب معلوم نہ ہو، اس پر اعمال ہر حال میں بوجھل ہوتے ہیں۔"

اور امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَعَلَى قَدْرِ نِيَّةِ الْعَبْدِ وَهِمَّتِهِ وَمُرَادِهِ وَرَغْبَتِهِ يَكُونُ تَوْفِيقُ اللّٰهِ لَهُ وَإِعَانَتُهُ" (الفوائد ص ۱۸۱)

"آدمی کو اس کی نیت اور ہمت اور اس کی مراد اور رغبت کے مطابق ہی اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توفیق اور مدد حاصل ہوتی ہے۔''

تو عمل کا شوق اور جذبہ پیدا کرنے کے لیے، ہمت بڑھانے کے لیے نیکیوں کا اجر و ثواب معلوم کرنا مفید اور مدد و معاون ثابت ہوتا ہے، اور جس قدر کسی کو دین سے آگاہی اور علم و عرفان حاصل ہوگا اسی قدر اس کے دل میں خشیت الٰہی پیدا ہوگی، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ (فاطر : ٢٨)

''اور اللہ کے بندوں میں سے صرف علم والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔''

اور سب سے زیادہ علم و معرفت آپ ﷺ کو حاصل تھی، چنانچہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً))

(بخاری : ٦١٠١)

''اللہ کی قسم! میں اُن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم رکھتا ہوں اور میں اُن سب سے زیادہ اس کی خشیت رکھتا ہوں۔''

اور ایک حدیث میں فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا)) (بخاری : ٦٦٣٧)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم لوگوں کو وہ سب کچھ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تمہارا رونا بہت زیادہ ہو جائے اور ہنسنا بہت کم۔''

تو رمضان المبارک کی تیاری میں احکام و مسائل کا جاننا اور نیک اعمال کا اجر و ثواب معلوم کرنا بھی شامل ہے۔

رمضان المبارک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کئے گئے نیکی کے مواقع میں سے ایک بہت بڑا موقع ہے۔ اس مبارک مہینے کی عظمت، برکت، سعادت اور افادیت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے موقعِ غنیمت ہونے کا اندازہ کیجئے، حدیث میں ہے، حضرت طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ بَلِيٍّ قَدِمَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ إِسْلَامُهُمَا جَمِيعًا))

''قبیلہ بليّ کے دو آدمی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور دونوں ایک ساتھ مسلمان ہوئے۔''

((فَكَانَ أَحَدُهُمَا أَشَدَّ إِجْتِهَاداً مِنَ الآخَرِ))

''ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ دین کے کاموں میں محنتی تھا۔''

((فَغَزَا الْمُجْتَهِدُ مِنْهُمَا فَاسْتُشْهِدَ))

''وہ خوب محنت کرنے والا شخص ایک غزوے میں شریک ہوا اور شہید ہوگیا۔''

((ثُمَّ مَكَثَ الآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً ثُمَّ تُوُفِّيَ))

''جبکہ دوسرا شخص اس کے ایک سال بعد تک زندہ رہا اور پھر اپنی طبعی موت فوت ہوا۔''

((قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِهِمَا))

''حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں، اور دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں بھی وہاں پر موجود ہیں۔''

((فَخَرَجَ خَارِجٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَأَذِنَ لِلَّذِي تُوُفِّيَ الآخِرَ مِنْهُمَا))

''دیکھتا ہوں کہ جنت میں سے کوئی باہر آیا اور اس نے ان دونوں میں سے بعد میں فوت ہونے والے کو اندر جانے کی اجازت دی۔''

((ثُمَّ خَرَجَ فَأَذِنَ لِلَّذِي اُسْتُشْهِدَ))

''پھر باہر آیا اور پھر اس شہید کو اندر جانے دیا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ ، فَقَالَ: إِرْجِعْ فَإِنَّكَ لَمْ يَأْنِ لَكَ بَعْدُ))

''پھر وہ میرے پاس واپس آیا اور کہا کہ تم واپس چلے جاؤ کہ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔''

((فَأَصْبَحَ طَلْحَةُ يُحَدِّثُ بِهِ النَّاسَ فَعَجِبُوا لِذٰلِكَ))

''صبح ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے اپنا خواب بیان کرنے لگے، لوگوں کو یہ سن کر بہت تعجب ہوا، بہت حیران ہوئے۔''

((فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَحَدَّثُوهُ الْحَدِيْثَ))

''آپ ﷺ تک یہ بات پہنچی، لوگوں نے آپ ﷺ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔''

((فَقَالَ: مِنْ أَيِّ ذٰلِكَ تَعْجَبُونَ؟))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے تم کس بات پر حیران ہو رہے ہو؟''

((فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا كَانَ أَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ إِجْتِهَاداً ثُمَّ اسْتُشْهِدَ ، وَدَخَلَ هٰذَا الآخِرُ الْجَنَّةَ قَبْلَهُ))

''لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ شخص ان دونوں میں سے زیادہ محنتی تھا (نیکیوں میں) اور پھر وہ شہید بھی ہوا اور دوسرا شخص اس سے پہلے جنت میں داخل ہوا۔''

((فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَلَيْسَ قَدْ مَكَثَ هٰذَا بَعْدَهُ سَنَةً؟))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ شخص اس کے بعد ایک سال تک نہیں رہا؟ یعنی اس کے ایک سال بعد تک زندہ نہیں رہا۔''

((قَالُوا بَلٰى))

''کہا: جی ہاں۔''

((قَالَ: وَأَدْرَكَ رَمَضَانَ فَصَامَهُ ، وَصَلَّى كَذَا وَكَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِي السَّنَةِ؟))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”فرمایا: اور اس نے رمضان المبارک پایا اور روزے رکھے اور سال میں اتنی نمازیں پڑھیں؟“

اور ایک حدیث میں ہے کہ سال میں ۱۸۰۰ نمازیں پڑھیں۔

((قَالُوا: بَلٰی))

”عرض کیا: جی ہاں۔“

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَمَا بَيْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)) (ابن ماجة : ۳۹۲۵)

”تو آپ ﷺ نے فرمایا: پس ان دونوں کے درمیان بعض درجات کا جو فرق ہے، وہ زمین وآسمان کے درمیان کے فرق سے کہیں زیادہ ہے۔“

آپ نے غور کیا کہ رمضان المبارک کتنا بڑا موقع غنیمت ہے، کتنی بڑی سعادت ہے۔ وہ انسان کتنا خوش نصیب ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزوں کی توفیق دے کر ایک ایک روزے کے سبب ستر ستر سال کی مسافت سے اسے جہنم سے دور کر دیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا)) (بخاری ۲۸۴۰)

”جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے کو ستر سال کی مسافت سے دور کر دیا۔“

اور کتنا سعادت مند ہے وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک جیسا عظیم اور مبارک مہینہ عطا فرما کر جہنم سے آزادی حاصل کرنے کا موقع میسر فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ وَذٰلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ))

(صحيح ابن ماجة : ۱۳۴۰)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”ہر افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنے ہی آزاد ہونے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ کرم اوراس کی طرف سے یہ عنایت ہر رات ہوتی ہے یعنی رمضان میں۔“

یعنی رمضان المبارک انسان کے لیے جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے۔ بنیادی طور پر ہر انسان اپنے اعمال کے سبب جکڑا ہوتا ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝٣٨ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝٣٩﴾

(المدثر: ٣٨، ٣٩)

”ہر متنفس اپنے کسب کے بدلے رہن ہے، سوائے دائیں بازو والوں کے۔“

لفظ رھن کے مفہوم سے تو آپ واقف ہی ہوں گے، یعنی کوئی چیز گروی رکھنا۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی سے کچھ قرض لے اور قرض دینے والا، دیئے گئے قرض کی ادائیگی کے لیے ضمانت کے طور پر اس کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھ لے، تو جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے، اس وقت تک وہ رہن رکھی گئی چیز قرض دینے والے کے پاس رہن ہی رہے گی، اس کے قبضے میں ہی رہے گی اور اگر مدت مقررہ گزر جانے کے بعد بھی وہ فكِ رھن نہ کرا سکے، یعنی رہن رکھی گئی چیز نہ چھڑا سکے تو وہ شیءمرہونہ ضبط ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اوراس کے بندے کے درمیان جو معاملہ ہے، اس کو کچھ اسی طرح تشبیہ دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو طاقتیں، صلاحیتیں اور اختیارات دنیا میں دے رکھے ہیں، وہ گویا ایک قرض ہے اوراس قرض کی ضمانت کے طور پر نفس انسانی اللہ تعالیٰ کے پاس رہن ہے۔

انسان ان قوتوں اور صلاحیتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اگر وہ صالح اعمال بجالائے کہ جن سے یہ قرض ادا ہو سکے تو وہ اس گروی رکھی گئی چیز، یعنی اپنے آپ کو چھڑا لے ورنہ اسے ضبط کر لیا جائے گا۔

تو انسان کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اسے اپنے آپ کو چھڑانا اور آزاد کرانا ہے، کس طرح آزاد کرانا ہے؟ اعمال صالحہ بجالا کر کے اوران اعمال صالحہ میں سے ایک عمل روزے رکھنا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو روزے رکھ کر گویا ہم اپنے آپ کو آزاد کراتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ انسان شعوری یا غیر شعوری طور پر اس عمل سے گزر رہا ہے کہ یا تو وہ اپنے آپ کو آزاد کرا رہا ہے یا گروی رکھ رہا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ، فَمُعْتِقُهَا أَوْمُوبِقُهَا))

(مسلم : ۲۲۳)

"ہر شخص اپنے آپ کی خرید وفروخت میں لگا ہوا ہے یا تو وہ آزاد کرا رہا ہے یا گروی رکھ رہا ہے۔"

انسان اپنے آپ کو آزاد کیسے کراتا ہے؟ اپنی جان، اپنا مال اور اپنی صلاحیتیں اللہ کی راہ میں صرف کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے آپ کو بیچ رہا ہوتا ہے اور یوں وہ اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

(التوبہ : ۱۱۱)

"اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔"

دوسری طرف کچھ لوگ اپنے اعمال ہی کے ذریعے اپنے آپ کو گروی رکھ رہے ہیں،

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾﴾ (المدثر : ۳۸)

"ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے اپنے آپ کو گروی رکھے ہوئے ہے۔"

﴿إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾﴾ (المدثر : ۳۹)

"سوائے دائیں بازو والوں کے۔"

یعنی جنہیں دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا، جنہوں نے اپنی جان، مال اور اپنی تمام صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھپا دیں، انہوں نے فك الرهن کر لیا۔ باقی اپنے اعمال کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب جکڑے اور بندھے ہوئے ہیں۔

اور اعمال کیسے؟ اک حقیر سی دنیا کے بدلے وہ اپنے دین کو بیچ دیتے ہیں۔ دنیا کی عارضی، ناپائیدار اور حقیر سی چیزوں کے بدلے اپنے دین کو بیچ دیتے ہیں، دنیا کی اک معمولی اور عارضی سی سہولت کے بدلے وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ قبول کر لیتے ہیں، اپنے کاروبار کے نقصان کے ڈر سے وہ نمازوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اور اسی طرح دنیا کی دوسری آسائشیں ہیں۔

آج مسلمانوں کا یہ حال ہے اور ابھی تو ان حالات کی پیش گوئی پوری ہونا باقی ہے کہ جب ایک ایک دن میں لوگوں کی کئی کئی حالتیں بدلیں گی، صبح کو مسلمان تو شام کو کافر اور شام کو مسلمان تو صبح کو کافر اور سبب یہی بیان فرمایا:

((يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا)) (مسلم: ۱۱۸)

"متاع دنیوی کے بدلے وہ اپنے دین کو بیچ رہے ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بدبختی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

تو جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے آپ کو آزاد کرانا ہے، اس کے لیے اسلام نے مکمل ہماری رہنمائی فرمائی ہے، فك الرهن کرنے والے روزوں کے علاوہ متعدد اعمال بتلائے ہیں جیسا کہ صبح وشام کے اذکار میں ایک یہ بتلایا گیا کہ:

((من قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ يُمسِي))

"جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت یہ کہے:"

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ)) (ابوداود: ۵۰۶۹)

"اے اللہ! میں نے صبح کی، تجھے گواہ بناتا ہوں، تیرے حاملین عرش اور تیرے فرشتوں کو اور تیری تمام مخلوقات کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک تو ہی اللہ ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول (ﷺ) ہیں۔''

یہ کلمات کہے تو

((أَعْتَقَ اللّٰهُ رُبْعَهُ مِنَ النَّارِ))

''اللہ تعالیٰ اس کا ایک چوتھائی حصہ جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔''

((فَمَنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَعْتَقَ اللّٰهُ نِصْفَهُ))

''اور جس نے دو بار کہا، اللہ تعالیٰ اس کا نصف آزاد کر دیتے ہیں۔''

((وَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا أَعْتَقَ اللّٰهُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ))

''اور جو تین بار کہے تو اس کے تین حصے آزاد کر دیتا ہے (تین چوتھائی)۔''

((فَإِنْ قَالَهَا اَرْبَعًا أَعْتَقَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ)) (ابوداود: ٥٠٦٩)

''اور اگر چار بار کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورے کے پورے کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔''

اور اس ذکر کے چار بار کہنے میں حکمت علماء کرام یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ کلمات چار بار کہیں تو اس کے حروف تین سو ساٹھ بنتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ انسان ۳۶۰ اعضاء سے مرکب ہے۔

تو چار بار یہ کلمات کہنے سے گویا انسان کا ایک ایک جوڑ اور ایک ایک عضو اس دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو جہنم سے آزاد فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک ایک عظیم انعام

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ کی انسان پر یقیناً بے شمار، لاتعداد اور ان گنت نعمتیں ہیں، ان نعمتوں پر اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

یوں تو ہر نعمت اپنی جگہ پر ایک بہت بڑی نعمت ہے، مگر ان تمام نعمتوں میں سے جو سب سے بڑی نعمت ہے وہ نعمت اسلام ہے۔ اسلام انسان کو زندگی گزارنے کے طریقے بتلاتا ہے، آداب سکھاتا ہے اور دنیوی اور اخروی زندگی کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔

اسلام پر چل کر انسان سکون و اطمینان والی اور پاکیزہ زندگی گزارتا ہے اور اسلام ہی کو اپنا کر وہ دار آخرت کا وارث قرار پاتا ہے۔

چنانچہ وہ دنیا میں بھی اس نعمت پر اس کا شکر بجالاتا ہے اور آخرت میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے اس کی مدح و ثنا کے گن گاتا ہوا نظر آتا ہے، وہ کہے گا:

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ﴾

(الاعراف: ۴۳)

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا، ہم خود راہ نہ پا سکتے تھے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا۔''

تو نعمت اسلام یقیناً اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور خصوصی نعمت ہے اور اس نعمت کے بعد مزید خصوصی نعمت دین کی سمجھ، اس کا ذوق اور شوق اور چاہت و رغبت اور نیکی کی توفیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)) (بخاری : ۳۱۱۶)

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔''

تَفَقُّه فی الدین اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے،اسی طرح نیکی کی توفیق بھی اس کی خصوصی نعمت ہے،جیسا کہ حدیث میں ہے،آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا اسْتَعْمَلَهُ))

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے۔''

((فَقِيلَ كَيْفَ يَسْتَعْمِلُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ))

''عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ اس سے کیسے کام لیتا ہے۔''

((قَالَ يُوَفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ)) (ترمذی : ۲۱۴۲)

''فرمایا: موت سے پہلے اسے عمل صالح کی توفیق عطا فرماتا ہے۔''

اعمال صالحہ کی فہرست تو یقیناً بہت طویل ہے،مگر ان میں بھی کچھ اعمال خصوصی اہمیت کے حامل ہیں،ان میں سے ایک اور سب سے اہم رمضان المبارک کے روزے ہیں۔

رمضان المبارک کے روزے من وجہ تمام اعمال صالحہ میں سے سب سے اہم اس لیے ہیں کہ یہ واحد عمل ہے کہ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اور یہ نسبت ہی اس عمل کے شرف اور فضیلت کی دلیل ہے،جیسا کہ حدیث میں ہے،آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي)) (بخاري : ۱۹۰۴)

''ابن آدم کے تمام اعمال اس کے لیے ہیں سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے۔''

اب اس کا کیا مفہوم ہے کہ ابن آدم کے تمام کے تمام اعمال اس کے لیے ہیں،مگر روزہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے لیے ہے، جبکہ روزے کے علاوہ بھی تمام نیک اعمال اللہ ہی کے لیے ہوتے ہیں۔

تو علماء کرام نے اس کا ایک مفہوم تو یہ بیان کیا ہے کہ کفار نے اپنے معبودان باطلہ کی جس دور میں بھی جس قدر بھی تعظیم کی ہے انہیں سجدے کر کے، نذرانے پیش کر کے، ان کے نام کے صدقے اور قربانیاں کر کے، بھنگڑے ڈال کر، جشن منا کر، میلے منعقد کر کے، ان کے عرس منا کر، مگر کسی نے کبھی بھی روزے کے ذریعے ان کی عبادت نہیں کی کہ ان کے نام کا روزہ رکھا ہو، انہیں خوش کرنے کے لیے روزہ رکھا ہو۔

تو روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جو صرف اللہ ہی کے لیے کی جاتی ہے۔

اور ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ باقی تمام اعمال میں ریاء کاری کا اظہار ہوسکتا ہے، نماز میں، حج میں، صدقہ و خیرات میں، جہاد میں، مگر روزے میں نہیں، کیونکہ وہ خفیہ اور پوشیدہ عمل ہے، اس لیے اگر کسی نے روزہ رکھا ہے تو اللہ ہی کے لیے رکھا ہے۔ ہاں اس روزے کو خراب کرنے والی اور باتیں ہوسکتی ہیں مگر ریاء کاری نہیں۔ اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

اور پھر اسی حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ روزہ میرے لیے ہے اور

((وَأَنَا أَجْزِي بِهِ)) (بخاري : ١٩٠٤)

''کہ اس کی جزاء بھی میں ہی دوں گا۔''

یہ ایک دوسرے انداز سے روزے کی اہمیت ظاہر کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام اعمال صالحہ کی جزاء اور اجر و ثواب بھی اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، پھر خصوصی طور پر روزے کی جزاء کی نسبت اپنی طرف کرنا روزے کی فضیلت ثابت کرتا ہے اور اس کا مفہوم علماء کرام یہ بیان کرتے ہیں۔

کہ دیگر اعمال کا اجر و ثواب معلوم و مقرر ہے اور اس کی مقدار دس سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ جتنا چاہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَبْعِمِائَة ضِعْفٍ إِلَى مَاشَاءَ اللّٰهُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ)) (ابن ماجة : ١٧٠٧)

''ابن آدم کے نیک اعمال کا بدلہ دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ جتنا چاہے، مگر اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر میں ہی دوں گا۔''

یعنی باقی اعمال کا اجر وثواب تو بتا دیا گیا ہے مگر روزے کا ثواب صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے، اس کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔

اور ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزے کا ثواب کسی طرح کم یا ٹرانسفر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اگر کسی نے کسی کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی کی ہوگی تو مظلوم کو اس کا حق یوں دلایا جائے گا کہ ظلم کرنے والے کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو پھر مظلوم کے گناہ ظلم کرنے والے پر ڈال دیئے جائیں گے اور یوں اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک ظلم کرنے والے کی نیکیاں اگر ختم بھی ہوجائیں تو روزے اس کے پاس موجود رہیں گے، ٹرانسفر نہیں ہوں گے، اس کے بجائے اللہ تعالیٰ مظلوم کو اپنی طرف سے اجر دے کر خوش کر دے گا۔

تو رمضان المبارک کے روزے ایک نہایت ہی شرف اور فضیلت والا، قدر ومنزلت والا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے، اس کی قدر کی جانی چاہیے، اسے غنیمت جاننا چاہیے اور اس کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کسی بھی بندے پر اک خصوصی انعام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اس بات کا احساس اور ادراک نہیں ہو جاتا کہ یہ کس قدر عظیم عمل ہے انسان صحیح معنوں میں اس سے مستفید نہیں ہوسکتا۔

سلف صالحین رحمہم اللہ کہ جنہیں اس مبارک مہینے کی قدر تھی، جو اس کی قدر و منزلت اور اس کی عظمت کا ادراک رکھتے تھے، ان کا حال یہ تھا کہ قرآن وحدیث کا پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درس و تدریس اور تعلیم و تعلم چھوڑ کر وہ اپنا تمام تر وقت تلاوت قرآن پاک، صدقہ و خیرات، نوافل کی ادائیگی اور توبہ و استغفار کے لیے وقف کر دیتے کہ جن میں امام مالک رحمہ اللہ اور ان جیسے دیگر محدثین اور فقہاء بھی تھے جیسے سفیان ثوری رحمہ اللہ ، اور امام زہری رحمہ اللہ وغیرہ کہ جن کی نیکی کی سعی وطلب اور جستجو کا حال یہ تھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرم آتی کہ ان کا آج بھی ان کے کل جیسا ہی ہو یعنی ہر آنے والے دن میں کسی نہ کسی نیکی کا اضافہ نہ ہو!

((كانوا يستحيون من الله ان يكونوا اليوم على مثل حالهم بالأمس)) (لطائف المعارف لابن رجب ، ص: ٣٠٠)

سلف صالحین رحمہم اللہ اس بات پر اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے تھے کہ اُن کا آج بھی ان کے کل جیسا ہو۔

مگر ہم ہیں کہ ہمیں تلاش معاش سے فرصت ہی نہیں، اگرچہ یقیناً اس مبارک مہینے کے قدردان آج اس دور میں بھی موجود ہیں مگر انہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔

ہم نہیں کہتے کہ آپ بالکل کام چھوڑ چھاڑ کر فارغ ہو کر بیٹھ جائیں، ہاں اگر مقدور ہو تو فبھا ، ورنہ رمضان اور غیر رمضان کی مصروفیات میں کم از کم کچھ فرق تو ہو!

یہ رزق کہ جس کے حصول کے لیے ہم اپنی آخرت کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں، اس کی خاطر ہم دین کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿٢١﴾ ﴾ (القيامه : ٢٠ ، ٢١)

”تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ اس رزق کے حصول کے لیے کی جانے والی کوششوں سے متعلق رہنمائی دیتے ہوئے ایک حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ﴾ (الزخرف : ٣٢)

”دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ان کے درمیان ہم تقسیم کر چکے ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ رزق، یہ دنیا کی دولت، اس کے حصے بخرے اور اسی کی تقسیم تو انسان کی دنیا میں آمد سے پہلے طے کی جا چکی ہے۔ اس سے زیادہ ملنے والی ہے اور نہ اس سے کم۔ قرآن و حدیث میں بہت وضاحت کے ساتھ اس مسئلے کو بیان کیا گیا ہے تو پھر یہ بے قراری اور بے چینی کیسی؟

جان لیجیے کہ دولت کی قلت انسان کے دین اور ایمان کے لیے اتنی خطرناک نہیں ہے جتنی کہ اس کی کثرت اور فراوانی خطرناک ہے۔

آپ ﷺ نے قسم کھا کر یہ بات ارشاد فرمائی:

((فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ))

''اللہ کی قسم! میں تم پر فقر و فاقے سے نہیں ڈرتا۔''

((وَلٰكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ)) (بخاري: ٣١٥٨)

''مگر مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ تم پر دنیا کشادہ ہو جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر ہوئی، پھر تم اس کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کوششیں کرنے لگو اور پھر تمھاری وہ مقابلہ بازی تمھیں تباہ و برباد کر دے، جس طرح انھیں تباہ و برباد کیا۔''

آج ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے بارہ گھنٹے کام نہ کیا تو بہت نقصان ہو جائے گا، مگر یہ حقیقت نہیں ہے، یہ دھوکہ ہے، لوح محفوظ میں طے شدہ مقدار سے ایک پائی بھی کم ہونے والی نہیں ہے۔

ہاں آج کے دن میں کام نہ کرنے سے دولت میں جو کمی آئے گی، وہ ظاہر ہے مگر وہ کسی اور موقعے پر پوری ہو جائے گی، آپ کے حصے کی ٹوٹل اماؤنٹ میں یقیناً ایک پائی بھی کم ہونے والی نہیں ہے۔

رزق کے لیے یہ بھاگ دوڑ، یہ بے چینی، بے تابی اور بے قراری انسان کے رزق میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہرگز اضافہ نہیں کر سکتی اور نہ عزت اور وقار کے ساتھ اور ٹھہراؤ کے ساتھ کی جانے والی جائز کوششوں سے کچھ کمی واقع ہونے والی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَرِزْقُكَ لَيْسَ يُنْقِصُهُ التَّأَنِّي
وَلَيْسَ يَزِيْدُ فِي الرِّزْقِ الْعَنَاءُ
إِذَا مَا كُنْتَ ذَا قَلْبٍ قَنُوْعٍ
فَأَنْتَ وَمَالِكُ الدُّنْيَا سَوَاءٌ

”رزق کی تلاش میں ٹھہراؤ اور وقار کی چال سے رزق میں کچھ کمی نہیں آئے گی اور نہ مشقت اور بے چینی سے کچھ اضافہ ہونے والا ہے۔ اگر تمہیں قناعت والا دل نصیب نہ ہو تو پھر تم اور دنیا دار ایک جیسے ہی ہو۔“

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم رمضان المبارک کی قدر جانیں، اس موقع کو غنیمت سمجھیں، نہ جانے یہ موقع دوبارہ ملے نہ ملے۔ ہم وہ بات سننے سے کیوں گھبراتے ہیں، جو حق اور سچ ہے جس کا آنا یقینی ہے، جس سے چشم پوشی اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔ کیا ہم کچھ ایسے لوگوں کو نہیں جانتے جو گذشتہ رمضان المبارک میں موجود تھے مگر آج نہیں ہیں۔

اگر وہ آج اس نعمت سے محروم ہیں اور ہم امید کر رہے ہیں کہ ہم اس مبارک مہینے کو پالیں گے تو کیا اس میں ہماری کوئی خوبی اور کمال ہے یا محض اللہ کا فضل اور احسان ہوگا جو ہمیں یہ مبارک ساعات نصیب ہو جائیں۔ کیا ہم گارنٹی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اگلے سال بھی یہ موقع ملے گا، اور ہم یہ کہہ کر موقع ضائع کر دیں کہ اس بار تو مجھے بہت مصروفیت ہے مگر آئندہ سال رمضان المبارک میں مَیں وقت نکال لوں گا حتی کہ اعتکاف بھی بیٹھوں گا۔ کیا ہم سمجھتے ہیں کہ ہم تندرست وتوانا ہیں اس لیے کچھ سال اور جی لیں گے؟ یہ سراسر دھوکہ ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ:

وَكَمْ مِنْ صَحِيحٍ مَاتَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ
وَكَمْ مِنْ سَقِيمٍ عَاشَ حِينًا مِنَ الدَّهْرِ

''کتنے ہی صحت مند، تندرست بغیر کسی بیماری اور سبب کے فوت ہو گئے اور کتنے ہی بیمار تھے جو ایک عرصے تک زندہ رہے۔''

وَكَمْ مِنْ فَتًى أَمْسَى وَأَصْبَحَ ضَاحِكاً
وَقَدْ نُسِجَتْ أَكْفَانُهُ وَهُوَ لَا يَدْرِي

''اور کتنے ہی نوجوان صبح و شام ہنستے مسکراتے نظر آتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ ان کے کفن تیار ہو چکے ہیں۔''

لٰہذا رمضان المبارک کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور اس کے انعام اور احسان کو سمجھو، اس کا ادراک کرو، کہ خوش نصیب اور سعادت مند وہی ہے جو موقع کو غنیمت جانے اور محروم وہی ہے جو ایسے مواقع ضائع کر دے۔

ایسے مواقع سے مستفید ہونے کی راہ میں آڑ اور رکاوٹ بننے والی چیزوں کو پہچانیں۔

ان کے سرفہرست شیطان تو ہے ہی، مگر اپنا نفس بھی اس کی راہ میں بہت زیادہ رکاوٹ بنتا ہے، پھر وہ دوست واحباب جو گپ شپ اور انٹرٹینمنٹ کے نام سے الجھا دیتے ہیں اور پھر کاروبار جس کے نقصان کا ڈر رہتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾﴾ (التوبہ: ٢٤)

''ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر وہ کوٹھیاں جو تمہیں پسند ہیں۔ تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔"

رمضان المبارک سے استفادے کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں ہیں جن میں سے یہ چند موٹی موٹی ہیں۔

ایک اور رکاوٹ کہ جسے رکاوٹ سمجھنے میں عموماً لوگوں کو دشواری ہوتی ہے وہ ہے ٹی وی۔ کچھ لوگ ٹی وی دیکھنے کے جواز کے لیے دلیل کے طور پر کہتے ہیں کہ ٹی وی پر خبریں دیکھنی ہوتی ہیں۔ اپنے ملک کے حالات کا اور گرد و پیش کا آدمی کو علم ہونا چاہیے۔

یہ بات جو بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں بہت بڑا دھوکہ ہے۔ ان حالات سے آپ باخبر رہنا چاہتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ زندگی میں ایک بار بھی آپ کو اس کی ضرورت پیش نہ آئے مگر ایک وہ خبر کہ جس پر آپ کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار ہے اس کے جاننے کی کوئی فکر نہیں۔

اور وہ خبر ہے قیامت کی، قرآن پاک کی جس صورت میں وہ خبر دی گئی ہے، اس کا نام ہی خبر ہے۔ سورۃ النبأ ہے۔

﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ ۝١ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝٢﴾ (النباء: ۱، ۲)

"یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں، اک بہت بڑی خبر کے متعلق۔"

قرآن پاک اس کو نباء عظیم کہتا ہے اور پھر اس عظیم اور ہولناک خبر کی چند جھلکیاں قرآن پاک میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝١ ﴾

(الحج : ۱)

''لوگو! رب کے غضب سے بچو، قیامت کا زلزلہ یقیناً بڑی ہولناک چیز ہے۔''

﴿ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝٢ ﴾ (الحج : ۲)

''جس روز تم اسے دیکھو گے، حال یہ ہوگا ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہوجائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔''

تو آیئے ہم اس خبر کی فکر کرتے ہوئے آنے والے اس مبارک مہینے کی غنیمت کو جانیں اور اس کی سعادتیں سمیٹنے کی کوشش کریں، اور اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق کی دعا مانگیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان کا آغاز، اخلاصِ نیت اور توبہ کے ساتھ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرہ : ۱۸۳)

رمضان المبارک کی وہ بابرکت اور باسعادت گھڑیاں کہ جن کا انتظار تھا بالآخر قریب آہی گئیں اور نیکیوں کا موسم بہار کہ جس کے لیے اہل ایمان بے تابی و بے قراری سے منتظر تھے سایہ فگن ہونے کو ہے، آج شام یا کل شام وہ مبارک لمحات ان شاءاللہ شروع ہو جائیں گے۔

تو آیئے ان قیمتی لمحات سے مستفید ہونے کے لیے ہم اپنا پروگرام ترتیب دیں، اور لائحہ عمل تیار کریں۔

سب سے پہلے ایک بار پھر ان مبارک لمحات کی قدر و قیمت اور اہمیت کو ذہنوں میں تازہ کر لیں کہ گذشتہ خطبات میں جن کے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، کیونکہ جب تک ذہنی طور پر کوئی شخص کسی چیز سے مطمئن اور دلی طور پر اس کا قائل نہیں ہو جاتا، عملی طور پر اس کا اس میں شریک ہونا بے معنی ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی حرکات وسکنات کہ جس میں آدمی کا دل و دماغ شریک نہ ہو، محض اک مشینی حرکات وسکنات ہوتی ہیں، جو وہ بے دلی سے کر رہا ہوتا ہے، بغیر کسی نظریے اور سوچ اور بغیر کسی عقیدے اور ہدف کے کر رہا ہوتا ہے، اس میں نہ تو وہ لذت پاتا ہے اور نہ اجر و ثواب۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں بہت واضح الفاظ کے ساتھ اعمال کی قبولیت کو ایمان واحتساب کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

(بخاري : ۱۹۰۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھا، اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔''

یہاں ایمان سے مراد رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کا عقیدہ اور ایمان رکھنا اور احتساب کا مطلب اجر و ثواب کی نیت اور امید رکھنا ہے۔

تو جو مسلمان رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے کا عقیدہ و ایمان رکھتے ہوئے اور اجر و ثواب کی طلب اور امید رکھتے ہوئے روزے رکھے گا اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس لیے رمضان المبارک کی برکات سے مستفید ہونے کے لیے اس احساس و شعور کو، اس عقیدے اور ایمان کو ذہن میں مستحضر کرنا اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پانے کی نیت اور امید رکھنا شرطِ لازم ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ صرف روزے ہی نہیں بلکہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، مگر یہاں روزوں کے اجر و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے بالخصوص نیت کا ذکر کیا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پانے کی نیت بھی ہو، شاید اس لیے کہ یہ ایک بہت بڑا اجر ہے اور ایسا نہ ہو کہ لوگ لاعلمی کی وجہ سے اس سے محروم رہ جائیں۔

اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کوئی نیک عمل کر رہے ہوتے ہیں مگر ان کی کوئی نیت نہیں ہوتی، بس یونہی ماحول سے متاثر ہو کر، یا شرم و حیاء کی وجہ سے وہ دن بھر کچھ کھاتے پیتے نہیں اور پھر سوچتے ہیں کہ جب کچھ کھانا پینا ہی نہیں تو چلو روزے ہی رکھ لیتے ہیں۔ تو ایسے روزے جو بغیر ثواب کی نیت کے رکھے گئے ہوں ان کی کوئی حیثیت نہیں، لہٰذا نیت ہونا ضروری ہے اور رمضان المبارک کے فرض روزوں کی نیت کے ساتھ تو اک خصوصی معاملہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کی نیت فجر سے پہلے ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ یُجْمِعِ الصِّیَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَهُ))

(ابو داود: ٢٤٥٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔''

اور نیت کے زبان سے ادا کرنے کے لیے کوئی الفاظ نہیں، نیت دل میں ہوتی ہے، البتہ کچھ لوگوں نے اپنی طرف سے نیت کرنے کے عربی زبان میں الفاظ گھڑ لیے ہیں۔ یہ دین میں اضافہ ہے اس سے ضرور بچنا چاہیے۔

تو رمضان المبارک کے فرض روزوں کی نیت یعنی پختہ ارادہ فجر سے پہلے ہونا ضروری ہے، مگر نفلی روزوں کے لیے ضروری نہیں، نفلی روزے کے لیے فجر کے بعد بھی زوال سے پہلے پہلے کسی بھی وقت روزے کی نیت کر سکتے ہیں بشرطیکہ فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَیْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّی إِذًا صَائِمٌ)) (مسلم: ١١٥٤)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ جب گھر تشریف لائے تو پوچھا کہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ ہم نے کہا نہیں، تو فرمایا: اچھا تو پھر میرا روزہ ہی ہے۔''

تو رمضان المبارک کے روزوں سے مستفید ہونے کے لیے سب سے پہلی اور لازمی چیز رمضان کے روزے فرض ہونے کا ایمان اور ثواب کی نیت ہے۔

اس حدیث میں روزوں کا جو اجر و ثواب بتایا گیا ہے اس کی وضاحت معلوم کرتے چلیں، آپ ﷺ کے فرمان:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

(بخاري: ١٩٠١)

''جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

اس میں گذشتہ تمام گناہوں کی معافی کا مفہوم کیا ہے؟ کیا صرف صغیرہ گناہ معاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں یا کبیرہ بھی معاف ہو جاتے ہیں؟

گذشتہ تمام گناہوں کی معافی یقیناً ایک بہت بڑا اجر اور انعام ہے، مگر جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں یا کبیرہ، تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ صرف صغیرہ گناہ ہی معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ صرف توبہ سے ہی معاف ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ﴾

(النساء : ٣١)

''اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو تمہارے چھوٹے گناہ ہم دور کر دیں گے۔''

اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ)) (مسلم : ٢٣٣)

''پانچ نمازیں، جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک، رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک، اپنے اپنے درمیانی وقفوں کے لیے کفارہ ہوتے ہیں، بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کرتا ہو۔''

تو رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے گذشتہ تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، البتہ کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے۔

رہی بات کہ کبیرہ گناہ کیا ہیں جن کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے؟ تو یوں تو کبیرہ گناہوں کی کوئی باقاعدہ فہرست نہیں دی گئی، البتہ بعض احادیث میں چند گناہوں کا نام لے کر انہیں کبیرہ بتلایا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ -ثلاثا-))

''آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گناہ نہ بتا دوں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار فرمائی۔''

((قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ))

''ہم نے عرض کیا، ضرور اللہ کے رسول ﷺ!''

((قَالَ اَلْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

((وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ أَلَا وَ قَولُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّور، أَلَا وَقَولُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ))

''آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اور خبردار ہو جاؤ! جھوٹی گواہی اور جھوٹ بولنا بھی، جھوٹی گواہی اور جھوٹ بولنا بھی۔''

((فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ لَا يَسْكُتُ)) (بخاري: ٥٩٧٦)

''آپ ﷺ یہ بات بار بار دہراتے جا رہے تھے حتی کہ میں نے دل میں کہا: لگتا ہے کہ آپ خاموشی اختیار نہیں فرمائیں گے۔''

اور ایک حدیث میں سات تباہ کن گناہوں کا ذکر فرمایا کہ جن سے مراد کبیرہ گناہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ))

''سات تباہ کن گناہوں سے بچو!''

((قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟))

''صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اور وہ کون کون سے ہیں؟''

((قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ)) (مسلم: ٨٩)

''فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جنگ سے فرار ہونا، پاک دامن، سیدھی سادھی مؤمن خواتین پر بدکاری کا الزام لگانا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ:

((أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْكَبَائِرُ؟))

''ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کبائر کیا ہیں؟''

((قَالَ: هُنَّ سَبْعٌ ، أَعْظَمُهُنَّ ، إِشْرَاكٌ بِاللّٰهِ))

''فرمایا: وہ سات ہیں، ان میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔''(صحيح النسائی : ٤٠١٢)

تو رمضان المبارک کی برکتوں سے صحیح معنوں میں مستفید ہونے کے لیے سب سے پہلے رمضان کے روزوں کی فرضیت کا عقیدہ رکھتے ہوئے خالص نیت کرنا اور پھر تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کرنا اور پھر دیگر اعمال صالحہ بجالانا ہے۔

رمضان المبارک صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بخشش حاصل کرنے کا اک سنہری موقع ہے، آپ خود ہی غور کریں کہ کیسا عجیب لگے گا اگر کوئی شخص مہینہ بھر بھوک اور پیاس برداشت کرے، فرائض کی پابندی کرے اور نوافل، صدقات وخیرات اور تلاوت قرآن پاک اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام کرے، صرف صغیرہ گناہ بخشوانے کے لیے اور کبیرہ کو ایسے ہی چھوڑ دے، ان سے توبہ واستغفار نہ کرے۔ تعجب ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اتنا دلیر اور جرأتمند ہو جائے کہ کبیرہ گناہوں پر اصرار کرے اور ڈٹا رہے، ان کی تمام تر سنگینی اور شدت کے باوجود!

مثلاً سود ہی کو لیجیے کہ جس پر اس قدر شدید وعید ہے کہ اس کے مرتکب کے خلاف:

❁ :...... اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ فَأْذَنُوا۟ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ﴾

(البقرہ : ٢٧٨، ٢٧٩)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے تمھارے خلاف اعلان جنگ ہے۔''

❀:......اور اس پر اللہ کی لعنت ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ)) (مسلم: ۱۵۹۸)

''آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجی سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر اس کے لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں۔''

❀:......اور اس کا سب سے ہلکا گناہ، اپنی والدہ سے بدکاری کرنے کے گناہ کی شدت کے برابر قرار دیا، فرمایا:

((اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَاباً، وَ اَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ))

(صحيح الجامع : ۳۵۳۹)

''سود تہتر قسم کا ہے اور سب سے معمولی قسم کے سود کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی والدہ سے زنا کرے۔''

اسی طرح سودی معاملہ کرنے والے کے لیے، مزید کئی وعیدیں ہیں، ممکن ہے یہ باتیں سن کر کچھ لوگ خفا ہو جائیں، مگر یہ باتیں میری تو نہیں ہیں، یہ فرامین تو ان کے ہیں جن پر آپ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، میں تو صرف بیان کرنے والا ہوں اور میں اگر بیان نہ بھی کروں تو یہ سنگینی تو اپنی جگہ برقرار رہے گی۔

تعجب ہے کہ سود کے گھر میں رہ کر ہم سکون اور اطمینان اور خوشی محسوس کریں اور ہمیں اپنے چاروں طرف بھڑکتی ہوئی آگ نظر نہ آئے، یہ ایمان کے دیوالیہ پن کی علامت ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہم کیسے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم کبیرہ گناہوں پر مصر رہیں، ٹس سے مس نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی بھی ہو!

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”خَالَفَ مُوسٰى الْخَضِرَ فِي طَرِيْقِ الصُّحْبَةِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ لَهُ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ“

”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے رفاقتِ سفر میں تین بار اختلاف کیا تو خضر علیہ السلام نے ان سے کہہ دیا۔“

﴿هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ﴾ (الكهف: ٧٨)

”بس اب میرا اور تیرا ساتھ ختم ہوا۔“

((وَأَنْتَ تُخَالِفُ اللّٰهَ فِي الْيَومِ مَرَّاتٍ))

”اور تو دن میں کئی بار اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔“

((أَلَا تَخْشَى أَنْ يَقُولَ لَكَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ))

(المدهش لابن الجوزی، ص: ٤٩٠)

”تو ڈرتا نہیں کہ وہ تجھ سے کہہ دے کہ بس اب میرے اور تیرے درمیان علیحدگی ہے۔“

صغیرہ گناہوں پر مصر رہنا بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہوتا ہے چہ جائیکہ کوئی کبیرہ گناہوں پر اڑا رہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ڈر اور خوف بھی نہ ہو۔

گناہوں پر اصرار کے جو نقصانات ہو سکتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی عبادت کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ امام وُھَیب ابن الورد رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ:

”أَيَجِدُ طَعْمَ الْعِبَادَةِ مَنْ يَعْصِي اللّٰهَ؟“

”جو آدمی گناہ کرتا ہے کیا وہ عبادت کی لذت پاتا ہے؟“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"قَالَ: لَا وَلَا مَنْ هَمَّ بِمَعْصِيَةٍ"

(حلية الاولياء وطبقات الاصفياء، ج: ٨، ص: ١٤٤)

"تو فرمایا: نہیں! جو صرف معصیت کا ارادہ بھی کرتا ہے، عبادت کی لذت نہیں پاسکتا۔"

اور یہ سزا ہمیں شاید بہت ہلکی محسوس ہوتی ہو بلکہ سرے سے اس کا احساس ہی نہ ہو مگر حقیقت میں یہ ایک بڑی سزا ہے، لیکن کیا کیا جائے بہت سے لوگ اس سے بھی بڑی سزاؤں کا ادراک نہیں رکھتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے بعض گناہوں پر لعنت کی وعید سنائی ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے گناہوں کے مرتکب ہیں کہ جن پر لعنت کی گئی ہے، مگر انہیں کبھی اس کا شاید احساس ہی نہ ہوا ہو۔

لعنت کا سیدھا سا مفہوم تو یہ ہے کہ خیر اور بھلائی سے دور ہونا، اور بعض سلف صالحین نے اس کا مفہوم یوں بیان کیا کہ:

"لَيْسَتِ اللَّعْنَةُ بِسَوادِ الْوَجْهِ، وَلَا بِنَقْصِ الْمَالِ"

"لعنت کوئی روسیاہی اور مالی نقصان کا نام نہیں۔"

"وَلَكِنْ إِنَّمَا اللَّعْنَةُ أَنْ لَا تَخْرُجَ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا وَقَعْتَ فِي ذَنْبٍ"

(المجالسة وجواهر العلم، ج: ٣، ص: ١٣٦)

"بلکہ لعنت یہ ہے کہ تو ایک گناہ سے نکلے تو ایک دوسرے گناہ میں پھنس جائے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ یہ باتیں ہمیں کڑوی لگتی ہیں، طبیعت پر ناگوار گزرتی ہیں مگر ان سے اعراض اور چشم پوشی اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہوگا۔

میٹھی میٹھی باتیں کرنے والے، لوگوں کو خوش فہمیوں میں مبتلا کرنے والے اور عوام کو فتنوں اور فسادات میں جھونکنے والے اس دور میں بہت نظر آئیں گے۔ مگر بیماری کی تشخیص کر کے صحیح دوا تجویز کرنے والے، امت مسلمہ کے زوال اور انحطاط کے اسباب بتانے والے بہت کم نظر آئیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں اگر اپنی اصلاح کی فکر ہو تو یہ کڑوی باتیں ہمیں نگلنا ہوں گی اور اپنے رویوں اور طرز عمل میں تبدیلی لانا ہوگی۔

یہ دنیا بہت بڑا دھوکہ ہے، قرآن و حدیث میں اس سے بہت زیادہ خبردار کیا گیا ہے، سمجھانے کے لیے متعدد مثالیں اور تشبیہات دی گئی ہیں، مگر لگتا ہے کہ کوئی سننا چاہتا ہی نہیں اور سن لے تو عمل نہیں کرنا چاہتا۔

دنیا کی حقیقت اور مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ﴾ (الحدید : ۲۰)

”جان لو! کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا، زینت اور آپس میں فخر وغرور اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہے۔“

﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا﴾ (الحدید : ۲۰)

”جیسے بارش اور اس کی پیداوار انسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ دینے لگتی ہے پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے۔“

﴿وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰﴾ (الحدید : ۲۰)

”اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی ہے، اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کچھ بھی نہیں۔“

دنیا کی زندگی کو سرعتِ زوال میں کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کھیتی جب شاداب ہوتی ہے تو بڑی اچھی لگتی ہے۔ کاشتکار اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن وہ بہت جلد خشک اور زرد ہو کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے۔

اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ))

''یقیناً یہ دنیا بہت میٹھی اور سرسبز و شاداب ہے۔''

((وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ))

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں اقتدار بخشنے والا ہے اور دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟''

لہٰذا دنیا کی کشش، اس کے فتنوں اور آزمائشوں کو سمجھیں اور ان سے بچیں۔

رمضان المبارک کو موقع غنیمت جانتے ہوئے اس سے استفادے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور خالص توبہ کے ساتھ رمضان المبارک میں داخل ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک اور قربتِ الٰہی کے ذرائع

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ ﴾ (البقرہ : ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے اپنی بے شمار نعمتوں میں سے رمضان المبارک کی صورت میں جو ایک عظیم نعمت مقرر فرما رکھی ہے دنیا بھر میں آج کل مسلمان اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کی برکتوں سے مستفید ہونے اور اس کی سعادتوں کو سمیٹنے کی کوششوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔

اس جذبے اور شوق کو برقرار رکھنے بلکہ دوبالا کرنے کے لیے ہمیں قرآن وحدیث کے پند ونصائح اور مواعظہ حسنہ کو پھر سے ذہن میں تازہ کرنا اور سلف صالحین کی پاکیزہ زندگیوں کے ایمان افروز واقعات کو سننا اور سنانا ہوگا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں رمضان المبارک کے روزوں کی قبولیت کی بلکہ کسی بھی عمل کی قبولیت کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو۔

متعدد آیات واحادیث میں نیت کی درستی اور اس کے شرط لازم ہونے کے بارے میں بتایا گیا ہے، جیسا کہ آپ نے بارہا سن رکھا ہوگا۔

رمضان المبارک کی برکتوں سے صحیح معنوں میں مستفید ہونے کے لیے نیت کی درستی کے ذکر کرنے کے بعد چند اعمال صالحہ کا ذکر کرتے ہیں کہ جو اللہ کے فضل وکرم سے تقویٰ اور قرب الٰہی کے حصول اور مغفرت ذنوب اور جہنم سے خلاصی کا اک ذریعہ اور سبب بن جاتے ہیں۔

تو سب سے پہلا عمل نماز باجماعت کی پابندی اور اہتمام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء : ۱۰۳)

''یقیناً نماز اہل ایمان پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔''

نمازوں میں سستی تو عام دنوں میں بھی قابل قبول نہیں ہے کہ نمازوں میں سستی کرنے والوں کا قرآن وحدیث میں بڑا خوفناک اور بھیانک انجام بتلایا گیا ہے۔قرآن کہتا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ﴾ (الماعون : ٤)

''ویل اور تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے۔''

﴿الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ (الماعون : ٥)

''جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔''

یعنی نماز پڑھتے تو ہیں مگر اس کا اہتمام نہیں کرتے، اگر کسی کام میں مصروف ہوں یا گپ شپ میں مصروف ہوں تو نماز کے وقت کو ٹالتے رہتے ہیں، پھر جب وقت بالکل ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے تو اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتے ہیں اور وہ بھی جب نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو بے دلی کے ساتھ اٹھتے ہیں اور اس طرز عمل کو قرآن پاک میں منافقین کی صفت بتلایا گیا ہے۔

﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَوٰةِ قَامُوا كُسَالَىٰ﴾ (النساء : ١٤٢)

''وہ جب نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے، بے دلی کے ساتھ اٹھتے ہیں۔''

اسی طرح نمازوں میں سستی کے مفہوم میں نماز کے رکوع وسجود اور قیام وقعود کو اس کے آداب وشرائط کے ساتھ ادا نہ کرنا بھی شامل ہے۔

تو نمازوں میں سستی کر کے رمضان المبارک سے مستفید ہونے کا خیال محض خام خیالی ہے اور جو لوگ سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں، صرف صبح سے شام تک کھانے پینے سے باز رہنے کو روزہ سمجھتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں بلکہ وہ اپنے عمل سے اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو رمضان المبارک سے بھی صحیح معنوں میں مستفید ہونے کے لیے خلوص نیت کے بعد سب سے پہلا اور بنیادی کام نماز باجماعت کی پابندی کرنا ہے اور نماز باجماعت کے ضمنی فوائد میں سے ایک بات ذکر کرتے چلیں حدیث میں ہے کہ:

((مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يوماً يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُولَى كُتِبَ بَرَأَتَانِ ، بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَ بَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ)) (ترمذي : ٢٤١)

''جس نے چالیس دن خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی، اس کے لیے دو براءتیں لکھ دی جاتی ہیں: آگ سے براءت اور نفاق سے براءت۔''

اسی طرح رمضان المبارک میں خصوصی توجہ کے حامل اعمال صالحہ میں سے ایک عمل قرآن پاک کی تلاوت کرنا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ رمضان المبارک اور قرآن پاک کا آپس میں اک خاص تعلق ہے اور وہ یہ کہ اسی مبارک مہینے میں قرآن پاک کا نزول ہوا ہے اور رمضان المبارک میں آپ ﷺ کثرت سے تلاوت قرآن پاک اور انفاق فی سبیل اللہ فرماتے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ))

''آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے میں عام لوگوں سے زیادہ سخی تھے، لیکن رمضان میں اور بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔''

((إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ فِيْ رَمَضَانَ حَتَّى يَنسَلِخَ ، فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْقُرآنَ))

''جبریل علیہ السلام ہر سال، رمضان میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے رمضان ختم ہونے تک اور آپ ﷺ انہیں قرآن مجید سناتے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ))

(مسلم : ٢٣٠٨)

''جب جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت تیز ہواؤں سے بھی زیادہ بڑھ جاتی۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ

((كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ)) (بخاري : ٤٩٩٨)

''جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر سال ایک بار قرآن پیش کرتے، جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس سال آپ کے سامنے دو بار قرآن پاک ختم کیا گیا۔''

اور قرآن پاک کا رمضان المبارک کے ساتھ تعلق یوں بھی ہے کہ ایک حدیث میں ان دونوں کی فضیلت کا یوں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے لیے سفارش کریں گے۔''

((يَقُوْلُ الصِّيَامُ: رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ))

''روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔''

((وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ : رَبِّ مَنَعْتُهُ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ))

''اور قرآن کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس بندے کو رات سونے سے روکے رکھا، یعنی راتوں کو جاگ کر میری تلاوت کرتا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((قال فَيُشَفَّعَان)) (صحیح الترغیب : ۱٤۲۹)

''فرمایا: پس دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

اور عام راتوں میں تہجد کی نماز میں آپ ﷺ کو قرآن پاک کی تلاوت کا خصوصی حکم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝٢ نِّصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝٣ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝٤ ﴾ (المزمل : ۱۔٤)

''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے، رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوا کرو، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرلو یا اس سے کچھ زیادہ پڑھ لو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

تو جب عام راتوں میں قرآن پاک کی تلاوت کا یہ حکم ہے تو رمضان المبارک میں تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور محدثین و فقہاء رحمہم اللہ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن پاک کو خاص اہمیت دیتے اور بعض تو اس حد تک قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ وہ رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن پاک ختم کرتے۔ (تاریخ دمشق، ج:۵۱، ص:۳۹۲)

تو رمضان المبارک کی برکتوں سے مستفید ہونے کے لیے خلوص نیت، نماز باجماعت کی پابندی اور تلاوت قرآن پاک کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات کا بھی خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

صدقہ وخیرات کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب کے بارے میں آپ نے بہت کچھ سن رکھا ہوگا، آیئے ایک بار پھر وہ فضیلتیں ذہنوں میں تازہ کرلیں، ایک حدیث ہم نے ابھی سنی کہ آپ ﷺ رمضان المبارک میں عام دنوں سے زیادہ سخاوت فرمایا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((كُلُّ امْرِىءٍ فِي ظَلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ))

(ابن حبان : ٣٣١٠)

''قیامت کے دن ہر آدمی اپنے صدقے کے سایہ میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان معاملات نمٹا دیئے جائیں، فیصلے کر دیئے جائیں۔''

ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا ، وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا))

''جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے باہر کا منظر اندر سے اور اندر کا منظر باہر سے دیکھا جا سکے گا۔''

((فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : لِمَنْ هِيَ يَارَسُولَ اللّٰهِ ؟))

''ایک بدو کھڑا ہوا اور عرض کیا وہ بالا خانے کن لوگوں کے لیے ہوں گے اے اللہ کے رسول ﷺ!''

((قَالَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ؟ ، وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ)) (ترمذی : ١٩٨٤)

''فرمایا: اس شخص کے لیے جس نے اچھی گفتگو کی ،لوگوں کو کھانا کھلایا، روزوں پر ہمیشگی کی اور راتوں میں نماز پڑھی جب کہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔''

اور ایسے ہی ایک حدیث میں ہے کہ:

(وَالصَّدَقَةُ تُطْفِيءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِيءُ الْمَاءُ النَّارَ))

(ترمذي : ٢٦١٦)

''صدقہ گناہ کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔''

اور صدقے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک تو یہ ہے کہ کسی روزہ دار کا روزہ کھلایا جائے، اس کا اجر وثواب آپ کو معلوم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا)) (ترمذي : ٨٠٧)

''جس نے کسی روزے دار کا روزہ افطار کروایا اسے اس روزہ دار جیسا اجر ملے گا، اس کے بغیر کہ روزہ دار کے اجر سے کوئی چیز کم ہو۔''

اور ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَأَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ ، تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً ، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا ، أَوْ تَطْرُدَ عَنْهُ جُوعًا)) (صحيح الترغيب : ٢٦٢٣)

''اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اعمال: خوشی جو تم کسی مسلمان کے دل میں ڈالو، اس سے کوئی تنگی تکلیف دور کردو، اس کی طرف سے قرض ادا کردو، یا اس کی بھوک مٹا دو۔''

اور اس نیکی کی بالخصوص آج کل ضرورت بھی ہے، ہم اپنے گردوپیش پر نظر ڈالیں تو ہر شخص کو اپنے اپنے خاندان کے ایسے بہت سے ضرورت مند، مجبور و بے بس اور مقروض افراد نظر آئیں گے کہ جنہیں ان کے تعاون کی ضرورت ہے، اور وہ ان اصحاب حیثیت کی طرف سے خوشی اور مسرت کی خبر سننے کے منتظر ہیں۔

ان کا وقت تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جائے گا مگر آپ ایک سنہری موقع ضرور ضائع کر دیں گے، اس لیے کھلے دل سے نیک نیتی کے ساتھ ان کا تعاون کریں اور صدقہ کرتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور ان پر احسان جتلا کر اپنا اجر ضائع نہ کر لینا۔

اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ آپ ان کا تعاون کر کے ان پر کوئی احسان نہیں کر رہے ہوں گے بلکہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ)) (النسائي : ٣١٧٩)

''تمہیں صرف تمہارے کمزوروں کی وجہ سے رزق دیا جاتا اور مدد کی جاتی ہے۔''

تو جن کی وجہ سے رزق ملے، انہی کو نظر انداز کر دیں، بہت بڑا امتحان ہے اور ناانصافی ہے، اس لیے صدقہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے صدقہ دینے والا بنایا ہے، ہاتھ پھیلانے والا نہیں، صدقہ و خیرات کے اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ اس کے حسی فوائد بھی ہیں، صدقہ و خیرات کرنے سے مصیبتیں ٹلتی ہیں، پریشانیاں دور ہوتی ہیں، بیماریاں ختم ہوتی ہیں۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ)) (صحيح الترغيب : ٧٤٤)

''اپنے مریضوں کا صدقے سے علاج کرو۔''

یعنی صدقہ کرنے سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ جن میں صدقہ کرنے سے صدقہ کرنے والوں کی بیماریاں اور پریشانیاں دور ہوئیں۔

اور امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فَإِنَّ لِلصَّدَقَةِ تَأْثِيرًا عَجِيبًا فِي دَفْعِ أَنْوَاعِ الْبَلَاءِ''

''طرح طرح کی آزمائشیں اور مصیبتیں دور کرنے میں صدقہ اک بہت ہی عجیب اثر رکھتا ہے۔''

''وَلَوْ كَانَتْ مِنْ فَاجِرٍ أَوْ ظَالِمٍ بَلْ مِنْ كَافِرٍ'' (الوابل الصيب من الكلم الطيب ، ص : ٣١)

''اور صدقہ چاہے کسی فاجر ظالم بلکہ کسی کافر کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو۔''

اور فرمایا:

''وَإِذَا كَانَ اللّٰهُ تعالىٰ قَدْ غَفَرَ لِمَنْ سَقَى كَلْباً عَلَى شِدَّةِ ظَمَئِهِ ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَكَيْفَ بِمَنْ سَقَى الْعُطَاشَ وَكَسَا الْعُرَاةَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" (عمدة الصابرين وذخيرة الشاكرين ، ص : ٢٥٣)

"جب اللہ تعالیٰ نے ایک شدید پیاسے کتے کو پانی پلانے والے کو بخش دیا تو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلانے اور کسی بے لباس مسلمان کو لباس پہنانے والے کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔"

چنانچہ صدقے کی بہت ترغیب دی گئی ہے جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((يَا ابْنَ آدَمَ! اَنفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ)) (مسلم : ٩٩٣)

"اے ابن آدم (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔"

صدقہ کی ترغیب وتاکید، فضیلت اور اجر وثواب میں سننے سنانے کو تو بہت کچھ ہے، مگر یہاں صرف اک اشارہ کرنا ہی مقصود تھا کہ صدقہ کرنے سے دنیا وآخرت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

رمضان المبارک سے مستفید ہونے کے لیے کرنے کے کام تو بہت ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے، اس لیے چند خاص خاص اعمال کا ذکر کیا کہ اگر ان پر توجہ دی جائے اور خلوص نیت سے عمل کیا جائے تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے اہل ہو جائیں اور جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک میں جہنم سے آزاد کرنے کا فیصلہ فرما رکھا ہے، اس میں ہمارا نام بھی شامل ہو جائے۔

چنانچہ اس سلسلے کی آخری بات عرض کرتا ہوں اور وہ ہے دعاء۔

دعاء کی ضرورت، اس کی فضیلت، اس کی اہمیت اور اس کے فوائد کے بارے میں بیان کرنے کے لیے تو اک وقت درکار ہوگا، بس اتنا ذہن میں رکھیں کہ دعا کی اہمیت کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) (ابو داود : ١٤٧٩)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''آپ ﷺ نے فرمایا: دعاء ہی عبادت ہے۔''

دعاء سے زیادہ عظمت والا کوئی عمل نہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ شَيءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ مِنَ الدُّعَاءِ))

(صحيح الترغيب : ١٦٢٩)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں دعاء سے زیادہ قابل تکریم کوئی عمل نہیں ہے۔''

اور قرآن پاک میں دعاء کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ﴾ (الفرقان : ٧٧)

''کہہ دیجیے کہ اگر تمہاری دعاء نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری ہرگز پرواہ نہ کرتا۔''

دعاء مانگتے وقت ایک بات ضرور یاد رہے کہ اپنے فوت شدگان کو نہ بھولیں، بالخصوص والدین کو اور والدین زندہ بھی ہوں تو بھی ان کے لیے ضرور دعاء کریں۔

فوت شدہ والدین کے لیے اگر دعاء نہ کی تو بہت احسان فراموشی ہوگی کہ ہمارا وجود جن کے مرہون منت ہے، جن کے سبب ہم دنیا میں آئے ہیں، جنہوں نے دن رات ایک کر کے، مشقت اور محبت سے ہمیں پالا اور پوسا، آج دنیا کی رونقوں میں کھو کر ہم انہیں نظر انداز کر دیں بہت خود غرضی اور احسان فراموشی ہوگی۔

اور آخر میں ہم سب کے لیے دعوت غور وفکر ہے کہ اگر اس مبارک مہینے میں بھی ان نیکیوں کی توفیق نہیں ہوتی تو پھر مقامِ غور ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ بات بہت واضح ہے کہ یہ قسوتِ قلبی کی علامت ہے، دل سخت ہونے کی اور بدبختی کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک سے صحیح معنوں میں مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اور بدبختی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان کی افادیت، ضبطِ نفس اور برداشت کی صلاحیت

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

شریعت کا بنیادی مقصد اور غرض و غایت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لانا ہے اور یہ مقصد انسان کا مقصدِ تخلیق ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (الذاریات: ۵۶)

''میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

اس مقصد کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو اسباب اختیار فرمائے ہیں، ان میں سے ایک، اور سب سے اہم سبب آپ ﷺ کی بعثت ہے، آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر کچھ ذمہ داریاں سونپیں جن میں سے ایک یہ بیان فرمائی: (وَيُزَكِّيهِمْ) کہ آپ ﷺ لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں، اور تزکیہ کیا ہے؟ تزکیہ نفس انسانی کو بری صفات سے پاک صاف کر کے اسے صفات حمیدہ سے مزین کرنا ہے، چنانچہ اس عمل کو انسان کی کامیابی کے لیے لازم اور اس کی ضمانت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴾ (الشمس: ۹)

''یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔''

رمضان المبارک کے روزوں کا مقصد تو آپ جانتے ہیں کہ تقویٰ بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۲۱)

''تاکہ تم تقویٰ حاصل کرسکو۔''

اور تقویٰ تزکیۂ نفس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، تو آیئے تزکیۂ نفس کے متعلق مزید کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں:

تقویٰ کا مقام دل ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا:

((اَلتَّقْوٰی هَاهُنَا)) (مسلم : ٢٥٦٤)

''کہ تقویٰ یہاں ہے۔''

اور تقویٰ اس دل میں داخل ہوتا ہے جو پاک اور صاف ہو، جو شرک اور بدعت سے پاک ہو، جو صفاتِ ذمیمہ سے پاک ہو، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ طلب کرتے ہوئے تزکیۂ نفس کی دعاء بھی مانگی۔

((اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا ، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا))

(مسلم : ٢٧٢٢)

''اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر دے اور اس کو پاک کر دے کہ تو بہتر پاک کرنے والا ہے۔''

تو رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے جہاں انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، وہاں اس سے پہلے تزکیہ نفس ہوتا ہے، اور اس کے بغیر دل میں تقوی نہیں آ سکتا۔

تو یہ عبادت دیگر عبادات کی طرح نفس کی پاکیزگی کے لیے ہی قرار پائی ہے۔ اس عبادت سے مقصود صرف بھوکا پیاسا رہنا نہیں ہے جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ عبادت یعنی روزہ اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے، جس میں زبان، کان، ہاتھ پاؤں، دل اور دیگر تمام اعضاء و جوارح کا روزہ شامل ہے۔

تنہا بھوکا پیاسا رہنے سے روزے کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ مطلوب ہے، بلکہ ایسا روزہ رکھنے والے کی سرزنش کی گئی ہے اور یہ کہہ کر اس روزے کو ٹھکرا دیا گیا ہے کہ

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)) (بخاري : ١٩٠٣)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص قول زور اور عمل زور نہیں چھوڑتا، اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

اب قولِ زُور اور عملِ زُور کیا ہے؟ آیئے معلوم کرتے ہیں، الـزور کا مطلب ہے: مائل ہونا، حق سے ہٹا ہوا ہونا۔ چنانچہ جھوٹ زور ہے، جھوٹی گواہی زور ہے، شرک زور ہے، اور ہر وہ بات جو حق سے ہٹی ہوئی ہو قول زور ہے۔

اور عمل زُور یہ ہے کہ ایسا بھیس اختیار کرنا، ایسی صفات ظاہر کرنا جو اس میں پائی نہ جاتی ہوں، عمل زُور ہے۔

مثلاً: کوئی شخص عالم نہ ہو مگر علماء کا سا حلیہ اختیار کرے، اپنے عمل سے، اپنے لباس سے اور اپنی گفتگو سے ایسا ظاہر کرے کہ لوگ اسے عالم سمجھنے لگیں، یا مالدار نہ ہو مگر خود کو مالدار ظاہر کرے، یا فقیر نہ ہو مگر فقیروں کا سا حلیہ اختیار کرے، عمل زور ہے، گویا کہ کوئی بھی دعویٰ جو حقیقت کے خلاف ہو، زُور کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

((إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ؟))

''میری ایک سوکن ہے، کیا مجھے اس کا گناہ ہوگا کہ اگر میرا خاوند جو کچھ مجھے دے میں اپنی اس سوکن پر اس سے کچھ مختلف ظاہر کروں۔''

یعنی سوکن کو جلانے کے لیے، یا ان میں پھوٹ ڈالنے کے لیے جھوٹ موٹ سے کہے کہ اس کا خاوند اس لیے یہ کچھ لاتا ہے اور وہ کچھ لاتا ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ)) (بخاري: ٥٢١٩)

''جو شخص کوئی ایسا لبادہ اوڑھے کہ جو اس کے پاس نہیں ہے، تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو جھوٹ کے دو کپڑے پہنے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تو زُور ہر وہ چیز ہے جو حقیقت کے برعکس ہو، وہ علم سے متعلق ہو، تقویٰ و پرہیزگاری سے متعلق ہو، یا حسب ونسب سے متعلق ہو، یا کسی بھی شکل میں ہو زور کہلاتا ہے، اور زور کی یہ تمام ہی شکلیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں اور عام ہیں۔

جائیداد اور دولت وثروت پر اترانا اور اس میں جھوٹے اعداد وشمار بتلانا ایک عام رجحان ہے۔ اپنی جان پہچان اور تعلق و واسطے کے حوالے سے جھوٹے تعلقات ظاہر کرنا تاکہ لوگ عزت و احترام کریں اور وہ مرعوب رہیں، ایک عام سی بات ہے، اسی طرح تقویٰ و پرہیزگاری کا لبادہ اوڑھنا کہ لوگ اسے نیک سمجھیں۔

تو صرف ایسا روزہ کہ جو تمام لوازمات اور فرائض و واجبات کے ساتھ ادا کیا گیا ہو، تقویٰ کے حصول کا سبب بنتا ہے اور ایسے ہی روزے سے تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے اور ایسے ہی روزے سے ضبط نفس کی تربیت ہوتی ہے اور ضبط نفس روزے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، اور اس کی تعلیم یوں دی گئیہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ))

''جب کسی کا روزہ ہو تو فحش گوئی اور بیہودہ باتیں نہ کرے''

((فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ))

(بخاري : ١٩٠٤)

''اور اگر کوئی دوسرا اسے برا بھلا کہے یا لڑنے کی کوشش کرے تو اسے کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں''

آپ جانتے ہیں کہ کوئی شخص اگر برا بھلا کہے اور گالیاں دے، تو گالیاں سن کر خاموش رہنا اور ضبط کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے، یقیناً بہت مشکل ہوتا ہے اور یہاں اس بات کی تربیت دی جا رہی ہے، اور برداشت کرنا سکھایا جا رہا ہے کہ کچھ بھی ہو، آپ نے اس کی تمام تر لغویات کے جواب میں صرف یہی کہنا ہے کہ میں روزے سے ہوں۔

اور برداشت کرنا، ضبط نفس کرنا انسان کی زندگی میں کتنا اہم ہے، اس کو ہم سب اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں خوب سمجھتے ہیں، اگرچہ علمی لحاظ سے ہم اس کی اہمیت اور افادیت سے واقف نہ بھی ہوں۔

شیطان جو کہ ہمہ وقت انسان دشمنی میں مصروف رہتا ہے، اختلاف کی صورت میں، تو تو میں میں کی صورت میں، گالی گلوچ کی صورت میں اسے لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کا اور فتنہ پیدا کرنے کا اک نہایت ہی قیمتی اور سنہری موقع میسر آتا ہے اور وہ عموماً اسے ضائع نہیں جانے دیتا۔

اس لیے حکم ہے کہ:

﴿ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ ﴾ (الأسراء : ۵۳)

''اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ زبان سے وہ بات کریں جو بہترین ہو، شیطان یقیناً انسان کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

شیطان کو انسانوں میں پھوٹ ڈلوانے کے لیے کوئی بہت بڑی بات کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ رائی کا پہاڑ بنانا جانتا ہے، وہ بات کو بتنگڑ بنانے کا فن رکھتا ہے، وہ معمولی سی تلخ کلامی کو خونریزی میں تبدیل کرنا جانتا ہے۔

اور ہم میں سے ہر ایک نے کسی نہ کسی ایسے واقعے کا مشاہدہ ضرور کیا ہوگا، ذاتی تجربہ اگر نہ بھی ہوا ہو، اور تاریخ میں تو ایسے واقعات بے شمار ہیں، مثلاً: حدیث میں ہے کہ:

((جَاءَ رَجُلٌ يَقُودُ آخَرَ بِنِسْعَةٍ ، فَقَالَ : يَارَسُولَ اللّٰهِ ، هَذَا قَتَلَ أَخِي .))

''ایک شخص دوسرے شخص کو چمڑے کی بل دی ہوئی رسی کے ساتھ کھینچتا ہوا آپ ﷺ کے پاس لے کر آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَقَتَلْتَهُ؟))

''تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تو نے اسے قتل کیا ہے؟''

((قَالَ: نَعَمْ قَتَلْتُهُ))

''کہا ہاں میں نے اس کو قتل کیا ہے۔''

((قَالَ كَيْفَ قَتَلْتَهُ))

''فرمایا، کیسے قتل کیا ہے۔''

((قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَهُوَ نَخْتَبِطُ مِنْ شَجَرَةٍ فَسَبَّنِي فَأَغْضَبَنِي فَضَرَبْتُهُ بِالْفَأْسِ عَلَى قَرْنِهِ فَقَتَلْتُهُ)) (مسلم : ١٦٨٠)

''کہا: میں اور وہ ایک درخت سے پتے جھاڑ رہے تھے، اس نے مجھے بُرا بھلا کہا، مجھے غصہ آیا اور میں نے کلہاڑی اس کے سر پر دے ماری اور اسے قتل کر دیا۔''

اسی طرح قتل کے کتنے ہی جرائم ہیں جو اک معمولی سی بات سے شروع ہوتے ہیں، مگر شیطان ان کو ہوا دیتا ہے اور دوسری طرف انسان ضبط نفس نہیں رکھتا ہوتا تو قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ (اعاذنا اللّٰہ وایاکم)

جہاں ایک طرف قتل وخونریزی کا سبب عدم ضبطِ نفس ہوتا ہے، وہاں دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے واقعات کی ابتداء عموماً زبان درازی سے ہوتی ہے، اور سب جانتے ہیں کہ کتنے ہی گھرانے زبان درازی اور عدم ضبطِ نفس کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

یہ مبارک مہینہ ضبط نفس کی تربیت پانے کا مہینہ ہے، اس مبارک مہینے میں روزے کو بچانے کے لیے ضبط نفس کا مظاہرہ کریں گے تو یقیناً رمضان کے بعد کے لیے یہ برداشت اور یہ خوبی اپنا اثر ضرور دکھائے گی۔

اگر آدمی کو یہ معلوم ہو جائے کہ معمولی سی بات پر بھڑک اٹھنا، گالم گلوچ اور دشنام طرازی پر اتر آنا بہادری نہیں بلکہ کمزوری کی علامت ہے، ارادے کی کمزوری، شیطان کے سامنے ڈھیر ہو جانے کی کمزوری، تو آدمی کو ضبط نفس میں مدد ملتی ہے، ایسے موقع پر کون عقلمند اور بہادر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ)) (بخاري: ٦١١٤)

''بہادر وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ لے، بلکہ بہادر اور طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''

یہ خوبی کوئی آسان بات نہیں ہے، یہ ہر ایک کو نہیں ملتی، یہ کسی خوش نصیب کو ہی ملتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ﴾ (حم السجده: ٣٤)

''نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔''

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (حم السجده: ٣٤)

''تم بدی کو اس نیکی سے روکو جو بہترین ہو۔''

﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾﴾

(حم السجده: ٣٤)

''تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت تھی وہ گویا جگری دوست بن گیا ہے۔''

﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾﴾

(حم السجده: ٣٥)

''یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔''

یعنی یہ نسخہ تو بڑا قیمتی ہے، مگر اس کا حصول کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اس کے لیے بڑی ہمت چاہیے، عزم و ارادے کی مضبوطی چاہیے، تو یقیناً اپنے نفس پر قابو پانا بڑی بہادری، قوت برداشت اور دل گردے کا کام ہے، مگر اس مبارک مہینے میں اتنی بڑی سعادت وخوش نصیبی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات کو، اتنی بڑی خوبی اور صفت کو آسان بنا دیا گیا ہے، کسی کی تلخ کلامی اور دشنام طرازی کے جواب میں صرف اتنا کہنا ہے کہ میں روزے سے ہوں، یہ جملہ جہاں آدمی میں قوت برداشت پیدا کرتا ہے، وہاں دوسرے کو شرمندہ بھی کر جاتا ہے۔

عدمِ برداشت کی کمزوری پر قابو پانے کے لیے اور ضبطِ نفس کی خوبی کے حصول کے لیے ہمارے پاس آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے اور پھر آپ کے بعد سلف صالحین رحمہم اللہ کی زندگیوں کے ایمان افروز واقعات بھی موجود ہیں، آپ ﷺ کی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے: حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ)) (ابوداود : ٤٧٨٢)

''فرمایا، جب آدمی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر غصہ ختم ہو جائے تو فبہا ورنہ لیٹ جائے۔''

اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں سے ایک یہ بھی ہے: حدیث میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ))

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، آپ ﷺ کے جسم پر ایک موٹے حاشیے کی نجرانی چادر تھی۔''

((فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً))

''ایک بدو آیا اور اس نے آپ ﷺ کو چادر سے پکڑ کر زور سے کھینچا۔''

((حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ))

''یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے شانے پر زور سے کھینچنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے نشان پڑ گئے۔"

((ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ مُرْ لِی مِنْ مَالِ اللّٰہِ الَّذِی عِنْدَكَ))

"اور کہا: اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے جو آپ کے پاس ہے مجھے بھی کچھ دلواؤ۔"

((فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ)) (بخاري : ٦٠٨٨)

"آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے اور پھر اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا۔"

یوسف علیہ السلام کے واقعے میں بھی اس کا اک نمونہ ملاحظہ کیجیے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روک لینے کی جو تدبیر کی کہ اس کے سامان میں اپنا پیالہ رکھ دیا جو کہ پیمانہ تھا۔ تدبیر کے مطابق یوسف علیہ السلام کے بھائی کو جب چور قرار دیا گیا تو ان کے بھائیوں نے کہا:

﴿قَالُوٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ (یوسف : ۷۷)

"کہنے لگے یہ چوری کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں، اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔"

یوسف علیہ السلام کے سامنے ان پر اتنا بڑا بہتان لگا رہے ہیں، یوسف علیہ السلام چاہتے تو انہیں اس بات کی سزا بھی دے سکتے تھے مگر یوسف علیہ السلام اس بات کو پی گئے۔

﴿فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ﴾ (یوسف : ۷۷)

"یوسف علیہ السلام نے اس حقیقت کو اپنے نفس ہی میں چھپالیا اور ظاہر نہ ہونے دی، پس (زیر لب) اتنا کہہ دیا کہ تم بڑے ہی برے لوگ ہو جو الزام تم لگا رہے ہو اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔"

اسی طرح تاریخ میں سے ایک واقعہ ذکر کرتا چلوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الأحنف بن قیس رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں، یوں تو وہ آپ ﷺ کے دور مبارک میں ہی مسلمان ہوئے تھے، مگر چونکہ وہ آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکے اس لیے صحابی کے درجے کو نہ پہنچ سکے۔

البتہ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی، صبر و تحمل حلم و بردباری میں مشہور تھے، اپنی قوم کے سردار تھے، ان کے ایک اشارے پر ایک لاکھ آدمی لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتا اور یہ بھی نہ پوچھتے کہ ہوا کیا ہے؟

ایک بار اپنی مجلس کی طرف جا رہے تھے اور کوئی آدمی پیچھے پیچھے انہیں گالیاں دیتا ہوا جا رہا تھا، جب اپنی مجلس کے قریب پہنچے تو اس شخص سے کہنے لگے کہ اور کچھ کہنا ہے تو جلدی جلدی کہہ لو، اس نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیوں؟ کہا آگے میرا علاقہ شروع ہو رہا ہے اور اگر کسی نے دیکھ لیا تو تمہیں چھوڑیں گے نہیں، وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس قدر حلیم الطبع کیسے ہوئے؟ بردباری کہاں سے سیکھی۔

کہا: قیس ابن عاصم رضی اللہ عنہ سے۔

ایک بار وہ اپنے ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک شخص کو لایا گیا، ہاتھ بندھے ہوئے تھے، لانے والے نے کہا: آپ کے اس بھتیجے نے آپ کے بیٹے کو قتل کیا ہے، وہ بھتیجے سے پوچھنے لگے تم نے اپنے چچیرے کو قتل کر دیا ہے، صلہ رحمی کو ٹھیس پہنچائی اور گناہ گار ہوا ہے۔

اور پھر ان سے کہا کہ چھوڑ دو، اسے جانے دو اور اپنے بیٹے سے کہا کہ جاؤ اپنی والدہ کو دیت میں اپنی طرف سے ایک سو اونٹ دے دو۔ (العقد الفرید، ج:۲، ص: ۱۳۶)

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان کی بابرکت ساعتیں اور دنیا کی عارضی راحتیں

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ ﴾ (البقرہ : ۱۸۳)

رمضان المبارک جو کہ برکتوں اور سعادتوں کا مہینہ ہے، نیکیوں کا موسم بہار ہے، اک موقعِ غنیمت ہے۔ دانشمندی اور سعادت وخوش بختی کا تقاضا ہے کہ اس سے استفادے کے لیے بھرپور کوشش کی جائے، ہم میں سے کون کس قدر اس کے لیے کوشاں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے بعد ہر شخص ہی اپنے بارے میں بہتر جان سکتا ہے کہ:

﴿ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾ ﴾

(القیامہ : ۱۴ ، ۱۵)

”بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے، چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔“

مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمت وکوشش اور سعی و جدوجہد اپنی جگہ لیکن اس سعادت وخوش بختی کا حصول اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق شامل حال نہ ہو تو انسان کوئی نیکی نہیں کرسکتا، سعادت حاصل نہیں کرسکتا، جیسا کہ اہل جنت، جنت میں جانے کے بعد اس حقیقت کا اقرار واعتراف کریں گے کہ:

﴿ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ﴾ (الاعراف : ۴۳)

”اور ہم خود رہنمائی پانے والے نہ تھے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔“

اور حدیث قدسی ہے، اللہ فرماتے ہیں:

((يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اے میرے بندو! تم سب کے سب بھٹکے ہوئے اور گم گشتہ راہ ہو، الا یہ کہ میں جسے ہدایت دوں، پس مجھ سے ہدایت طلب کرو کہ میں تمہیں ہدایت دوں۔''

تو ایک طرف یہ حقیقت کہ ہدایت اور نیکی کی توفیق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس کی توفیق کے بغیر کوئی نیکی ممکن نہیں اور دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی نیکی، عبادت، عمل صالح اور ہدایت کا اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں، صرف انسان ہی کے فائدے کے لیے ہے چنانچہ اسی حدیث قدسی میں، اللہ فرماتے ہیں،

((یَا عِبَادِی اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّی فَتَضُرُّونِی وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِی فَتَنْفَعُونِی)) (مسلم : ۲۵۷۷)

''اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ کوئی نقصان پہنچاؤ اور میرے فائدے کو نہیں پہنچ سکتے کہ کوئی فائدہ پہنچاؤ۔''

یعنی تمہارے کسی گناہ، سرکشی اور نادانی سے میرا کوئی نقصان نہیں ہے اور تمہاری کسی نیکی سے میرا فائدہ نہیں ہے۔

اور پھر اس بات کی مزید وضاحت یوں فرمائی کہ:

((یَا عِبَادِی لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِیْ مُلْکِی شَیْئًا))

''اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، تمہارے انسان اور جن، سارے کے سارے تم میں سے کسی متقی ترین دل والے شخص کی طرح بن جائیں، تو اس سے میرے ملک میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوگا۔''

((یَاعِبَادِی لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوا عَلَی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْکِی شَیْئًا))

''اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، تمہارے انسان اور جن سارے کے سارے تم میں سے کسی فاجر ترین دل والے شخص کی طرح ہو جائیں تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے میری حکومت میں کوئی نقصان نہیں ہونے والا۔''

اور پھر فرمایا:

((یَا عِبَادِی اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیهَا لَکُمْ ثُمَّ اُوَفِّیکُمْ اِیَّاهَا))

''اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں، میں انہیں تمہارے لیے گن گن کر رکھتا ہوں، پھر تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔''

((فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَلَا یَلُومَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ)) (مسلم: ۲۵۷۷)

''جو اچھا بدلہ پائے، وہ اللہ کی حمد بیان کرے اس کا شکر ادا کرے اور جو کوئی اس کے علاوہ پائے تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔''

اس لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کی صورت میں نیکیوں کا جو موقع عطا فرمایا ہے تو اس میں سراسر انسان ہی کا فائدہ ہے، اسے غنیمت جان کر نیکیاں کر لینے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ ہے اور نہ اسے نظر انداز کر دینے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان ہے۔

مگر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس قدر عنایتوں اور کرم فرمائیوں کو سراہا نہیں جاتا، ان کی قدر نہیں کی جاتی، ان کا شکر ادا نہیں کیا جاتا، انہیں غنیمت نہیں جانا جاتا!

اس قدر بڑی عنایت اور فضل واحسان کہ انسان کی پوری زندگی کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر خطِ تنسیخ پھیر دینے کے لیے یہ ایک مبارک مہینہ عطا فرمایا بلکہ اس میں بھی صرف ایک رات جسے دس راتوں میں تلاش کرنا ہوتا ہے۔

لیکن انسان کا دل نیکی کی طرف مائل ہوتا ہی نہیں، اگر کوئی نیکی کرتا بھی ہے تو بس سرسری سی اور نیم دلی سے، پوری توجہ، انہماک، شوق اور جذبے کے ساتھ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس کے برعکس اپنی تمام تر توجہ اور صلاحیتیں دنیا کے حصول کے لیے وقف کر رکھی ہوتی ہیں۔ متعدد خطبات میں یہ بات سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر ہم اس مبارک مہینے سے مستفید ہونا چاہیں تو ہمیں دنیا کی مصروفیات کو کچھ کم کرنا ہوگا۔ ان مبارک ایام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے کچھ وقت نکالنا ہوگا مگر اس کے برعکس مشاہدہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے رمضان المبارک میں اپنی دنیوی مصروفیات مزید بڑھا لی ہیں۔

تو اصل بات یہ ہے کہ ایک تو دنیا کی کشش نے انسان کی عقل پر پردہ ڈال رکھا ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ کم ہمتی انسان کے ستاروں پر کمند ڈالنے کی راہ میں روکاوٹ بنی ہوئی ہوتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی اس پیشکش کو نظر انداز کرنے اور آخرت سے بے رخی اختیار کرنے کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ طول الأمل بھی ہے یعنی لمبی لمبی امیدیں باندھ لینا جو کہ دنیا کی کشش کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ لمبی لمبی امیدیں انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝٢﴾ (الحجر : ٢)

”بعید نہیں کہ ایک وقت وہ آجائے جب منکرین حق تمنا کریں گے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے، سر تسلیم کر دیا ہوتا۔“

﴿ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝٣﴾

(الحجر : ٣)

”انہیں چھوڑ دیجئے، یہ کھاتے پیتے عیش کرتے اور امیدوں میں کھوئے رہیں، انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔“

امیدیں لگانا اگرچہ انسان کی اک فطری ضرورت اور کمزوری ہے، کہ اگر امیدیں نہ ہوں تو زندگی بے مزہ ہو جائے، ہمت ٹوٹ جائے اور انسان مایوسی کا شکار ہو جائے، امیدیں ایسی حقیقت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَطُولِ الْأَمَلِ)) (بخاري : ٦٤٢٠)

”بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو چیزوں میں جوان رہتا ہے دنیا کی محبت میں اور لمبی اُمیدوں میں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مگر ایسی امیدیں کہ جو آخرت سے انسان کو غافل کر دیں، اس سے نیکی کی توفیق چھین لیں، یقیناً قابل مذمت ہیں، ایسی امیدوں میں کھوئے رہنے کے نقصانات میں سے ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ آدمی اپنی امید کے بر آنے کا انتظار کر رہا ہوتا ہے کہ اس کی اجل اسے آ کے دبوچ لیتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ:

((خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوطًا))

''آپ ﷺ نے کچھ لکیریں کھینچیں۔''

((فَقَالَ هَذَا الْأَمَلُ وَهَذَا أَجَلُهُ))

''ان کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ امیدیں ہیں اور یہ انسان ہے۔''

((فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ جَاءَهُ الْخَطُّ الْأَقْرَبُ)) (بخاري: ٦٤١٨)

''انسان اسی حال میں ہوتا ہے یعنی امیدوں میں کھویا ہوا ہوتا ہے کہ قریب والی لکیر اسے آ لیتی ہے، یعنی موت۔''

لمبی امیدوں کے ساتھ یقینی طور پر انسان لمبی عمر کی امید بھی لگائے ہوتا ہے اور انسان کی عمر کی حقیقت کیا ہے؟ ہم انسان کی عمر کو سالوں میں شمار کرتے ہیں: ساٹھ سال، ستر سال، سو سال، مگر حقیقت میں اس کی عمر کتنی ہے؟ اگر غور کریں تو صرف تین دن اور وہ تین دن ہیں: ایک گزرا ہوا کل، ایک آنے والا کل اور ایک وہ دن جس میں وہ جی رہا ہوتا ہے۔

گزرا ہوا کل انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا، اس میں کوئی ردو بدل نہیں کر سکتا، وہ جیسے تھا ویسا ہی رہے گا۔

آنے والے کل پر بھی اس کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، اس میں پیشگی کچھ نہیں کر سکتا، بلکہ ممکن ہے، آنے والے کل میں مُردوں میں اس کا شمار ہو۔

صرف ایک دن اس کا ہوتا ہے جس میں وہ جی رہا ہوتا ہے اور اس کی حقیقت بھی یہ ہے کہ اس ایک دن میں بھی اس کا صرف ایک لمحہ یا چند لمحے ہوتے ہیں، جس میں انجوائے کر رہا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے، جو لمحہ گزر چکا ہوتا ہے، وہ اس کا نہیں ہوتا اور جو آنے والا ہوتا ہے، اس کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

مثلاً، انسان کسی لذیز ترین اور مہنگی ترین ڈش کی خواہش کرتا ہے، اس کے لیے پیسے جمع کرتا ہے، اس ڈش کی قیمت جمع کرنے کے لیے ممکن ہے اسے چند گھنٹے، ایک دن، چند دن یا پورا مہینہ محنت کرنا پڑے، مگر جب وہ کھانے کے لیے بیٹھتا ہے اور منہ میں نوالہ ڈالتا ہے اور اسے چباتا ہے، تو جتنی دیر وہ نوالہ اس کے منہ میں رہے گا اتنا ہی وقت اس کا ہے، اور نوالہ آدمی کتنی دیر منہ میں عموماً رکھتا ہے، تقریباً تیس سیکنڈ، اس کے بعد اسے حلق میں اتارنا ہوگا یا باہر پھینکنا ہوگا، اس نوالے سے پہلے جو نوالہ کھایا تھا، وہ اس کا نہیں رہا، وہ ماضی ہو گیا اور جو نوالہ وہ اس کے بعد کھانے والا ہے، معلوم نہیں وہ اس کو کھا بھی پائے گا کہ نہیں، اس لیے وہ بھی اس کا نہیں ہے۔

تو گویا کہ اگر بہت زیادہ انسان کی عمر شمار کی جائے تو وہ ایک نوالے کی مدت ہے، ورنہ حقیقت میں تو اس کی عمر ایک لمحہ ہے جس میں وہ سانس لے رہا ہوتا ہے، اور وہی لمحہ اس کے خوش بخت یا بد بخت ہونے میں فرق کرنے والا ہے، وہی لمحہ اس کی ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے کہ موجودہ لمحے میں انسان کی حیثیت کیا ہے، اس موجودہ لمحے میں انسان بامقصد زندگی گزار رہا ہے، یا امیدوں میں کھویا ہوا ہے اور سراب کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔

دنیا کی حقیقت اک سراب ہی ہے، اک دھوکہ ہے، دنیا کی تمام تر لذتیں کہ جن کے پیچھے انسان ہلکان ہوا جاتا ہے ناقص اور ادھوری ہیں، دنیا کی کسی بھی نعمت پر غور کر لیں، ناقص اور ادھوری ہے بلکہ بسا اوقات انسان کسی نعمت سے ہی مر جاتا ہے۔

مثلاً خوشی سے مر جانا، ایک محاورہ ہے مگر حقیقت میں بھی ایسے ہوتا ہے کہ بسا اوقات کوئی شخص خوشی کی خبر سن کر مر جاتا ہے، اسی طرح بعض اوقات بہت خوش ہو کر کھل کھلا کر ہنسنے سے بھی Cardiac Attack ہو جاتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ بسا اوقات آدمی بہت زیادہ ہنستا ہے تو آنکھوں سے آنسو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ پھیپھڑوں میں سانس اٹک جاتی ہے یا کچھ اور، ڈاکٹر حضرات ہی صحیح بتا سکتے ہیں۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایسی ناقص اور ادھوری ہیں کہ خود خوشی بھی کبھی انسان کے لیے جان لیوا ثابت ہو جاتی ہے،تو ایسی خوشیوں اور نعمتوں کی امید پر زندگی گزار دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔

اگر دنیا کی بے ثباتی اور ادھورا پن سمجھ نہ آئے تو ہر خواہش کے ساتھ ایک سوال لگا دو اور وہ سوال یہ کہ اگر وہ خواہش جس کی تمنا لیے ہوئے آدمی زندگی گزار رہا ہو پوری ہو جائے تو پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟

پھر ظاہر بات ہے، آدمی کسی دوسری خواہش کا ذکر کرے گا، اس خواہش کے بعد بھی یہی سوال لگا دو کہ پھر اس کے بعد! پھر کسی تیسری خواہش کا ذکر کرے گا، اس کے ساتھ بھی وہی سوال۔اسی طرح ہر خواہش کے بعد وہی سوال دھراتے جائیں جب تک کہ آخری اور صحیح جواب نہیں مل جاتا اور وہ ہے موت۔

تو آپ کو دنیا کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی کہ وہ حقیقت جو ایک خواہش پوری ہونے سے پہلے بھی ظاہر ہوسکتی ہے، ایک خواہش پوری ہونے کے بعد بھی ظاہر ہوسکتی اور بہت سی خواہشات کے پوری ہونے کے بعد ظاہر ہوسکتی ہے لیکن ظاہر ہر حال میں ہو کر رہے گی۔اس حقیقت کو بھول جانا جو حتمی اور لازمی ہے، اسے نظر انداز کر دینا اور اس پر دوسری خواہشات کو ترجیح دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔

انسان کی شخصیت اور اس کی حیثیت کو اس کی خواہشات سے ہی جانا جاتا ہے کہ اس کی سوچ کیا ہے، اس کے ارادے اور اس کی خواہشات کیا ہیں؟

بلند ہمت لوگوں کے بلند ارادے ہوتے ہیں اور پست ہمت لوگوں کے پست ارادے۔

کوئی مکھی پھولوں پر بیٹھنے والی ہوتی ہے اور کوئی گندگی کے ڈھیر پر۔

ہماری تمام تر سوچ دنیوی لذتوں کے گرد گھومتی ہے، کھانا، لباس، گاڑیاں، کوٹھیاں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاروبار وغیرہ الا ما شاء اللہ۔ ہمارے ہاں کامیابی کا معیار یہی چیزیں ہیں اور ناکامی انہیں چیزوں کا فقدان۔ مگر کامیابی اور ناکامی کا معیار جو قرآن وحدیث بتلاتے ہیں اس پر کوئی کان نہیں دھرتا۔

کامیابی کا معیار یہ ہے کہ:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

''جو جہنم سے بچا کر کے جنت میں داخل کیا گیا بس وہ کامیاب ہے۔''

اور ناکامی کا معیار بھی بیان فرمایا:

﴿إِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾

(الزمر : ۱۵)

''ناکام ہونے والے، گھاٹا پانے والے وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈالا۔''

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی کامیابی اور ناکامی کے معیار کو اس پر پرکھیں، کیا ہم جہنم سے بچتے ہوئے جنت میں جانا چاہتے ہیں؟ اور اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر اس کے لیے تیاری کیا ہے؟ اور کیا ہم اس ناکامی سے بچنا چاہتے ہیں جو قرآن نے بتلائی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اس کے لیے ہمارے کوششیں کیا ہیں؟

یاد رکھیں کہ خواہش اور ہمت کے مطابق ہی انسان کو مقام ملتا ہے، ہماری خواہشات کیا ہیں اور ان کے مطابق ہماری کوششیں کیا ہیں، اس کا جائزہ لینا چاہیے۔

مثلاً جنت میں بلند مقام پانے والوں میں سے ایک کا ذکر حدیث میں یوں آیا ہے کہ

((يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا))

''قرآن والے سے کہا جائے گا، یعنی جو پابندی سے اور کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ (اقْرَأْ وَارْتَقِ) پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا))

''اور ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا جا، جس طرح دنیا میں کیا کرتا تھا۔''

((فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا)) (ترمذي : ٢٩١٤)

''تیری منزل آخری آیت تک ہے جو تو پڑھا کرتا تھا۔''

اب ہم، عام دنوں کی بات تو چھوڑیئے، اس مبارک مہینے میں ہم میں سے کس نے کم از کم ایک بار قرآن پاک ختم کیا ہوگا۔ یقیناً ایسے خوش قسمت لوگ بھی ہیں جنھوں نے ایک سے زیادہ بار تلاوت کی ہوگی مگر بہت سے ایسے بھی ہوں گے جنھوں نے شاید ایک بار بھی نہ پڑھا ہو۔ اگر معاملہ ایسا ہے تو پھر غور کرنا ہوگا کہ ہماری منزل کیا ہے، ہماری خواہش کیا ہے اور ہمت کیا ہے؟

دنیا کے حساب سے ایک کامیاب انسان کی نشانی یہ ہے کہ اس کی منزل متعین ہو اور ہمت بلند ہو، بحیثیت مسلمان، آخرت کے لحاظ سے ہماری منزل متعین ہے، بس بلند ہمتی کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بلند ہمتی نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک تقویٰ وتطہیر اور تزکیہ وتعمیر

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ ﴾ (البقرہ : ۱۸۳)

رمضان المبارک کے روزوں کا مقصد جیسا کہ آپ جانتے ہیں، قرآن پاک میں واضح طور پر تقویٰ بیان کیا گیا ہے، اور تقویٰ ایک ایسی خوبی اور صفت ہے جو اپنے اندر مزید بہت سی صفات کو سموئے ہوئے ہے۔

تو جب ہم روزوں کے مقصد اور غرض و غایت کی بات کرتے ہیں تو اس میں تقویٰ کے ساتھ ساتھ اس کی ذیلی صفات از خود شامل ہوجاتی ہیں کہ جس میں صبر ہے، تزکیۂ نفس ہے، خشیت الٰہی ہے، مراقبۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا تصور ہے اور اسی طرح اور کتنی ہی صفات ہیں جو کہ آپس میں باہم ربط وتعلق رکھتی ہیں، وہ کہیں تقویٰ کی ذیلی صفات کے لحاظ سے ظاہر ہوتی ہیں، کہیں اس کے فوائد وثمرات کے اعتبار سے اور کہیں اسباب کے طور پر۔

تاہم یوں تو تمام ہی اسلامی عبادات بنیادی طور پر تطہیر القلوب کا کام کرتی ہیں مگر عبادتِ صوم طہارتِ قلبی میں اک خاص ہی انداز، طریقہ اور اثر رکھتی ہے۔

روزہ دل کو تمام قسم کی آلائشوں سے پاک صاف کرتا ہے، پیٹ اور شرم گاہ کی خواہشات کو کنٹرول کرنے کی ابتداء کرتے ہوئے، اعضاء و جوارح کی تطہیر و اصلاح سے گزرتے ہوئے، تزکیۂ نفس پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، جس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اسلامی احکام کا آغاز ہی عموماً کتاب الطہارت سے ہوتا ہے جس میں طہارت ونجاست کے فرق کو اور پاکیزگی حاصل کرنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طریقوں کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس کے برعکس زمانۂ جاہلیت کے لوگ تو درکنار آج کی مہذب ترین قومیں بھی طہارت کے اسلامی تصور کے قریب تک نہیں پہنچ سکیں۔

اسلامی شرعی اصطلاح میں لفظِ ''طہارت'' ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں اس کا کوئی ہم معنی لفظ نہیں پایا جاتا۔

اسلام مسلمان کو ہر قسم کی غلاظت اور گندگی سے پاک دیکھنا چاہتا ہے وہ گندگی عقائد و خیالات کی ہو، اخلاق و اعمال کی ہو، یا جسم، لباس اور رہن سہن کی ہو، وہ گندگی حسی ہو یا معنوی ہو، البتہ عبادات کے ذریعے جس طہارت کی بات ہوتی ہے اس کے دو مفہوم ہیں، ایک صغیرہ گناہوں کی معافی، جو کہ آدمی کے نامہ اعمال سے حذف کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ آیات و احادیث سے ظاہر ہے، جن میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

(بخاري : ١٩٠١)

''جس نے رمضان کے روزے رکھے، ایمان کے ساتھ اور اجر وثواب کی نیت سے، اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

اور اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ دوسری احادیث سے پتا چلتا ہے،

((الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ)) (مسلم : ٢٣٣)

''پانچوں نمازیں، اور جمعہ، جمعے تک، اور رمضان، رمضان تک اپنے درمیانی عرصے کے دوران کیے گئے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔''

اور عبادات کے ذریعے طہارت حاصل ہونے کا دوسرا مفہوم ہے: گناہوں کی گندگی سے زنگ آلود ہونے والے دلوں کو پاک صاف کرنا، اس سے بُری خصلتوں اور اخلاق

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ذمیمہ کو دور کرنا اور ان کی جگہ اچھی صفات پیدا کرنا، اور رمضان المبارک کے روزوں کے مقصد میں یہ دونوں باتیں شامل ہیں۔

اور ہم آج کی گفتگو میں طہارت کے اس دوسرے مفہوم پر ہی بات کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

طہارت کے اس دوسرے مفہوم کا نام ہے تزکیۃ النفس اور تزکیۃ النفس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوقات کی ہر لحہ نگرانی کرتے رہنے کا تصور دل میں پختہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَـلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ))

''تین کام جس نے کر لیے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا، لذت پالی۔''

۱۔ ((مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَأَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ))

''جس نے ایک اللہ کی عبادت کی اور اس عقیدے اور ایمان کے ساتھ کی کہ اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔''

۲۔ ((وَأَعْـطَى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ، وَلَا يُـعْـطِي الْهَـرِمَةَ، وَلَا الـدَّرِنَةَ وَلَا الْـمَـرِيْضَةَ وَلَا الشَّرَطَ اللَّئِيْمَةَ، وَلَكِنْ مِنْ أَوْسَطِ أَمْوَالِكُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهُ وَلَا يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهِ))

اور دوسرا کام یہ کہ وہ اپنے مال کی زکاۃ ادا کرے، خوش دلی سے، اس کا نفس اسے ہر سال زکاۃ کی ادائیگی کے لیے اس کا مددگار ہو، وہ زکاۃ میں جو جانور دے وہ بوڑھا نہ ہو، خارش زدہ نہ ہو، بیمار نہ ہو، گھٹیا اور کمینہ نہ ہو، بلکہ درمیانہ ہو، کہ اللہ تعالیٰ تم سے اچھا مال نہیں مانگتے اور نہ برا مال نکالنے کا حکم دیتے ہیں۔

۳۔ ((وَزَكَّى نَفْسَهُ))

اور تیسرا کام یہ کہ وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔

((فَقَالَ رَجُلٌ وَمَا تَزْكِيَةُ النَّفْسِ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ایک شخص نے دریافت کیا کہ تزکیۃ النفس کیا ہے؟''

((فَقَالَ: أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ)) (رواه الطبراني وصححه الالباني في الصحيحة ، برقم : ١٠٤٦)

''تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تزکیۃ النفس یہ ہے کہ آدمی یہ جانتا ہو کہ وہ جہاں بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔''

تو تزکیۃ النفس کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی معیت کا احساس اور شعور جاگزیں ہو،اورتزکیۃ النفس صیام رمضان کے مقاصد میں سے ایک ہے، کہ یہ تقویٰ کے اولین فوائد وثمرات اور نتائج میں سے ہے،اورآپ جانتے ہیں کہ رمضان المبارک کے روزوں میں جوسب سے زیادہ نمایاں اورسب سے بنیادی چیز ہے، وہ صبح سے شام تک کھانا پینا ترک کیے رکھنا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تقویٰ اورتزکیہ نفس کا کھانے پینے کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

کھانے پینے کا تزکیہ نفس کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور وہ یوں کہ تقویٰ اور تزکیہ کا مقام دل ہے اور دل کوخراب کرنے والی چیزوں میں سے ایک کھانا پینا بھی ہے،کھانا پینا دل پر دو طرح سے اثر انداز ہوتا ہے،ایک معنوی لحاظ سے اورایک حسی لحاظ سے۔

معنوی لحاظ کا مطلب ہے کہ بعض قسم کا کھانا ایسا ہوتا ہے کہ اس سے انسان گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور پھراس گناہ کی نحوست اوراس کی سزا کے آثار ظاہر ہوتے ہیں،جیسے حرام رزق کھانا، یعنی ایسے مال سے کھانا جوحرام طریقے سے حاصل کیا گیا ہو،حرام کاروبار کے ذریعے، یا چوری، ڈکیتی اورفراڈ کے ذریعے، رشوت کے ذریعے یا حرام جانوروں کا گوشت کھانا اورحرام چیزیں پینا وغیرہ۔تو کھانے کی اس قسم سے دل پر معنوی اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ انسان گناہ کا رسیا ہو جاتا ہے، دین سے دور ہوتا اوراللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غصے کا مستحق ٹھہرتا ہےاوراس کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔

دوسری چیز کہ کھانا پینا حسی اعتبار سے انسان پراثر انداز ہوتا ہےاور وہ ہے کھانے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدار کے ذریعے۔ یعنی ضرورت سے زیادہ کھانا۔ جب انسان ضرورت سے زیادہ کھانا کھاتا ہے، اگرچہ حلال ہی کھاتا ہے مگر اس کا ایک طبعی اور فطری نتیجہ یہ ہوتا ہے، آدمی کا جسم بوجھل ہوجاتا ہے، سستی پیدا ہوجاتی ہے، جو زیادہ کھاتا ہے، وہ زیادہ سوتا ہے اور زیادہ کھوتا ہے، یعنی اجر وثواب سے محروم رہتا ہے۔

مگر زیادہ کھانے کا جو سب سے زیادہ نقصان ہوتا ہے، وہ اس شکل میں ہوتا ہے کہ زیادہ کھانے سے آدمی کی انتڑیاں زیادہ کھل جاتی ہیں اور شیطان جو انسان کے خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے اس کے لیے گزرنا آسان ہوجاتا ہے اور پھر وہ خوب انسان پر اپنے کرتب آزماتا اور اسے تختۂ مشق بناتا ہے۔ تو یوں زیادہ کھانا پینا تقویٰ اور تزکیہ نفس کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے، جبکہ بھوک تزکیہ نفس کے لیے راہ ہموار کرتی ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ)) (ترمذي : ٢٣٨٠)

''کسی آدمی نے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن کبھی نہیں بھرا۔''

پیٹ کو برتن سے تشبیہ دی کہ ایک تو اس سے پیٹ کی کم اہمیتی ظاہر ہوتی ہے کہ جس طرح برتن آدمی کی ضروریات زندگی میں سے ایک ہے کہ اس کی اہمیت بس اتنی ہے کہ ضرورت پڑنے پر اس میں کچھ چیز ڈال لی جاتی ہے۔

اسی طرح پیٹ کی بھی بس اتنی سی اہمیت ہے کہ کمر سیدھی کرنے کے لیے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے، چنانچہ فرمایا:

((بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ))

''ابن آدم کو چند نوالے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی کردیں۔''

یعنی اگر اس برتن میں کچھ ڈالنا ہی ہے تو بس اتنا سا کہ چند نوالے ہوں کہ جن سے کمر سیدھی ہوجائے۔

((فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ))

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

’’اور اگر ضرور ہی اس سے زیادہ کھانا ہو تو پھر:‘‘

((فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ)) (ترمذي : ٢٣٨٠)

’’تو پھر پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے ہو، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی حصہ سانس کے لیے۔‘‘

اب لوگ کس طرح کھاتے پیتے ہیں، آپ جانتے ہی ہیں،ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی دیکھے ہوں گے کہ جب کھانے لیے بیٹھے ہیں تو ازار بند اور بیلٹ ڈھیلی کر لیتے اور آستین چڑھا لیتے ہیں اور خوب جم کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر ایسا کھاتے ہیں کہ پانی اور سانس کے لیے جگہ نہیں چھوڑتے، آپ نے کبھی دیکھا ہوگا کہ بسا اوقات لوگ اتنا کھا لیتے ہیں کہ انہیں سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔

تو انسان میں تقویٰ پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک مہینہ مقرر فرمایا ہے کہ جس میں بڑے بڑے شیطانوں کو قید کر کے اور روزے فرض کرتے ہوئے معینہ اوقات میں کھانے پینے پر پابندی لگا کر شیطان کے تسلط سے بچنے کے لیے ماحول فراہم کیا اور قیام اللیل اور دیگر نیک اعمال کی ترغیب دی تا کہ تقویٰ کا حصول ممکن ہو سکے۔

روزے کے بنیادی اور اساسی مقصد تقویٰ کے ساتھ ساتھ اس کی ذیلی صفات میں سے ایک ضبط نفس کی صفت بھی ہے، روزہ انسان میں ضبطِ نفس پیدا کرتا ہے، دوسرے الفاظ میں انسان کی خواہشات منضبط کرتا ہے انہیں قابو میں کرتا ہے اور اگر نفس کی سرکشیاں سمجھ میں آجائیں تو پھر ضبط نفس سے زیادہ موزوں الفاظ: خواہشاتِ نفس کو نکیل ڈالنا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اس پر کشش دنیا میں نفس انسانی کو جب کوئی چیز پسند آتی ہے، کوئی کار، کوئی کوٹھی، کوئی بزنس، تو اس کے منہ سے رالیں ٹپکنے لگتی ہیں۔ وہ اس کی طرف لپکتا ہے، اس کے لیے تڑپتا ہے، اس کے لیے بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے بچوں کی طرح ضد کرتا ہے اور سرکش جانوروں کی طرح رسیاں تڑواتا ہے، جائز اور ناجائز، حلال اور حرام کی تمیز بھول جاتا ہے، تو ایسے میں ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے جذبات

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

کو ٹھنڈا کرنے اور ضبطِ نفس پیدا کرنے کی، اور روزہ ایسی کیفیت کا بہترین علاج ہے۔

اس ہیجانی کیفیت سے نکلنے کے لیے اسے ضرورت ہوتی ہے تفریحِ نفس کی اور تفریحِ نفس سے مراد آیات و احادیث سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ دو شخص سروں پر بوجھ اٹھائے ایک دوسرے کے ساتھ شعروں میں باتیں کرتے ہوئے جا رہے ہیں کہ ایک آدمی ایک شعر پڑھتا، دوسرا اس کو سنتا اور پھر اس جیسا جواب اس کو دیتا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے غور کیا تو سمجھ یہ آئی کہ وہ بوجھ کی مشقت کم کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں، کہ ان میں سے ہر ایک اپنی سوچ اور فکر اور اپنی توجہ دوسرے کے شعر سننے میں لگا دیتا ہے اور پھر اس کا جواب دینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو یوں سفر بغیر مشقت کے احساس سے کٹ جاتا ہے۔ (صيد الخاطر : ۹۹)

ہم بھی بہت بڑی مشقتوں سے دوچار ہیں، ہم پر بھی بہت سی چیزوں کا بوجھ ہے، فجر کی نماز کا بوجھ ہے، صدقہ و خیرات اور زکاۃ ادا کرنے کا بوجھ ہے، روزوں کی مشقت اور حج کی صعوبتیں ہیں، حلال پر قائم رہنے اور حرام سے بچنے کی مشقت ہے۔

تو زندگی کے اس سفر میں ان مشقتوں اور صعوبتوں کے احساس کو کم کرنے کے لیے ہمیں شتربان کے نغمے کی طرح اک حادی کی ضرورت ہے۔

عربوں میں یہ رواج تھا کہ دورانِ سفر اونٹ جب تھک جاتے، چل چل کر اکتا جاتے اور آہستہ ہو جاتے، تو شتربان یعنی اونٹوں کو چلانے والا شخص اک خاص ترنم سے شعر پڑھتا تو اس ترنم کا اونٹوں پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ چاق و چوبند ہو جاتے اور تیز رفتار ہو جاتے۔

اور جیسا کہ حدیث میں بھی ہے، آپ ﷺ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو امہات المؤمنین بھی ساتھ تھیں، ان کے اونٹوں کو چلا کر لے جانے والا آپ ﷺ کا ایک خادم تھا، جس کا نام انجشہ تھا، خوبصورت آواز تھی، انجشہ نے جب شعر پڑھنے شروع کیے تو اونٹ تیز رفتار ہو گئے، اب خواتین مردوں کی نسبت بہت کمزور ہوتی ہیں اور تیز رفتار اونٹ پر سفر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے ہمت اور طاقت کی ضرورت ہوتی ہے، وگرنہ گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے یہ کیفیت دیکھ کر ایک خوبصورت تشبیہ کے ساتھ فرمایا:

((رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ! لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ)) (بخاري : ٦٢١١)

''اے انجشہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر، آبگینے نہ توڑ (کہیں یہ شیشے ٹوٹ نہ جائیں)۔''

یعنی عورتیں کمزور اور نازک ہوتی ہیں، اس لیے ذرا دھیان رہے۔

تو جس طرح اونٹ حادی کی آواز سن کر اپنی تھکن بھول جاتے ہیں، ان میں نشاط اور چستی آجاتی ہے، پھر سے تازہ دم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح زندگی کے اس پرمشقت اور پرفتن سفر اور دور میں ہمیں بھی تفریحِ نفس مہیا کرنے والا چاہیے، جو ہماری تمام مشقتیں بھلا دے اور ہم سفر آخرت کے لیے پھر سے تازہ دم ہوجائیں۔

اور احادیث مبارکہ شتربان کے نغموں کی طرح تو نہیں ہیں، اور نہ ہم اونٹوں کی طرح ہیں۔ اونٹ تو صرف آواز سے متاثر ہوتے ہیں، وہ کوئی سمجھتے بوجھتے تھوڑی ہیں۔ وہ تو:

﴿ كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ﴾ (البقره : ١٧١)

جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے۔

جب کہ ہمارا معاملہ ان سے مختلف ہے، ہم ایک طے شدہ مقصد کے ساتھ، ایک متعین منزل کی طرف رواں دواں ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴾ (الانشقاق : ٦)

''اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے، اور اس سے ملنے والا ہے۔''

تو ہم اپنے رب سے ملاقات کا مقصد لیے اپنی منزل کی طرف چلے جا رہے ہیں اور اس سفر میں ہمیں تفریحِ نفس کی ضرورت ہے، یعنی آیات و احادیث سننے اور پڑھنے کی ضرورت ہے جن میں اجر وثواب بتلایا گیا ہے اور وعید سنائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید الفطر، یوم الشکر

اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر ، لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ، وللّٰہ الحمد ، ان الحمد للّٰہ......

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝١٨٥ ﴾

(البقرہ : ١٨٥)

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ہر قوم کے ہاں کوئی نہ کوئی خوشی کا تہوار ضرور ہوتا ہے، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے خوشی کے دو دن عطا فرما رکھے ہیں، عید الفطر اور عید الأضحیٰ۔

آج عید الفطر کا دن ہے، جو کہ یقیناً خوشی اور مسرت کا دن ہے، یہ خوشی کیوں ہے؟ یہ خوشی رمضان المبارک کے اختتام پر تکمیلِ عباداتِ مقررہ کی سعادت حاصل کرنے کی خوشی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ))

”روزے دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔“

((فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ))

”ایک خوشی اس کے افطار کے وقت۔“

((وَفَرْحَةٌ حِيْنَ يَلْقَى رَبَّهُ)) (بخاري : ٧٤٩٢)

”اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔“

افطار کے وقت جو خوشی ہوتی ہے، وہ ایک جِبلّی اور فطری خوشی ہے، کہ فطری طور پر انسان کھانے پینے کی طرف میلان اور رجحان رکھتا ہے، لیکن جب کھانا بھوک کے وقت اور ایک پابندی کے بعد میسر آئے تو اس کی ایک الگ ہی خوشی ہوتی ہے، لہٰذا فطاری کے وقت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انسان کو یقیناً ایک خوشی ہوتی ہے، اس کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے۔

تو ایک طرف یہ انسان کی جبلی خوشی ہے اور دوسری طرف یہ اس کی شرعی خوشی بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس خوشی کا موقع عطا فرمایا ہے، یہ خوشی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کے بندے اس خوشی سے خوش ہوں، چنانچہ حدیث میں ہے، حدیث قدسی ہے، اللہ فرماتے ہیں:

((أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا)) (ابن حبان : ٣٤٢٣)

''میرے بندوں میں سے وہ بندے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں۔''

اس حدیث میں اگرچہ کچھ ضعف ہے، مگر تعجیلِ افطار کے حوالے سے ایک صحیح حدیث بھی ہے:

((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوْا الْفِطْرَ .)) (بخاري : ١٩٥٧)

''لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔''

افطار میں جلدی کرنے کا مطلب، وقت سے پہلے افطار کرنا نہیں، بلکہ افطار کا وقت ہوتے ہی فوراً افطار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا افطار میں جلدی کرنا کیوں پسند ہے، اس میں یقیناً حکمتیں ہیں، جن میں سے ایک یہ سمجھ میں آتی ہے، کہ بندہ جب رنگا رنگ کے ماکولات ومشروبات سامنے رکھے بار بار گھڑی کو دیکھ رہا ہوتا ہے یا مؤذن کی اذان کا منتظر ہوتا ہے تو اس کی اس کیفیت پر ترس اور پیار آتا ہے اور اس کی یہ حالت فرمانبرداری کی بہترین مثال اور خوبصورت منظر پیش کر رہی ہوتی ہے۔

اس کے برعکس اگر افطاری کا وقت ہو چکا ہو اور آدمی اپنے کسی کام میں مصروف رہے اور کہے کہ مجھے کوئی اتنی جلدی نہیں ہے، میں گھنٹے دو گھنٹے اب اور برداشت کر سکتا ہوں تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا یہ رویہ، یہ انداز، ایک قسم کی لاپرواہی، بے نیازی اور استغنا ظاہر کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے، اس کی ہدایتوں اور اس کے احکامات سے اعراض ہے، ان سے بے نیازی ہے جبکہ ایک مخلوق کو اور وہ بھی کمزور سی مخلوق کو بے نیازی زیب نہیں دیتی۔

تو افطار کے وقت انسان کو اک فطری خوشی حاصل ہوتی ہے، مگر اک بڑی اور سب سے بڑی خوشی اسے اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی جب اسے اس اجر اور برداشت کا اور اس فرمانبرداری کا اجر و ثواب ملے گا۔

اسی طرح رمضان المبارک کے اختتام پر یوم تشکر کے طور پر خوشی کا دن منانے کا موقع عطا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾﴾

(البقرہ : ۱۸۵)

''تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں سرفراز کیا ہے اس پر اللہ کی کبریائی بیان کرو اور اس کا شکر بجا لاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں روزوں کی جو توفیق بخشی اور جو ہدایت نصیب فرمائی، اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں،

اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر ، لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ، وللّٰہ الحمد .

آج ایک طرف اگرچہ ہم عید الفطر کی شرعی خوشیاں منا رہے ہیں، مگر دوسری طرف ہمارے دل غم و حزن سے معمور ہیں، خون کے آنسو رو رہے ہیں، ہم اپنے بے گناہ مسلمان بھائیوں کی، ماؤں اور بہنوں کی لاشیں گرتی ہوئی دیکھتے ہیں، ان پر ظلم و زیادتی کے مناظر دیکھتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے، دل کڑھتا ہے۔

آج امت مسلمہ جس دور سے گزر رہی ہے، یقیناً انتہائی کٹھن دور ہے مگر یہ تکلیفیں، یہ سزائیں، یہ ظلم و ستم مسلمانوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے، ہماری تاریخ اس سے بھری پڑی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، لیکن ہم اگر مسلمانوں کی آج کی اس حالت زار کا، اس بے بسی اور بے کسی کا جائزہ لیں تو حقیقت یہ ہے کہ جہاں ہم اغیار کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، وہاں اس سے زیادہ ہم خود اس کے ذمہ دار اور قصور وار ہیں، ہم اگر اپنے طرز عمل پر غور کریں تو صاف نظر آئے گا کہ ہمارے قول اور فعل میں تضادات ہیں، ہمارا دعویٰ ایمانی کھوکھلا ہے، ہمارے گھروں کا ماحول اسلامی نہیں، ہمارے کاروبار اسلامی نہیں، ہمارے شادی بیاہ کے معاملات اسلامی نہیں، ہمارا میڈیا اسلامی اخلاقیات کے سراسر مخالف سمت پر ہے، ہمارا رہن سہن، کھانا پینا غرضیکہ کوئی بھی معاملہ اسلامی نہیں، ہاں اسلام کی اک چھاپ ضرور ہے یا کچھ لوگ اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں، باقی صرف دعویٰ ہی ہے۔

یہ موضوع بہت طویل ہے، اس کی تفصیلات تھوڑے سے وقت میں بیان نہیں کی جا سکتیں، مگر خلاصہ یہ ہے کہ:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴾ (الرعد: ١١)

''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدل لیں۔''

تو اگرچہ حقیقت حال یہ ہے کہ آج ہماری یہ حالت زار ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے اور اس بدحالی کو بدلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل ہے کہ جب لوگ اپنی حالت بدل لیں گے کہ جس کی وجہ سے ان پر یہ سزائیں مسلط کی گئی ہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی حالت بدل دیں گے، یعنی انہیں فتح و کامرانی نصیب ہوگی، عزت و افتخار حاصل ہوگا اور دنیا میں اقتدار عطا ہوگا، جیسا کہ متعدد آیات و احادیث سے واضح ہے۔

تاہم مایوس نہیں، حالات بدلنے کے آثار نمایاں ہیں اور دن بدن مزید واضح ہوتے جا رہے ہیں، احادیث میں اس کی جو پیش گوئیاں کی گئی ہیں وہ اپنی جگہ ان کا تذکرہ ان شاء اللہ کسی دوسرے وقت میں کریں گے۔ سر دست اعداد و شمار کے لحاظ سے اگر اس کا جائزہ لیں تو صورت حال ان شاء اللہ اطمینان بخش ہے۔ لوگوں کا اسلام کی طرف بڑھتا ہوا رجحان اور تیزی سے اسلام میں داخل ہونے کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی سربلندی کا دَور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دُور نہیں۔

۲۰۰۵ء میں مسلمانوں کی تعداد دنیا کی آبادی کا حصہ ۲۳ فیصد سے زیادہ تھا۔ ڈیڑھ بلین سے کچھ زیادہ، اور اعداد وشمار کی روشنی میں اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۲۰۲۵ء میں مسلمانوں کی آبادی دنیا میں پہلے نمبر پر ہوگی۔

ماسکو کے ایک اخبار کے مطابق کچھ عرصے میں تین لاکھ رشینز نے اسلام قبول کیا۔

انگلینڈ میں ہر سال ۲۵ ہزار سے زائد لوگ مسلمان ہوتے ہیں، خلیجی ممالک میں جو لوگ کام کرنے جاتے ہیں، ان کی اک بڑی تعداد مسلمان ہوجاتی ہے۔ ہر سال مسجدوں میں اضافہ ہوتا ہے اور نمازیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

امریکہ میں ۲۰۰۰ کے قریب مسجدیں ہیں، انگلینڈ میں ۱۰۰۰ کے قریب، فرانس میں ۳۵۰۰ اور ان میں صرف پیرس میں ۱۱۰ مسجدیں ہیں، جرمنی میں ۲۲۰۰ اور اسی طرح دیگر یورپی ممالک میں۔ تیس سال پہلے کسی اسلامی بنک کا وجود نہ تھا اور اخبار ایسی سوچ کا مذاق اڑایا کرتے تھے کہ کوئی اسلامی بنک بھی معرض وجود میں آسکے گا اس دور میں، مگر آج تقریباً ۵۰۰ کے قریب دنیا میں اسلامی بنک موجود ہیں اور تین سو غیر اسلامی بنکوں نے اپنے بنکوں کی اسلامی بنکنگ پر مبنی برانچز کھول رکھی ہیں، اور خبر یہ بھی ہے کہ بحرین میں دنیا کا سب سے بڑا اسلامی بنک کھلنے والا ہے۔ (۱۰۰ بلین کی مالیت کے ساتھ) اور اسی طرح اور بہت سی خوشخبریاں ہیں جو ان شاء اللہ کسی دوسری نشست میں بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان کی برکات، ضائع نہ ہونے پائیں

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؕ﴾ (فاطر : ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں سے مستفید ہونے کا موقع عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ کا یہ احسان خاص امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ہے، یہ سعادت کسی اور قوم کو حاصل نہیں ہے۔

اگرچہ آپ ﷺ کی امت میں ایک لحاظ سے تمام لوگ ہی شامل ہیں جس میں یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ مت اور دیگر تمام اقوام وملل ہیں، کیونکہ امت دو قسم کی ہے۔

ایک امتِ دعوت کہ جس سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جن کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا، اس میں بلاشک تمام لوگ اور تمام اقوامِ عالَم شامل ہیں۔

دوسری امت، امتِ اجابت ہے، جس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی دعوتِ اسلام کو قبول کیا۔

تو اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام واحسان صرف امت اجابت پر ہے، مسلمانوں پر ہے۔

امت اجابت کو، یعنی امت مسلمہ کو دیگر تمام امتوں پر بہت سی خصوصیات حاصل ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تھوڑے عمل پر بہت زیادہ اجر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ))

''دنیا میں تمہاری موجودگی تم سے گذشتہ قوموں کے لحاظ سے ایسے ہے جیسے نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کا درمیانی عرصہ۔''

((أُوتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا))

''اہل تورات کو تورات دی گئی، انہوں نے اس کے مطابق نصف النہار تک کام کیا، پھر عاجز آ گئے، پس انہیں ایک ایک قیراط معاوضہ دیا گیا۔''

((ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا))

''پھر اہل انجیل کو انجیل دی گی، انہوں نے اس کے مطابق عصر کی نماز تک کام کیا اور پھر عاجز آ گے، انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔''

اور قیراط کسی چیز کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے، یا درہم کا چھٹا حصہ۔

((ثُمَّ أُوتِينَا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَأُعْطِينَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ))

''پھر ہمیں قرآن دیا گیا ہم نے اس کے مطابق غروبِ آفتاب تک کام کیا پس ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے۔''

((فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ))

''تو اس پر ان دونوں کتاب والوں نے کہا''

((أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، وَأَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا، وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا))

''اے ہمارے رب! ان لوگوں کو (یعنی مسلمانوں کو) تو نے دو دو قیراط دیے ہیں اور ہمیں ایک ایک قیراط دیا ہے جب کہ کام ہمارا زیادہ تھا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ))

''اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے اجر میں سے تمہیں کچھ کم دیا ہے؟''

((قَالُوا لَا))

''انہوں نے کہا، نہیں۔''

((قَالَ فَهُوَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ)) (بخاري : ٥٥٧)

''فرمایا تو پھر وہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں عطا کروں۔''

اس حدیث کی تشریح کے لیے کم از کم ایک خطبے کا وقت درکار ہے، جو کہ ان شاء اللہ مستقل طور پر کسی خطبے میں بیان کی جائے گی۔ یہاں اس حدیث سے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ امت مسلمہ کو دوسری امتوں پر بہت سی فضیلتیں اور خصوصیتیں حاصل ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

چنانچہ بہت سے آسان آسان کاموں پر بہت زیادہ اجر دیا جاتا ہے اور بہت ساری مشقتوں سے نجات دی گئی ہے جو گزشتہ قوموں پر ڈالی گئی تھیں۔

تو امت مسلمہ کو دوسری امتوں پر جو خصوصیتیں حاصل ہیں جن میں سے ایک کہ جس کا خصوصی طور پر آج کے خطبے میں ذکر کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ امت مسلمہ پوری نوع انسانی میں سے منتخب، چنی ہوئی اور چھانٹ کر نکالی گئی امت ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؕ﴾ (فاطر : ٣٢)

پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنا دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ (فاطر : ٣٢)

''اب کوئی تو ان سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ (فاطر : ٣٢)

''اور کوئی متوسط درجے کا ہے۔''

﴿وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (فاطر : ٣٢)

''اور کوئی اللہ کے اذن اور اس کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے۔''

یعنی قرآن پاک کی وراثت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو پوری نوع انسانی میں سے چن رکھا ہے، وہ تین طبقوں میں تقسیم ہیں، یعنی اس کتاب کے ساتھ تعلق کے حوالے سے اور اس کی وراثت کا حق ادا کرنے کے لحاظ سے ان کی تین قسمیں ہیں۔ان میں سے ایک طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والا ہے۔

اپنے نفس پر ظلم کرنے والے لوگوں سے مراد ایسے لوگ ہیں، جو یوں تو مسلمان ہیں، اللہ کی کتاب کو دل سے مانتے ہیں، مگر عملاً کوتاہیوں کا شکار ہیں، وہ فرائض و واجبات کو ترک کرتے ہوئے اور محرمات کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو درمیانی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں، یعنی بہت زیادہ نیک و پارسا اور متقی بھی نہیں ہیں، مگر کم از کم فرائض و واجبات کی ادائیگی ضرور کرتے ہیں اور حرام کاموں سے بھی بچتے ہیں، البتہ وہ مستحبات کو ترک کرتے رہتے ہیں اور خطائیں بھی ان سے سرزد ہوتی رہتی ہیں، یعنی ان کے ملے جلے عمل ہوتے ہیں۔

تیسرا طبقہ:

﴿سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (فاطر : ٣٢)

''اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سب سے سبقت لے جانے والے ہیں۔''

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرائض و واجبات بھی ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مستحبات ونوافل کا بھی اہتمام کرتے ہیں، اسی طرح وہ حرام سے بھی بچتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مکروہ کاموں سے بھی اجتناب کرتے ہیں، حتی کہ بعض جائز اور مباح کاموں سے بھی احتراز کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب ہم اس آیت کریمہ کی روشنی میں اگر اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا طبقہ معلوم کرنا چاہیں کہ ہمارا شمار کس طبقے میں ہوتا ہے تو مشکل نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ہر شخص اپنے بارے میں خوب جانتا ہے۔

اور اگر آخرت کی تھوڑی سی بھی فکر ہو تو ہم میں سے ہر ایک کو اپنا درجہ، اپنا طبقہ اور اپنی حیثیت ضرور جاننے کی کوشش کرنی چاہیے، مگر اس کوشش سے پہلے یہ ضرور معلوم کرتے جایئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اس آیت کریمہ کا کیا مفہوم ہے تاکہ ہم انجانے میں کسی غلط فہمی یا خوش فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔

حضرت عقبہ بن صُهبان الهُنائي رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾))

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت: ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ کے بارے میں دریافت کیا۔''

((فَقَالَتْ))

''تو فرمایا:''

((يَا بُنَيَّ هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ))

''بیٹا! یہ سارے انجام کار جنت میں جائیں گے۔''

((أَمَّا السَّابِقُ بِالْخَيْرَاتِ))

''البتہ جو نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔''

((فَمَنْ مَضٰى عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم))

''تو یہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں گزر چکے ہیں۔''

((شَهِدَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْحَيَاةِ وَالرِّزْقِ))

''جن کی زندگی اور رزق کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی شہداء ہیں اور آپ ﷺ نے جنہیں جنت کی بشارت دی ہے۔

((وَأَمَّا الْمُقْتَصِدُ))

''اور جو درمیانے اور متوسط درجے کے ہیں۔''

((فَمَنْ اتَّبَعَ اثَرَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى لَحِقَ بِهِ))

''تو وہ وہ ہیں آپ کے صحابہ میں سے جو آپ کے نقش قدم پر چلے حتی کہ اسی پر ان کا اختتام ہوا۔''

((وَأَمَّا الظَّالِمُ لِنَفْسِهِ فَمِثْلِي وِمِثْلُكُمْ))

(تفسير ابن كثير (ابوداود طيالسي))

''اور جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، وہ میرے اور تمہارے جیسے ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اگر اپنے آپ کو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں میں شمار کرتی ہیں، تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ پھر ہماری حیثیت کیا ہوگی۔

یقیناً یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کسر نفسی ہے، مگر ہماری تو یہ کیفیت نہیں، ہماری لغزشیں اور خطائیں، ہماری کوتاہیاں اور غفلتیں اور ہماری کرتوتیں ہمارے طبقے کے تعین کا بانگ دہل اعلان کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

رمضان المبارک میں ٹوٹی پھوٹی عبادت کر کے کہیں ہم اترانے تو نہیں لگ گئے؟ کہیں ہم غلط فہمی یا خوش فہمی کا شکار تو نہیں ہو گئے، کہیں ہم یہ تو نہیں سمجھ بیٹھے کہ اب معاملہ قیامت کے دن یقیناً خیر کا ہی ہوگا کہ ہم نے بہت سی نیکیاں جمع کر لی ہیں۔

یہ انداز فکر، تباہی و بربادی کی نوید لاتا ہے، یہ شیطان کی چالوں میں سے اک نہایت ہی خطرناک چال ہے۔

چنانچہ قرآن پاک نے اس سے منع کر رکھا ہے کہ:

﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ﴾ (النجم : ٣٢)

''اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو وہ خوب جانتا ہے کہ حقیقت میں متقی کون ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید ضرور رکھنی چاہیے کہ اس کی رحمت کی امید رکھنا ایمان کا اک لازمی جزو ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

یہ آیت کریمہ کہ جس میں مسلمانوں کے تین طبقوں کی تقسیم بتلائی گئی ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی دلاتی ہے اور خوشخبری بھی سناتی ہے۔

علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ امت مسلمہ کے یہ تینوں طبقے کتاب اللہ کی وراثت کے لیے منتخب کیے گئے بندوں میں بھی شامل ہیں اور جنت میں بھی جائیں گے البتہ ان میں ایک فرق ضرور ہے اور وہ یہ کہ مقتصد اور سابق بالخیرات تو ان شاء اللہ سیدھے جنت میں جائیں گے، یعنی بغیر حساب کتاب کے، اور بعض بغیر عذاب و عقاب کے اور بعض آسان حساب کے ساتھ اور بغیر عذاب وعقاب کے۔

مگر جو ظالم لنفسہ ہیں، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوگا، وہ پاک و صاف ہونے کے بعد جنت میں جاسکیں گے، وہ آپ ﷺ کی شفاعت کے بعد یا اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں جائیں گے۔

اور اصل کامیابی آپ کو معلوم ہے کہ قرآن پاک نے یہ بتلائی ہے کہ:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

”پس جو جہنم سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔“

اس لیے اس بات کو نظر انداز کرنا یقیناً یقیناً نادانی ہے۔

آخر میں ہم سب کے لیے بالعموم اور اُن لوگوں کے لیے بالخصوص کہ جو نماز نہیں پڑھتے، لمحۂ فکریہ کے طور پر ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

حدیث میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ))

”آپ ﷺ قبرستان تشریف لائے تو فرمایا: سلام ہو تم پر، مسلمانوں کے گھر کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رہائشیوں پر، اور ہم بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔''

((وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا))

''میری خواہش ہے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا۔''

((قَالُوا أَوَلَسْنَآ إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ))

''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بھائی نہیں ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!''

((قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي))

''فرمایا: تم میرے اصحاب (رضی اللہ عنہم) ہو۔''

((وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ))

''اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔''

((فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ))

''صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک آئے ہی نہیں۔''

((فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ))

''تو فرمایا: بھلا کوئی ایسا شخص کہ جس کے پاس سیاہ مشکی گھوڑوں میں سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟''

((قَالُوا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ))

''عرض کیا، جی ہاں! کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!''

((قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُّحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ))

''فرمایا تو وہ لوگ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے وضوء کے سبب''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ))

"اور میں ان کے آنے سے پہلے حوض کوثر پر ان کا منتظر ہوں گا۔"

((أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّآلُّ))

"خبردار رہو کہ بعض لوگ میرے حوض پر سے ہٹا دیے جائیں گے جیسے بھٹکا ہوا اونٹ ہنکایا جاتا ہے۔"

((أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ))

"میں انھیں پکاروں گا کہ آؤ!"

((فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ))

"تو کہا جائے گا: انھوں نے آپ ﷺ کے بعد بدل دیا تھا۔"

((فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا)) (مسلم: ٢٤٩)

"تو میں کہوں گا: دور ہو، دور ہو۔"

لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ کیا ہم نے دین میں کوئی بدعتیں تو نہیں ایجاد کر رکھیں!

اور دوسری بات کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو کیسے پہنچائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضوء سے ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔

کیا ہم وضوء کرتے ہیں، یعنی کیا ہم نماز پڑھتے ہیں؟، اگر نہیں تو پھر کیا ہوگا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:

"هَذِهِ صِفَةُ الْمُصَلِّيْنَ فَبِمَ يُعْرَفُ غَيْرُهُمْ مِنَ الْمُكَلَّفِيْنَ التَّارِكِيْنَ وَالصِّبْيَانَ"

"یہ تو نمازیوں کی علامت ہے (کہ وہ وضوء کی وجہ سے پہچانے جائیں گے) تو ان کے علاوہ دوسرے لوگ: مکلفین میں سے بے نماز یا بچے کیسے پہچانے جائیں گے؟"

"أَمَّا الْأَطْفَالُ فَهُمْ تَبَعٌ لِلرِّجَالِ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تو فرمایا: بچے تو مردوں کے تابع ہوں گے یعنی ان کی پہچان کے ساتھ پہنچانے جائیں گے۔''

"وَأَمَّا مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ قَطُّ وَلَمْ يُصَلِّ فَإِنَّهُ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّهُ لا يُعْرَفُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (مجموع الفتاوى ، ج:٢١ ، ص:١٧١)

''اور جس نے کبھی وضوء نہیں کیا، کبھی نماز نہیں پڑھی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قیامت کے روز پہچانا نہیں جائے گا۔''

رمضان المبارک میں حاصل ہونے والی تربیت کے نتیجے میں اگر ہم نے نمازوں کی پابندی ہی سیکھ لی ہو تو یہ بھی ایک بہت بڑی سعادت وخوش بختی کی بات ہوگی اور رمضان المبارک سے استفادے کے حوالے سے ہماری سنجیدگی کی علامت ہوگی ، اگرچہ رمضان المبارک کے روزوں کے نتیجے میں ہم سے مطلوب تقوی کا حصول ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے ہمارا وہ مطلوب ہمارے لیے آسان بنا دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علاماتِ قیامت اور فتنوں کی شدت

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۵﴾ (انفال : ۲۵)

کسی بھی باشعور انسان پر مخفی نہیں کہ آج لوگ جس دور سے گزر رہے ہیں بالخصوص مسلمان، یہ اک نہایت ہی کٹھن دور ہے۔ ہر طرف لڑائی جھگڑا، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، بے حیائی عریانی، فحاشی، ظلم و جور، بدامنی، دھوکہ دہی، بدعہدی، خیانت، جھوٹ، خودغرضی، بداخلاقیاں، برائیاں اور بداعمالیاں عروج پر ہیں اور مسلمان تو بالخصوص ظلم وستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔

اس کے اسباب وعلل پر غور کرنے کے بعد جہاں ایک طرف یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ ہماری ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے تو دوسری طرف یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ یہ دور فتنوں کا دور ہے۔

یوں تو فتنے اور آزمائشیں شروع ہی سے انسان کے ساتھ ساتھ ہیں، مگر قربِ قیامت کے دور کو بالخصوص فتنوں کا دور قرار دیا گیا ہے، قیامت کب آئے گی! اس کا علم تو اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا، البتہ اس کی علامات ضرور بتلائی ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے بہت سی علامات قیامت کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ ان میں سے کچھ علامات، علاماتِ صغریٰ کہلاتی ہیں اور کچھ دوسری علاماتِ کبریٰ۔

قیامت کی چھوٹی اور بڑی نشانیوں میں فرق یہ ہے کہ چھوٹی نشانیاں قیامت سے ایک لمبا عرصہ پہلے ہی شروع ہو جاتی ہیں بلکہ شروع ہو چکی ہیں، اور یہ کہ وہ نشانیاں عموماً علاقائی ہوتی ہیں، یعنی وہ نشانیاں ممکن ہے کسی ایک علاقے اور کسی ایک قوم میں پائی جائیں اور دوسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نہ پائی جائیں، جیسا کہ ایک نشانی یہ ہے کہ تجارت کا عام ہونا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمُ الْخَاصَّةِ ، وَتَفْشُوا التِّجَارَةُ حَتَّى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ وَتُقْطَعُ الأَرْحَامُ))

(مسند احمد ، ج:٧، ص: ٨٩)

''قیامت سے پہلے سلام صرف جان پہچان والوں سے کیا جائے گا، تجارت اس قدر عام ہوگی کہ عورت اپنے خاوند کی تجارت میں معاونت کرے گی اور قطع رحمی عام ہو جائے گی۔''

اب بعض علاقوں میں تو تجارت کا یہی حال ہے کہ عورتیں کاروبار میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں، مگر ہر جگہ یہ صورت حال نہیں ہے۔

اور ایک نشانی یہ ہے کہ:

((يَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ إِمْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ)) (بخاري : ٥٢٣١)

''مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہوگی حتی کہ پچاس پچاس عورتوں کے لیے فیملی میں ایک مرد نگران ہوگا۔''

اب یہ نشانی بھی ضروری نہیں کہ ہر جگہ ہی ہو، بعض جگہوں پر مرد بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔

تو چھوٹی نشانیاں عموماً علاقائی ہوتی ہیں اور دوسرا فرق یہ ہے کہ چھوٹی نشانیوں کی ترتیب نہیں بتائی جاسکتی کہ پہلے فلاں نشانی واقع ہوگی، پھر فلاں اور پھر فلاں، جبکہ بڑی نشانیاں ایک تو قیامت کے بالکل قریب قریب ظاہر ہوں گی یعنی ان کے جلد ہی بعد قیامت قائم ہو جائے گی، اور دوسرے یہ کہ وہ ہر قوم اور ہر علاقے میں محسوس کی جائیں گی اور تیسرے یہ کہ ان کی ترتیب بیان کی جا سکتی ہے، جیسا کہ احادیث میں واضح ہوتا ہے۔

مثلاً: بڑی نشانیوں میں سے چند یہ ہیں کہ پہلے مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا، پھر دجال ظاہر ہوگا، پھر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، پھر یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے، پھر سورج مغرب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے طلوع ہوگا، پھر دابۃ الارض (زمین کا جانور) ظاہر ہوگا اور آخر میں یمن کی طرف سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر ملک شام کی طرف لے جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((سَتَخْرُجُ نَارٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ أَوْ مِنْ نَحْوِ بَحْرِ حَضْرَمَوْتَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَحْشُرُ النَّاسَ))

''فرمایا: قیامت سے پہلے حضر موت یا بحرِ حضر موت کی طرف سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع کرے گی۔''

((قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنَا))

''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس وقت کے لیے آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟''

((فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ)) (صحيح الترمذي : ٢٢١٧)

''فرمایا: تم شام میں رہائش اختیار کرنا۔''

اور ایک دوسری حدیث میں اس کی مزید تفصیل بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو ہانکتی ہوئی شام کی طرف لے جائے گی، لوگ راستے میں ستانے کے لیے جہاں کہیں رکیں گے وہ بھی ان کے ساتھ ہی رک جائے گی،

((تَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا وَتَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا))

''جہاں لوگ ستانے اور قیلولہ کرنے کے لیے رکیں گے وہ بھی ان کے ساتھ رک جائے گی اور جہاں رات گزارنے کے لیے رکیں گے ان کے ساتھ وہ بھی رک جائے گی۔''

((وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوا وَتُمْسِي مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا))

(بخاري : ٦٥٢٢)

''جہاں وہ صبح کریں گے وہاں وہ بھی صبح کرے گی اور جہاں وہ رات کریں گے وہاں وہ بھی رات کرے گی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو بڑی نشانیوں کی ترتیب کچھ اس طرح ہوگی، اور بڑی نشانیاں کسی ایک علاقے کے لیے خاص نہیں ہوں گی۔ بلکہ ساری دنیا پر ان کا اثر ہوگا اور تمام لوگ اسے محسوس کر سکیں گے۔ جیسے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، بھلا کس کو پتا نہیں چلے گا؟ یقیناً سب کو معلوم ہو جائے گا۔

اسی طرح دجال کا نکلنا بھی کسی پر پوشیدہ نہیں ہوگا کیونکہ کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جہاں دجال نہ جائے سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ))

''کوئی شہر ایسا نہیں جس میں دجال داخل نہ ہو سوائے مکہ اور مدینہ کے۔''

((لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ يَحْرُسُونَهَا)) (بخاري : ١٨٨١)

''مکہ اور مدینہ کے راستوں پر فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اور ان دونوں شہروں کی حفاظت کریں گے۔''

تو بات ہو رہی تھی کہ بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی تو پوری دنیا ان کی لپیٹ میں ہوگی۔

اب یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ قیامت کی نشانیاں شروع ہو چکی ہیں مگر شاید اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ سب سے پہلی نشانی کون سی تھی۔

تو قیامت کی نشانیوں میں سے سب سے پہلے نشانی آپ ﷺ کی بعثت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ)) (بخاري : ٦٥٠٤)

''میری بعثت اور قیامت اس طرح قریب ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں، آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو بلند کرتے ہوئے فرمایا۔''

اسی طرح آپ ﷺ کی وفات بھی اک نشانی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت عوف ابن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((يَا عُوْفُ إِحْفَظْ خِلَالًا سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ))

''اے عوف! قیامت سے پہلے چھ نشانیاں یاد رکھنا۔''

((إِحْدَاهُنَّ مَوتِي)) (ابن ماجة : ٤٠٤٢)

''جن میں سے ایک میری وفات ہے۔''

تو آپ ﷺ کی بعثت اور وفات قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانیاں ہیں۔

قیامت کی نشانیاں احادیث میں کثرت سے اور بہت تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، جس کا بدیہی اور منطقی مطلب یہی ہے کہ قیامت کا دن ایک بہت ہی اہم دن ہے، اگرچہ اس کی اہمیت الگ سے بھی قرآن وحدیث میں بہت تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔

دوسری بات ان نشانیوں کے بیان کرنے کے مقصد کے حوالے سے یہ ہے کہ ان نشانیوں کے ظاہر ہونے سے انسان کی زندگی میں جونشیب و فراز آئیں گے،ایمان کو جو خطرات لاحق ہوں گے تو ان سے کیسے نمٹنا ہے، اس سے خبردار کیا گیا ہے۔

پہلے ذرا ان حالات و واقعات کی اور ان نشانیوں کی شدت معلوم کرتے ہیں کہ جن کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى قَالُوا لَا قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ)) (بخاری : ٧٠٦٠)

''ایک روز آپ ﷺ مدینہ منورہ کے محلات میں سے ایک ٹیلے پر چڑھے، فرمایا: کیا تم لوگ بھی وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، صحابہ نے عرض کیا،نہیں،تو فرمایا: میں فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کی طرح گرتا دیکھ رہا ہوں۔''

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''دنیا میں سوائے مصیبتوں اور فتنوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔''

اور ایک حدیث میں دن بدن فتنوں کی بدلتی ہوئی صورتِ حال کے بارے میں ہے:

((عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ))

''حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حجاج کی طرف سے آنے والی مصیبتوں کی شکایت کی۔''

((فَقَالَ اصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (بخاري: ٧٠٦٨)

''تو فرمایا: صبر کرو، تم پر ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں ہر آنے والا دن پہلے سے بدتر ہوگا، حتی تم اپنے رب سے جا ملو، میں نے یہ بات تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔''

اور ایک حدیث میں ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ)) (بخاري: ٧١١٥)

''قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: کاش اس کی جگہ میں ہوتا۔''

اور ایسے ہی ایک اور حدیث میں ہے:

((أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي وَمَنْ يُشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ)) (بخاري: ٣٦٠١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''عنقریب ایسے فتنے پیدا ہوں گے کہ بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا، کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو شخص دور سے بھی ان فتنوں کی طرف جھانکے گا وہ ان میں مبتلا ہوجائے گا۔ اس وقت جو شخص جہاں کہیں ٹھکانہ یا پناہ کی جگہ پائے، پناہ لے لے۔''

اور فتنوں کی شدت کس قدر خوفناک ہوگی آپ اس حدیث سے اندازہ کر سکتے ہیں، حدیث میں ہے:

((عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَتَمَنَّوْنَ فِيهِ الدَّجَّالَ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِأَبِي وَأُمِّي مِمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: مِمَّا يَلْقَوْنَ مِنَ الْعَنَاءِ وَالْعَنَاءِ))

(المعجم الأوسط : ٤/ ٣١٠)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ دجال کے آنے کی تمنا کرنے لگیں گے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان، ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا، فتنوں کی سختی اور تنگی کی وجہ سے ایسا ہوگا۔''

ان احادیث سے ہم نے فتنوں کی شدت معلوم کی اور یہ بھی جانا کہ فتنوں سے کس طرح اور کس قدر دور رہنا ہے۔

فتنوں کے بارے میں آپ نے بھی یقیناً پہلے بہت کچھ سنا ہوگا اور بہت کچھ جانتے ہوں گے اور اور بھی بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ انہوں نے مختلف ذرائع سے بہت سی احادیث سن رکھی ہوں گی، لیکن لوگوں کی غالب اکثریت کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں کہ وہ فتنے میں مبتلا ہے یا ہوسکتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ سب سے پہلا مرحلہ ہوتا ہے فتنے کو سمجھنے کا کہ کون سا معاملہ فتنہ ہے اور کون سا نہیں، اور یہ جاننا قرآن وحدیث کے علم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی دیندار شخص جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دین کا کچھ علم رکھتا ہو فتنے میں مبتلا نہیں ہوسکتا، کیونکہ دیندار ہونا الگ بات ہے اور قرآن و حدیث کا اتنا علم ہونا کہ وہ فتنے کی پہچان کر سکے، دوسری بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فتنہ ایک ایسی ابتلا اور ایسا امتحان ہے کہ جب آتا ہے تو عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے دانشور اس کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں، حدیث میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تكُونُ فِتْنَةٌ تَعرُجُ فِيهَا عُقُولُ الرِّجَالِ))

''ایسا فتنہ آئے گا کہ لوگوں کی عقلیں اُڑ جائیں گی۔''

((حَتَّى مَا تَكَادُ تَرَى رَجُلًا عَاقِلًا))

(رواه نعيم في الفتن: ٦٢/ ٢-رقم: ١٠٧)

''حتی کہ کوئی آدمی بھی عقلمند نظر نہیں آئے گا۔''

اور بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ:

"وَمِنْ طَبَائِعِ الْفِتَنِ"

''اور فتنوں کی ایک نیچر ہے کہ''

"أَنَّهَا مَتَى وَقَعَتْ فَإِنَّهَا سَرْعَانَ مَا تَتَطَوَّرُ"

''جونہی شروع ہوتا ہے فوراً پھیل جاتا ہے۔''

"وَتَخْرُجُ عَنْ حُدُوْدِ السَّيْطَرَةِ"

''اور قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔''

"حَتَّى إِنَّهَا لَتَسْتَعْصِيْ عَلَى مِنْ أَشْعَلُوهَا إِنْ حَاوَلُوا إِطْفَاءَ هَا"

(بصائر في الفتن ، ص: ١٩)

''حتی کہ جنہوں نے وہ فتنہ شروع کیا ہوتا ہے اسے روکنا ان کے بس میں بھی نہیں رہتا، اگر روکنا بھی چاہیں تو نہیں روک سکتے۔''

اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وَالْفِتْنَةُ إِذَا وَقَعَتْ عَجَزَ الْعُقَلَاءُ فِيهَا عَنْ دَفْعِ السُّفَهَاءِ"

(منهاج السنة النبوية : ٤/ ٣٤٣)

"فتنہ جب واقع ہو جائے تو بڑے بڑے عقلمند بھی نادانوں کو روکنے سے عاجز آجاتے ہیں۔"

اور فتنوں کی ایک نیچر یہ بھی ہے کہ وہ جب شروع ہوتے ہیں تو پھر سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً﴾ (الانفال : ٢٥)

"بچو اس فتنے سے کہ جس کی شامت صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہتی۔"

اور فتنوں کو سمجھنا کتنا مشکل ہے اس سے اندازہ کیجئے کہ آپ ﷺ نے فتنوں کو تاریک رات کے ٹکڑوں سے تشبیہ دی۔

فرمایا:

((تَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ))

(ترمذي : ٢١٩٧)

"قیامت سے پہلے تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند فتنے ظاہر ہوں گے۔"

اندازہ کریں، ایک طرف رات اور اوپر سے تاریک، کچھ راتیں روشن ہوتی ہیں ان میں موٹی موٹی چیزیں کم از کم نظر آ ہی جاتی ہیں، مگر تاریک رات میں تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا اگر آدمی کے پاس روشنی نہ ہو تو۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ مَا عَرَفْتَ دِينَكَ ، إِنَّمَا الْفِتْنَةُ إِذَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ)) (مصنف ابن ابي شيبة : ٧/ ٤٦٨)

"جب تک تمہیں دین کی معرفت حاصل ہے، دین کا علم رکھتے ہو فتنہ تمہیں نقصان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں دے گا، فتنہ وہاں نقصان دیتا ہے، جہاں تم پر حق اور باطل مشتبہ ہو جائے۔“

فتنے کے دور میں کس قدر اجتناب اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے، شاید لوگوں کو اس کا اندازہ ہی نہیں ہے، فتنے سے بچنے کا مطلب عملی طور پر فتنے سے دور رہنا ہی نہیں بلکہ ایک ایک لفظ سوچ سمجھ کر اور احتیاط سے بولنے کی ضرورت ہوتی ہے، فتنے کے دور میں کبھی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ تلوار کی دھار سے بھی زیادہ کاٹ رکھتا ہے۔ بالخصوص کسی ذمہ دار آدمی کا کوئی بیان، کوئی تقریر، کوئی بات، کوئی جملہ اور کوئی ایک لفظ بھی بہت بڑے فتنے کا باعث بن سکتا ہے۔ آج ہمارے ہاں تو آزادیٔ اظہار رائے کے نام سے جو کوئی جس قدر فتنہ پیدا کر سکتا ہے، کرتا ہے، مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَيْنِ))

”میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو باتیں یاد کیں۔“

((فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ))

”ان میں سے ایک تو میں نے بتا دی۔“

((وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ)) (بخاري : ١٢٠)

”مگر دوسری بات اگر میں ظاہر کر دوں تو یہ گردن کٹ جائے۔“

مطلب یہ کہ فتنے کے ڈر سے خاموشی اختیار کی، مگر آج لوگ اس معاملے میں بڑی بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اور یہ کہہ کر اپنے لیے جواز کا پہلو نکال لیتے ہیں کہ جی ہم تو اپنا حق مانگ رہے ہیں، یا ہم تو حق کی بات کر رہے ہیں اور اس کو قطعاً فتنہ نہیں سمجھتے۔

اسی طرح دنیا میں جاہ و منصب کے حصول سے بالخصوص فتنوں کے دور میں اجتناب کے حوالے سے رہنمائی دیتے ہوئے فرمایا:

((عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا وَلَمْ تَسْتَعْمِلْنِي))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص کو عامل مقرر فرمایا ہے اور مجھے مقرر نہیں فرمایا۔''

((فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي))

(بخاري : ۷۰۵۷)

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم دیکھو گے کہ ترجیح دی جائے گی (کسی کو، کسی دوسرے پر) پس صبر کرو حتی کہ تم مجھ سے آملو۔''

اسی طرح فتنوں سے بچنے کے لیے احادیث میں اپنے حقوق کو نظر انداز کرنے، اپنی حق تلفی پر خاموش رہنے اور ظلم وزیادتی پر صبر کرنے کی تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلْأَمِيرِ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ))

(مسلم : ۱۸٤۷)

''میرے بعد کچھ ایسے حکمران آئیں گے جو میری ہدایت پر نہیں چلیں گے، میری سنت پر عمل پیرا نہیں ہوں گے، اور ان میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل شیطان کے سے، اور بدن انسانوں جیسے ہوں گے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں کیا کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو حاکم وقت کی بات سننا اور فرمانبرداری کرنا، اگرچہ تمھاری پشت پر پیٹا جائے، تمھارا مال چھین لیا جائے، اس کی بات سننا اور حکم ماننا۔''

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتنوں کی تعمیم وتفہیم اور بچاؤ کی تدبیر وترکیب

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾﴾ (انفال : ۲۵)

گذشتہ خطبۂ جمعہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں فتنوں کے دور کی بات ہورہی تھی کہ ایک دور ایسا آنے والا ہے جب فتنے رونما ہوں گے، بہت زیادہ ہوں گے، بہت شدید ہوں گے، بہت تاریک ہوں گے، بہت سنگین ہوں گے، ایسے سنگین کہ ان میں ایک شخص دور سے جھانکنے کی کوشش کرے گا تو وہ اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور وہ فتنے اس قدر گھمبیر اور الجھے ہوئے ہوں گے کہ انہیں سمجھنا نہایت مشکل ہوگا، حتی کہ بڑے بڑے علم و دانش کے دعویدار بھی حیران وششدر رہ جائیں گے اور انہیں سمجھنے سے قاصر ہوں گے، اور فتنے ایک خلق کثیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، اور بعض فتنے تو ایسے ہوں گے کہ ان میں سو میں سے ننانوے آدمی قتل ہو جائیں گے اور کچھ ایسے ہوں گے کہ آدمی سمجھے گا کہ فلاں فتنہ تو اب ختم ہونے کو ہے، دب جانے والا ہے، مگر وہ پھر سے اٹھ کھڑا ہوگا اور وہ فتنے جب شروع ہوں گے تو پھر یکے بعد دیگرے اور پے در پے ہوں گے۔

اور وہ دور یقیناً شروع ہو چکا ہے، کئی ایک قیامت کی نشانیاں اور فتنے ظاہر ہو چکے ہیں، جیسے: (۱) بکریوں کے چرواہوں کا اونچی اونچی عمارتیں بنانا (۲) بدکاری اور فحاشی کا عام ہونا (۳) سود کا عام ہونا (۴) قتل وخونریزی کا عام ہونا (۵) ناچنے اور گانے والیوں کا عام ہونا وغیرہ۔

اور کچھ ایسے بھی ہیں جو جزوی طور پر ظاہر ہو چکے ہیں جیسے امانت کا اٹھ جانا، عمل کا فقدان اور علم کا اٹھایا جانا وغیرہ اور کچھ ابھی ظاہر ہونا باقی ہیں، بالخصوص بڑے بڑے فتنے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑی بڑی نشانیاں۔

تاہم اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان فتنوں سے پیشگی خبردار کیا، شدید تاکیدی الفاظ میں خبردار کیا ہے اور پرزور انداز میں ان کی شدت اور سنگینی سے آگاہ کیا، فتنوں کی شدت اور سنگینی کے بارے میں اگرچہ ہم پہلے بھی کچھ جان چکے ہیں، مگر آیئے کچھ مزید سنتے ہیں تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے اور اس کی اہمیت اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

گذشتہ خطبۂ جمعہ میں فتنوں کی کثرت کے بارے میں ہم نے یہ جانا، کہ وہ بارش کے قطروں کی طرح ہوں گے اور ہم نے یہ بھی جانا کہ فتنوں سے آدمی اسی قدر محفوظ ہوگا جس قدر وہ ان سے دور رہے گا اور یہ کہ جو کوئی ان میں دور سے جھانکنے کی کوشش کرے گا وہ بھی ان میں مبتلا ہو جائے گا اور اسی طرح اور باتیں بھی جانیں۔

مگر بعض فتنوں کی سنگینی کا عالم ملاحظہ فرمایئے کہ ان میں شریک ہونے والے ننانوے فیصد لوگ قتل ہو جائیں گے۔

حدیث میں ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ يُوشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ))

''میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب فرات میں سونے کا ایک پہاڑ نمودار ہوگا۔''

((فَاِذَا سَمِعَ بِهِ النَّاسُ سَارُوا اِلَيْهِ))

''لوگ جب اس کے بارے میں سنیں گے تو اس کی طرف چل پڑیں گے۔''

((فَيَقُولُ مَنْ عِنْدَهُ لَئِنْ تَرَكْنَا النَّاسَ يَاْخُذُونَ مِنْهُ لَيُذْهَبَنَّ بِهِ كُلِّهِ))

''جو لوگ اس وقت فرات کے پاس موجود ہوں گے، وہ کہیں گے اگر ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو یونہی سونا لینے کے لیے چھوڑ دیا تو وہ سارے کا سارا پہاڑ ہی لے جائیں گے۔''

((فَيَقْتَتِلُونَ عَلَيْهِ))

''چنانچہ وہ اس پر ایک دوسرے سے لڑنے لگیں گے۔''

((فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ)) (مسلم : ٢٨٩٥)

''پس ہر سو میں سے ننانوے لوگ قتل ہو جائیں گے۔''

اور ایک دوسری حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا)) (بخاري : ٧١١٩)

''پس جو وہاں موجود ہو وہ وہاں سے کچھ نہ لے۔''

آپ نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس فتنے سے متعلق ایک واضح رہنمائی فرمائی ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان نسل در نسل لوگوں کو معلوم ہوتا جائے گا، مگر اندازہ کیجیے کہ فتنے میں کس قدر کشش ہوتی ہے کہ اس واضح ہدایت اور رہنمائی ملنے کے باوجود لوگ اسے حاصل کرنے کے لیے کود پڑیں گے اور لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے، یہ نہیں کہ لوگوں تک آپ ﷺ کا یہ فرمان پہنچا نہیں ہوگا بلکہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ ، لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو))

(مسلم : ٢٨٩٤)

''اور ان میں سے ہر ایک شخص یہی کہے گا کہ شاید وہ نجات پانے والا شخص میں ہی ہوں گا۔''

یعنی ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ اس لڑائی میں ننانوے فیصد قتل ہو جائیں گے، مگر اس امید پر وہ لڑائی میں شریک ہو جائے گا کہ وہ بچ نکلنے والا شخص وہی ہوگا۔

اور اس فتنے کی کشش کا مزید اندازہ کیجیے کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ وہ بدترین قسم کے لوگ ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقِطْعَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، كَانَتْ أَوَّلَ صَدَقَةٍ جَاءَ تْهُ مِنْ مَعْدِنٍ))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس سونے کا ایک ٹکڑا لایا گیا، کسی کان میں سے نکلا ہوا زکاۃ کے مال کے طور پر لایا جانے والا وہ پہلا صدقہ تھا۔''

((فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟))

''آپ ﷺ نے فرمایا، یہ کیا ہے؟''

((قَالُوا: صَدَقَةٌ مِنْ مَعْدِنٍ لَنَا))

''لوگوں نے بتایا کہ ہماری کان میں سے صدقہ ہے۔''

((فَقَالَ: إِنَّهَا سَتَكُونُ مَعَادِنُ، وَسَيَكُونُ فِيهَا شِرَارُ خَلْقِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ)) (المعجم الأوسط: ٣٠/ ٤)

''تو فرمایا: ایک دور میں کانیں ہوں گی کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہوگی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ:

((يَخْرُجُ إِلَيْهِ شِرَارُ النَّاسِ، أَوْ يُحْشَرُ إِلَيْهِ شِرَارُ النَّاسِ)) (مسند ابی یعلی، ج: ١١، ص: ٣٠٥)

''اس کان کی طرف بدترین لوگ نکلیں گے یا فرمایا نکالے جائیں گے۔''

تو لوگوں کی جرأت اور فتنے کی کشش ملاحظہ کیجئے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق قرار دیا ہے پھر بھی اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔

اور وہ جو آپ ﷺ نے اس سے کچھ لینے سے منع فرمایا ہے تو اس کی علماء کرام نے متعدد حکمتیں بیان کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے جو جمہور علماء کرام کی رائے ہے کہ آپ ﷺ نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ لوگ فتنے میں شریک ہونے سے بچ جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاہم ایسا ہو کر رہے گا کہ آپ ﷺ کی فرمائی ہوئی ہر ہر بات حق اور سچ ہے وہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، کسی کی عقل پر پوری اترتی ہو یا نہ اترتی ہو، وہ یقیناً حق اور سچ ہے۔

یوں تو بہت سی قیامت کی نشانیاں حرف بحرف ثابت ہو چکی ہیں، مگر ایک کا ذکر کرتے ہیں جو کہ بہت واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے، وہ جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّآءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ)) (مسلم: ۸)

"تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غریب قسم کے لوگ، بکریوں کے چرواہے، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بلند و بالا عمارتیں بنائیں گے۔"

ننگے پاؤں، ننگے بدن کا مطلب ہے کہ نہایت ہی غریب قسم کے لوگ اور بکریوں کے چرواہے، یعنی عرب کہ عرب کے بدو لوگ ہی اونٹوں اور بکریوں کے حوالے سے پہچانے جاتے تھے۔

یعنی جن لوگوں کے پاس کھانے اور پینے کو کچھ نہیں ہے وہ کل کو بلند و بالا عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے، آپ نے دیکھا کہ دبئ نے جب ۵۰۰ میٹر بلند عمارت بنانے کا اعلان کیا اور اس پر کام شروع کر دیا تو ادھر سے سعودیہ کے ایک پرنس نے اعلان کر دیا کہ وہ ایک میل بلند عمارت بنائیں گے۔

تو غور فرمائیں، کس طرح حرف بحرف آپ ﷺ کی پیشن گوئی ثابت ہوئی، اسی طرح دوسری پیشن گوئیاں بھی ہیں اور آنے والی بھی ہوں گی۔

تو ان باتوں کو ایک بار پھر سے ذہن میں تازہ کر لیں کہ فتنے بہت زیادہ ہوں گے، بہت شدید ہوں گے، انہیں سمجھنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہوگی، صرف خاص خاص علماء ہی سمجھ پائیں گے۔

اب آیئے مسلمانوں کے موجودہ حالات کے حوالے سے قیامت کی نشانیوں اور فتنوں کے بارے میں جانتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حدیث گذشتہ خطبۂ جمعہ میں بیان کی تھی کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ایسے ایسے حکمران ہوں گے جو میری ہدایت اور میری سنت کے مطابق نہیں چلیں گے اور نہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے اور ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو انسانی جسموں میں شیطان کے دل رکھتے ہوں گے ان کی بھی ہر حال میں اطاعت کرنا، چاہے وہ تمہاری پٹائی کریں اور تمہارا مال بھی لوٹ لیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ)) (ترمذي : ٢٢٢٩)

''میں اپنی امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے حکمرانوں سے ڈرتا ہوں۔''

((وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَا يُرْفَعُ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))
(ترمذي : ٢٢٠٢)

''اور میری امت میں جب ایک بار تلوار نکل آئی تو قیامت تک میان میں نہیں جائے گی۔''

اور ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا ہو گا؟ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں رہنمائی دیتے ہوئے فرمایا:

((كَسِّرُوا فِيهَا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوا فِيهَا أَوْتَارَكُمْ وَالْزَمُوا فِيهَا أَجْوَافَ بُيُوتِكُمْ وَكُونُوا كَابْنِ آدَمَ)) (ترمذي : ٢٢٠٤)

''فتنوں کے دور میں اپنی کمانیں توڑ ڈالنا، ان کے دھاگے کاٹ دینا، اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو جانا اور ابن آدم (یعنی ہابیل) کی طرح ہو جانا۔''

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلَا فَإِذَا نَزَلَتْ اَوْ وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهُ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهِ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''فرمایا: جب فتنے ظاہر ہوں تو جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اونٹوں کے باڑے میں چلا جائے ، جس کے پاس بکریاں ہوں وہ بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس کھیتی باڑی کی زمین ہو وہ اپنی زمین میں چلا جائے۔''

((قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ اِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا اَرْضٌ))

''ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کسی کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو تو وہ کیا کرے؟''

((قَالَ يَعْمِدُ اِلَى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ)) (مسلم : ۲۸۸۷)

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنی تلوار لے اور پتھر سے اس کی دھار کند کر دے، کھنڈی کر دے اور پھر وہ بچ جائے اگر بچنے کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر فرمایا: اللہ! گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا، اللہ گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا، اللہ گواہ رہنا، میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔''

ہم نے آپ ﷺ کے فرامین سنے، جو کہ ہمارے موجودہ حالات کے مطابق ہیں اور مکمل رہنمائی دیتے ہیں اور اتنے واضح ہیں کہ ان کی مزید تشریح اور تفسیر کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

ہر مسلمان سے یہی امید کی جاتی ہے کہ وہ ان فرامین کی روشنی میں اپنی منزل متعین کرے گا اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گا کہ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔

آپ ﷺ کا پیغام آپ تک پہنچ چکا، جس میں آپ ﷺ نے فتنوں کی نشاندہی بھی فرمائی اور ان میں رہنمائی بھی فرما دی، گمراہ کرنے والے رہنما کون ہیں اور ان سے کس طرح بچنا ہے اور کیا آپ بچنا بھی چاہتے ہیں یا نہیں یہ آپ کی صوابدید پر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی شخص آج کے دور میں- پاکستان کے حوالے سے بات کر رہا ہوں- کسی بدکردار اور گمراہ کرنے والے رہنما کی پہچان نہیں کر سکتا، آج کے فتنے کو سمجھ نہیں سکتا تو کوئی اچنبے کی بات نہیں ہے، کیونکہ فتنوں کو سمجھنا واقعی بہت مشکل ہے، لیکن اگر کوئی سمجھنا ہی نہ چاہے تو پھر اس کی کم عقلی، خواہش پرستی اور کج فکری پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

کم عقل سے مراد کوئی پاگل اور مجنون نہیں بلکہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے اپنی عقل کو اپنی خواہشات کے تابع کر رکھا ہو، اپنے لیڈروں اور رہنماؤں کی گود میں ڈال رکھا ہو کہ وہ جس طرح چاہیں اس سے کھیلیں۔

اور ایسے ہی لوگ بدکردار اور دین بے زار لیڈروں کے دست و بازو ہوتے ہیں اور جب تک معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں، بدکردار لیڈروں کی پانچوں گھی میں ہیں۔ چنانچہ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب تک بے وقوف زندہ ہے عقلمند بھوکا نہیں مر سکتا۔

یہ محاروہ اگرچہ لوگوں کے تجربات کے نتیجے میں بنا ہے، مگر قرآن پاک بھی کچھ اسی کی تائید اور توثیق کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ قرآن پاک نے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے کچھ ایسی ہی بات فرمائی کہ فرعون کس طرح اپنی قوم پر حکمرانی کرنے میں کامیاب ہوا، کس طرح انہیں اپنے تابع کر لیا، فرمایا:

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ﴾ (الزخرف: ٥٤)

"اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انھوں نے اس کی اطاعت کی۔"

یعنی اس نے اپنی قوم کو کم عقل باور کرایا، انہیں یہ سمجھایا کہ تم عوام ہو، تمہیں سیاست کی سمجھ نہیں ہے، ہم تمہاری قسمت کا فیصلہ کریں گے۔ پس انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا، اس کے نعروں کے سامنے، اس کے دعووں کے سامنے، اس کی حکمت بھری باتیں کہ جسے وہ سمجھتا تھا، اپنی گردنیں جھکا دیں۔

اور فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٤﴾﴾ (الزخرف: ٥٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اصل بات یہ ہے کہ وہ تھے ہی فاسق لوگ۔''

انہیں اس بات کی فکر ہی نہیں تھی کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے، دین کیا ہے اور بے دینی کیا ہے، دین دار کون ہے اور دین بے زار کون ہے،انھیں تو اس کی بس پرسینلٹی اچھی لگی تھی،اس کی تقریریں اچھی لگی تھیں،اس کے دعوے اور سبز باغ اچھے لگے تھے وہ تو یہ سب کچھ اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے کر رہے تھے۔

اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اگر خواہشات دین کے تابع نہ ہوں تو وہ بے دینی ہوتی ہے۔اور تعجب ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جلسوں اور جلوسوں اور اپنی تقریبات کا آغاز ناچ اور گانے سے کرتا ہو اور لوگوں کو پھر بھی معلوم نہ ہو کہ وہ دیندار ہے یا بے دین؟

یاد رکھو ایسی تقریبات میں شریک ہونا اور انہیں اپنے کسی بھی طرز عمل سے سپورٹ کرنا ویسی ہی بے دینی ہے،قرآن کہتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا جاتا ہو وہاں مت بیٹھو،اگر پھر بھی بیٹھے رہتے ہو تو پھر ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ﴾ (النساء : ١٤٠) تم اور وہ ایک جیسے ہو۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے قول وفعل سے اس میں شریک نہ بھی ہو تو رضا مندی کے سبب بھی ان جیسا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑائے جانے کے وقت ان کے ساتھ بیٹھے رہنا رضا مندی کی علامت ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے کہا:

"يَـا أَبَـا سَعِيدٍ أَخْبِرْنِي عَنْ رَجُلٍ لَمْ يَشْهَدْ فِتْنَةَ ابْنِ الْمُهَلَّبِ إِلَّا أَنَّهُ سَكَتَ بِلِسَانِهِ وَرَضِيَ بِقَلْبِهِ"

''اے ابو سعید! ایسے شخص کے بارے میں بتائیے کہ جو فتنہ ابن المہلب میں موجود تو نہ تھا مگر زبان سے وہ خاموش رہا اور دل سے راضی رہا۔''

"قَالَ يَاابْنَ أَخِي! كَمْ يَدًا عَقَرَتِ النَّاقَةَ؟"

''تو انھوں نے کہا: بھتیجے! صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو کتنے لوگوں نے قتل کیا تھا؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"قَالَ : قُلْتُ : يَدٌ وَاحِدَةٌ"

" کہتے ہیں، میں نے کہا: ایک ہاتھ نے یعنی صرف ایک شخص نے۔"

قَالَ: أَلَيْسَ قَدْ هَلَكَ الْقَومُ جَمِيْعًا بِرِضَاهُمْ وَتَمَالِيْهِمْ "

(الزهد لاحمد بن حنبل : ٢٣٤)

"تو کہا: کیا ساری قوم ان کی رضا مندی اور ان کی طرف جھکاؤ اور خیالات کی ہم آہنگی کی وجہ سے نہیں ہلاک کی گئی؟"

اللہ تعالیٰ ہمیں فتنوں کو سمجھنے اور ان سے دور رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسائل وتنازعات میں فیصل کون؟

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۵﴾ (انفال : ۲۵)

ہر انسان کو زندگی میں یقیناً بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کچھ مسائل چھوٹے ہوتے ہیں، کچھ بڑے اور کچھ بہت بڑے، مگر ایک مسئلہ ایسا بھی ہے جو تمام مسائل میں سے سب سے بڑا مسئلہ ہے، یعنی اس کے سامنے تمام کے تمام مسائل ہیچ ہیں، اور وہ کیا ہے؟

وہ ہے موت! موت انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے، کیونکہ جب موت آجاتی ہے تو اس کے دیگر سارے کے سارے مسئلے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، از خود ختم ہو جاتے ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، کوئی افادیت نہیں رہتی، ان مسائل کے حل کی اسے کوئی ضرورت رہتی ہے اور نہ تمنا وخواہش رہتی ہے۔

موت کے وقت اگر کسی کی کوئی خواہش، کوئی تمنا اور کوئی آرزو باقی رہ جاتی ہے تو وہ صرف یہ کہ:

﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝۹۹ۙ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ﴾

(المومنون : ۹۹)

''مجرم لوگ روح قبض کیے جانے کے وقت یہ خواہش اور التجا کرتے ہیں کہ اے میرے رب مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج جسے میں چھوڑ آیا ہوں، امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا، مگر اللہ فرماتے ہیں: (کلا) ہرگز نہیں۔''

﴿اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۰۰﴾

(المؤمنون : ۱۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”ہرگز نہیں! یہ بس ایک بات ہے جو وہ کہے جا رہا ہے، اب ان کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔“

یہ خواہش تو ایک کافر ومشرک کی ہوگی جبکہ دوسری طرف شہید بھی ایک خواہش کرے گا اور اس کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جا کر دس بار شہید ہو۔

(مسلم ، کتاب الامارة : ۱۸۷۷)

تو موت انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے، مگر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ جو انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے وہی اس کا سب سے زیادہ نظر انداز کیا گیا مسئلہ ہے۔

خیر یہ مسئلہ ہمارا آج کا اصل موضوع نہیں ہے، اصل موضوع یہ ہے کہ ہر انسان کو زندگی میں جو بے شمار مسائل پیش آتے ہیں، ہر معاملے اور ہر شعبے میں پیش آتے ہیں، تو ان کے حل اور تدارک کی بھی یقیناً انسان کو ضرورت اور فکر ہوتی ہے۔

یعنی مسائل کا پیش آنا بھی اک طبعی اور فطری عمل ہے اور ان کا حل تلاش کرنا بھی اک لازمی اور ضروری امر ہے، کیونکہ اگر مسائل کا حل نہ نکالا جائے تو انسان کا جینا مشکل ہو جائے، ہر طرف انتشار اور افراتفری، قتل و غارت اور خونریزی ہو، لڑائی جھگڑے ہوں، بے سکونی اور بدامنی ہو، سارا نظام درہم برہم ہو جائے اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون رائج ہو جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسائل کا حل کیسے اور کہاں تلاش کیا جائے، ثالث کون ہوگا، صحیح اور غلط کا فیصلہ کون کرے گا۔

تو آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

کسی بھی مسئلے کے حل کے لیے لوگوں کے سامنے عموماً تین آپشنز ہوتے ہیں۔

❁:......ایک یہ کہ وہ اپنی من مانی کریں، طاقت کے زور پر مسئلے کا حل چاہیں۔

❁:......اور دوسرے یہ کہ وہ کسی وضعی نظام کو، یعنی دنیا کے بنائے ہوئے نظام کو فالو کریں، اس کے تحت اپنے مسائل اور اپنے اختلافات کا حل تلاش کریں۔

❁:......اور تیسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ نظام کے مطابق زندگی گزاریں،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس کے مطابق اپنے مسائل اور اپنے اختلافات کے فیصلے کریں یا کروائیں۔

میں نے ان جن تین آپشنز کا ذکر کیا ہے، قرآن پاک انہیں اصولی طور پر دو ہی راستے قرار دیتا ہے۔

❁:......ایک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا راستہ۔

❁:......اور دوسرے خواہشات کی پیروی اور اتباع کا راستہ۔

یعنی اتباع رسول کے علاوہ جتنے بھی طریقے اور جتنے بھی راستے ہیں، وہ اتباع الشہوات ہیں، خواہشات کی پیروی ہی ہیں، وہ چاہے من مانی اور قوت و طاقت کے استعمال کا راستہ ہو یا لوگوں کے خودساختہ نظام کی پیروی کا راستہ ہو۔

اللہ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ﴾

(القصص : ٥٠)

”اور اگر یہ لوگ آپ کی باتیں نہ مانیں تو پھر سمجھ لیں کہ یہ دراصل اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔“

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (القصص : ٥٠)

”اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ اور بھٹکا ہوا بھلا کون ہوگا جو اللہ کی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے۔“

ان دلائل کی روشنی میں ہمیں یہ تو معلوم ہوگیا کہ صحیح، سچا اور سیدھا راستہ اتباعِ رسول ﷺ کا راستہ ہے اور بحیثیت مسلمان ہمیں یہی راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اب یوں تو تمام بنی نوع انسان کو یہی حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم وحواء علیہما السلام اور ابلیس کو جنت سے اتر جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ﴾ (البقرہ : ۳۸)

''ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔''

﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۸﴾ (البقرہ : ۳۸)

''پھر میری طرف سے جو کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہ ہوگا۔''

اور ہر نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی پیغام دیا ہے کہ:

﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ﴾ (الاعراف : ۵۹)

''اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔''

﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝۳ۙ﴾ (نوح : ۳)

''اللہ کی عبادت کرو، اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ﴾ (النحل : ۳۶)

''ہم نے ہر امت میں سے ایک رسول بھیجا اور اس کے ذریعے سے پیغام دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔''

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝۲۵﴾ (الانبیاء : ۲۵)

''ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، پس تم میری ہی بندگی کرو۔''

مگر بالخصوص مسلمانوں کو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی اور اپنے فیصلے قرآن و حدیث کے مطابق کروانے کی سختی سے تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾ (النساء : ٦٥)

”اے محمد ﷺ! آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ کبھی ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حکم اور فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔اور پھر یہیں بس نہیں۔ بلکہ پھر آپ ان کے لیے جو فیصلہ صادر فرما دیں، یہ اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی اور انقباض محسوس نہ کریں بلکہ اسے بخوشی تسلیم کر لیں۔“

آپ نے یقیناً اندازہ کر لیا ہوگا کہ ایک مسلمان کو اپنے فیصلے قرآن وسنت کے مطابق کروانے کی کس حد تک سختی سے تاکید کی گئی ہے۔کہ صرف فیصلہ مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ دل کی خوشی کے ساتھ ماننا ایمان کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾ ﴾ (المائدہ : ٤٧)

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی فاسق ہیں۔“

ایک جگہ فرمایا، وہ ظالم ہیں اور ایک جگہ فرمایا، وہ کافر ہیں،اور اسی طرح مزید متعدد آیات ہیں۔

تو قرآن و حدیث سے واضح طور پر ہمیں معلوم ہو گیا کہ تمام تر مسائل اور اختلافات کا حل صرف اور صرف قرآن و حدیث میں ہے اور یہ کہ مسلمانوں پر اپنے اختلافات اور اپنے مسائل کے فیصلے قرآن وسنت کے مطابق کروانا لازم اور فرض ہے اور جو ایسا نہیں کرتے، وہ ایماندار نہیں، وہ گمراہ ہیں، فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ دین حق کے انکاری ہیں۔

علماءِ امت اور سلف صالحین رحمہم اللہ اسی مفہوم کے قائل، اسی سوچ،اسی طرز فکر، اسی منہج اور اسی عقیدہ کے حامل تھے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

((لَـنْ يَصْلُحَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلُحَ بِهِ أَوَّلُهَا فَمَالَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا لَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا)) (الشفا بتعريف حقوق المصطفى

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ﷺ، ج: ۲، ص: ۸۸)

"اس امت کے آخری دور کی اصلاح اسی طرز، اس منہج اور اسی عقیدے پر ہوگی جس پر پہلے دور کے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی اور جو چیز اس دور میں دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتی۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس معاملے میں ہمارا طرز عمل کیا ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ آپ سب جانتے اور دیکھتے ہیں کہ آج مسلمان ایسی بے راہ روی کا شکار ہیں جو کہ نہایت ہی افسوسناک، باعث شرمندگی اور قابل مذمت ہے۔

آپ یقیناً دیکھتے یا سنتے ہوں گے کہ قوم کی بیٹیوں کو سر عام سٹیجوں پر نچوایا جاتا ہے، وہ میلے کی شکل میں ہو یا احتجاج کی صورت میں، اور پھر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ:

﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۱)

"کہ ہم ملک وقوم کے خیر خواہ ہیں، اصلاح احوال چاہتے ہیں۔"

﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۲)

جب کہ حقیقت یہ ہے، یہی تو فتنہ اور فساد ہے یہی تو انتشار ہے، یہی تو بے حیائی اور بے دینی پھیلانا ہے، مگر انہیں اس بات کا شعور ہی نہیں ہے۔

من حیث القوم ہم اپنے اختلافات کا حل قوت وطاقت کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں، اور پھر ان اختلافات پر تبصرے اور رائے زنی کے لیے ہم گویوں اور اداکاروں کو بلاتے ہیں اور ان خودساختہ دانشوروں کو بلاتے ہیں، جو دین کی ابجد ہوز سے واقف نہیں ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ نہ صرف یہ کہ دین معاذ اللہ ہماری ترجیح نہیں ہے، بلکہ ہم دین سے سرتاپا بے زار ہیں۔

قرآن پاک کی ان آیات پر غور کیجئے کہ کیا یہ ہماری ہی تصویرکشی نہیں کی گئی کہ جس میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ ﴾ (النساء : ٦٠)

''کیا آپ نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، اس کتاب پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا، شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔''

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ ﴾ (النساء : ٦١)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول کی طرف، تو آپ ان منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف آنے سے کتراتے ہیں۔''

ایمان سے کہیے کیا یہ ہمارے ہی طرز عمل کی منظر کشی نہیں ہے، اپنے آپ کو دھوکہ مت دیجئے، اپنی اصلاح کی فکر کیجئے۔ اگر قرآن و حدیث کے یہ دلائل آپ کے دل پر اثر نہیں کرتے تو جان لیجئے کہ صورت حال بہت خطرناک ہے۔ دلوں کی سختی سب سے بڑی سزا ہے، جان و مال کی تباہی و بربادی سے بھی بڑی سزا ہے۔

اپنے دلوں کو ٹٹولیے اور غور کیجئے کہ کہیں ہمارے دل ان بدنصیب اور بدقسمت دلوں کی طرح تو نہیں ہیں کہ جن میں غیر اللہ کی محبت اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے کہ:

﴿ يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ ﴾ (البقرہ : ١٦٥)

''اپنے رہنماؤں، اپنے لیڈروں اور اپنے بڑوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ سے کی جانے چاہیے تھی۔''

اگر اللہ نہ کرے معاملہ ایسا ہو تو پھر قیامت کے دن جہنم کے اس منظر کو بھی سامنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائیے کہ:

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠ ﴿٦٦﴾﴾ (الاحزاب: ٦٦)

''جس روز ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے اس وقت وہ کہیں گے کہ اے کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔''

﴿وَقَالُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠ ﴿٦٧﴾﴾

(الاحزاب: ٦٧)

''اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔''

﴿رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ ٱلْعَذَابِ وَٱلْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾﴾

(الاحزاب: ٦٨)

''اے ہمارے رب، ان کو دہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت فرما۔''

آج مسلمان اپنے دین سے بہت دور ہیں۔ اس میں اگر کسی کو شک ہے تو اس کی عقل پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ دین سے اس دوری کا سبب کیا ہے؟

دین سے دوری کا کوئی صرف ایک سبب نہیں بلکہ بہت سے اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک کہ جس کا میں آج کی گفتگو میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ علم دین سے دوری اور علم دین کا اٹھایا جانا ہے، اور وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ))

(بخاري: ١٠٣٦)

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک علم دین نہ اُٹھالیا جائے گا اور زلزلوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کثرت نہ ہو جائے اور زمانہ جلدی جلدی نہ گزرنے لگے اور فتنے نہ پھوٹ پڑیں اور ہرج کی کثرت نہ ہو جائے، اور ہرج سے مراد قتل وخونریزی ہے۔"

اور قرب قیامت علم دین کے اُٹھائے جانے کا نتیجہ گمراہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُ وسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا))

"اللہ تعالیٰ علم ایسے نہیں اُٹھائے گا کہ بندوں سے چھین لے، بلکہ علماء کو فوت کر کے علم کو اُٹھائے گا، حتیٰ کہ جب وہ کوئی عالم نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار اور رہنما بنا لیں گے، پس ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، چنانچہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

یعنی علم کتابوں میں تو موجود ہوگا مگر وہ علماء راسخین ومخلصین نہیں رہیں گے جو اس کی کتاب وسنت کے مطابق تشریح کر سکیں۔

چنانچہ آج اس حوالے سے صورت حال یہ ہے کہ علماء حق روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ کوئی پُر کرنے والا نہیں ہے، البتہ ایسے بہت سے لوگ ضرور موجود ہیں جو بظاہر علماء نظر آتے ہیں مگر ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو کم علم، بے عمل اور دنیا دار قسم کے ہیں، لہٰذا مسائل دین معلوم کرتے وقت اس بات کا خیال ضرور رہے کہ آپ جن سے مسائل دریافت کریں تو وہ عالم باعمل ہوں اور خالص کتاب وسنت کی روشنی میں مسئلوں کا جواب دیں، بصورت دیگر گمراہی کے آپ خود بھی ذمہ دار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گمراہی اور بے راہ روی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلم امہ کا بڑا مسئلہ: معاشی فراوانی یا تحفظ ایمانی؟

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴾ (الرعد: ۱۱)

امت مسلمہ آج جس زوال، انحطاط اور زبوں حالی کا شکار ہے، کسی بھی باشعور انسان پر مخفی نہیں اور یقیناً ہر باشعور مسلمان امت مسلمہ کی اس حالت زار پر فکر مند اور پریشان ہے اور خواہشمند ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس بدحالی اور ذلت و رسوائی کی کیفیت سے نکلا جائے۔ مگر کسی کو کچھ سمجھ نہیں آتا، کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

اپنے طور پر جو اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اپنی عقل و دانش کے مطابق، لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق اور اپنے جذبات کے مطابق حل تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس سے الجھنیں مزید بڑھ جاتی ہیں اور مسائل پیچیدہ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟

ایسا اس لیے ہے کہ دنیا بنانے والے نے دنیا بنا کے اسے Unattended نہیں چھوڑا، دوسروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا، اسے بے یارو مددگار نہیں چھوڑا، بلکہ اس کا اک نظام بھی دیا ہے اور دنیا صرف اسی نظام کے مطابق چل سکتی ہے، کسی اور نظام کے مطابق چل سکتی ہے اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے۔

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (آل عمران: ۸۵)

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے، اس سے وہ قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام کو چھوڑ کر کوئی اور نظام چلانے کی کوشش کریں گے تو یقیناً اس میں رخنے بھی ہوں گے، رکاوٹیں بھی پیش آئیں گی اور مشکلات اور پریشانیاں بھی ہوں گی۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام کی روشنی میں کسی بھی قوم کی اور بالخصوص مسلمان قوم کی زبوں حالی اور اس کے زوال وانحطاط کے اسباب کیا ہیں اور ان کا حل کیا ہے؟

یوں تو تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک ہی نظام ہے اور تمام قوموں کے زوال اور انحطاط کا بنیادی ایک ہی سبب ہے اور وہ ہے کسی کا اپنے اس بنیادی نظام اور عقائد ونظریات سے دستبردار ہونا، البتہ مسلمان قوم کو دیگر اقوام عالم پر کچھ خصوصیات حاصل ہیں، جیسا کہ قرآن وحدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے، چنانچہ امت مسلمہ کے عروج اور زوال کے اسباب کئی لحاظ سے دوسری قوموں سے مختلف ہیں اور جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

اور رسولِ ہاشمی ﷺ کے امتی ہونے کا شرف حاصل ہونا سب سے بڑی خصوصیت ہے اور یہ خصوصیت اپنے اندر دیگر بہت سی خصوصیتیں لیے ہوئے ہے۔

لہٰذا ہمیں دوسری قوموں کے عروج وزوال کے اسباب پر قیاس کرتے ہوئے اپنے زوال کے اسباب تلاش نہیں کرنے بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کرنے ہیں۔

ہمارے ہاں ملک وقوم کا سب سے بڑا مسئلہ معاشی مسئلہ باور کرایا جاتا ہے، جیسا کہ ہمارے بہت سے نام نہاد دانشور، مفکرین اور لیڈران دن رات ایک ہی راگ الاپتے نظر آتے ہیں کہ معاشی بدحالی ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور پھر مثالیں امریکہ اور یورپ کی دی جاتی ہیں، حالانکہ مسلمانوں کی معیشت دوسری قوموں کی معیشت سے کئی لحاظ سے مختلف ہے۔ اگرچہ ان کے معاشی استحکام مین ان کی محنت وکوشش کے ساتھ ساتھ دیگر عوامل بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شامل ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اک خصوصی پیکج بھی حاصل ہے کہ دنیا میں ان کے نیک کاموں کا صلہ اور اجر انہیں دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً ، يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ))

''اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی نیکی پر اس پر ظلم نہیں کرتے، اس کی نیکی کا بدلہ اسے دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا ثواب دیا جائے گا۔''

((وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا ، حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا))

(مسلم : ۲۸۰۸)

''جبکہ کافر دنیا میں جو نیکی اللہ کے لیے کرتا ہے، اس کے بدلے اسے دنیا میں ہی کھلایا پلایا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت کو پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔''

تو یوں تو ایک کافر کے نیک کاموں کا بدلہ جو اسے آخرت میں دیا جانا تھا وہ بھی دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے اور دوسری طرف مسلمانوں سے ابتلاء اور آزمائش کے طور پر وہ اجر بھی روک بھی لیا جاتا ہے بلکہ جان و مال میں نقصان اور کمی بھی کی جاتی ہے، جیسا کہ متعدد آیات و احادیث اس پر شاہد ہیں۔

اور ابھی تو اللہ تعالیٰ کافروں کو اور بھی مال و دولت اور نعمتوں سے نوازنا چاہتے تھے، مگر اس خدشے کے پیش نظر کہ مسلمان بھی دولت کے حصول کی خاطر کافروں جیسے ہو جائیں گے وہ نعمتیں روک لی گئیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ۝ وَزُخْرُفًا﴾ (الزخرف : ٣٣-٣٥)

"اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم اللہ الرحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے اور ان کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی اور سونے کے بنوا دیتے۔"

﴿وَإِنْ كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (الزخرف : ٣٥)

"اور یہ تو محض حیات دنیا کی متاع ہے۔"

﴿وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾ (الزخرف : ٣٥)

"اور آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقین کے لیے ہے۔"

تو ایک طرف تو مال و دولت کی فراوانی کے اسباب مختلف اور دوسری طرف معیشت تنگ کر دینے کے اسباب مختلف، مسلمانوں کی معاشی تنگی کا ایک سبب یہ بتلایا کہ:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ (طٰہٰ : ١٢٤)

"اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا، منہ موڑے گا اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی۔"

اگرچہ معیشت تنگ کر دینے کا مطلب ضروری نہیں کہ تنگدستی ہی ہو، بسا اوقات معاشی خوشحالی حاصل ہونے کے باوجود بھی تنگدستی کا احساس ہوتا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کے فراخیٔ رزق کا سبب بتلایا کہ:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ (الاعراف : ٩٦)

"اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔"

تو پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان قوم کا سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ معاشی مسئلہ نہیں ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ آپ ﷺ نے اس ضمن میں دعاء سکھلائی ہے کہ دنیا کا حصول ہمارا سب سے بڑا مسئلہ نہ بنا دیا جائے:

((وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا))

(ترمذي : ٣٥٠٢)

''اے اللہ! دنیا کو ہماری سوچ اور فکر کا محور نہ بنانا اور نہ ہمارے علم کی منزل بنانا۔''

یعنی ہمیں سب سے زیادہ فکر حصول معاش کی ہو اور ہمارے علم ومعرفت کا مقصدِ وحید دولت کمانا ہی بن کر رہ جائے۔

حقیقت میں اک مسلمان کا سب سے بڑا مسئلہ ایمان کو بچانا ہے، مگر ہمارے عوام اور بالخصوص ہمارے نام نہاد رہنماؤں کی سوچ اور فکر کی سطحیت کا اندازہ کیجئے کہ ان کے ہاں سب سے بڑا مسئلہ معاشی مسئلہ ہی ہے اور ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کے ذریعے ملک وقوم خوشحال ہوجائے اور دولت کی فراوانی حاصل ہوجائے مگر اللہ نہ کرے کہ ایسے لوگوں کے ذریعے اور اس بے دینی کی حالت پر قائم رہتے ہوئے ملک خوشحال ہو۔

اس لیے کہ اگر ایسے لوگوں کے ذریعے اور دین بے زاری کی حالت میں خوشحالی آئے گی تو اس کی بہت بڑی قیمت چکانی پڑے گی اور وہ قیمت کیا ہے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى مَعَاصِيهِ مَا يُحِبُّ فَإِنَّمَا هُوَ إِسْتِدْرَاجٌ)) (السلسلة الصحيحة : ٤١٣)

''جب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کی اس کے گناہوں کے باوجود مرادیں پوری کر رہا ہے اسے اس کی پسند کی چیزیں دے رہا ہے تو جان لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج ہے (یعنی ڈھیل ہے۔)''

((ثُمَّ تَلَا))

''پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ۝﴾ (الانعام: ٤٤)

''پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی، بُھلا دیا تو ہم نے ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان بخششوں میں جو انہیں عطا کی گئی تھیں، خوب مگن ہو گئے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ وہ ہر خیر سے مایوس تھے۔''

اب خود ہی غور کیجیے کہ اگر ہمارے رہنما مسلمان بیٹیوں کو سٹیجوں پر نچوائیں اور پھر وہ اقتصادی اور معاشی پروگراموں میں کامیاب ہوجائیں تو کیا وہ استدراج اور ڈھیل نہ ہوگی۔ کیا معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ ان کی کرتوتوں پر خوش ہوگا، دولت کی فراوانی اور خوشحالی تو انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی آزمائش رہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

﴿هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّىۡ ۖ﴾ (النمل: ٤٠)

''یہ میرے رب کا فضل ہے۔''

﴿لِيَبۡلُوَنِىۡٓ ءَاَشۡكُرُ اَمۡ اَكۡفُرُ ؕ﴾ (النمل: ٤٠)

''تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔''

صرف ایسے رہنما ہی نہیں بلکہ عوام میں سے بھی جو لوگ ایسے پروگراموں کو سپورٹ کریں گے کہ جن میں اخلاقیات کا جنازہ نکالا جا رہا ہو، ان کا انجام کیا ہوسکتا ہے۔

اللہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ﴾ (النور: ١٩)

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہم لوگ اگر ایسے پروگراموں کو سپورٹ کریں تو بہت کوتاہ نظر ہوں گے، آج ہم ایسے بے حیائی کے پروگراموں کو اخلاقی یا مالی تعاون مہیا کریں گے تو کل کو کیا ہم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو ایسے پروگراموں میں شریک ہونے سے روک سکیں گے؟ وہ کہیں گے کہ آپ نے اپنا جنون دکھایا، اب ہمارا جنون دکھانے کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ ایسی بدبختی سے محفوظ فرمائے۔

اور یہیں بس نہیں بلکہ آج مجموعی طور پر امت مسلمہ کی یہ حالت ایک بہت خطرناک تصویر پیش کرتی ہے، یہ دور قرب قیامت کا دور ہے، فتنوں کا دور ہے اور فتنوں کے دور میں زمین میں دھنس جانے کے واقعات بھی رونما ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَمَسْخٌ))

''آخری دور میں خسف، قذف اور مسخ کے واقعات ہوں گے۔ زمین میں دھنسا دیئے جانے کے، پتھروں کی بارش کیے جانے کے اور مسخ کیے جانے کے واقعات ہوں گے۔''

((إِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ وَالقَيْنَاتُ وَاسْتُحِلَّتِ الْخَمْرُ))

(صحيح الجامع : ٣٦٦٥)

جب گانے بجانے کے آلات اور گانے بجانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی اور شراب کو حلال سمجھ لیا جائے گا۔

قوموں کے زوال کے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسباب جاننا چاہیں تو ایک ایک بات بہت وضاحت کی ساتھ بیان کی گئی ہے مگر کون چاہتا ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں، ہم تو اپنے جذبات کے مطابق حل کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن پاک میں بہت سی قوموں کی ہلاکت اور تباہی کا ذکر کیا گیا ہے مگر ان میں سے کوئی قوم ایسی نہ تھی کہ جو معاشی بدحالی کی وجہ سے ہلاک کی گئی ہو، بلکہ ان کی تباہی کا اصل سبب بے حیائی اور فحاشی تھا، قرآن و حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شاعر کہتا ہے

إِنَّمَا الْأُمَمُ الْأَخْلَاقُ مَا بَقِيَتْ

فَإِنْ هُمُو ذَهَبَتْ أَخْلَاقُهُمْ ذَهَبُوا

''قومیں اپنے اخلاق کی بدولت قائم رہتی ہیں، اگر اخلاقیات ختم ہوجائیں تو قومیں ختم ہوجاتی ہیں۔''

آج مسلمان اخلاقی زوال کا شکار ہیں مگر بے حسی کا یہ عالم ہے کہ کوئی ماننے کو تیار ہی نہیں۔

ہم اپنا اصل مسئلہ معاشی مسئلہ سمجھتے ہیں، جبکہ ذلت و رسوائی سب سے بڑا مسئلہ ہے، آج کتنے ہی مسلمان ممالک ہیں کہ جنہیں مال و دولت کی فراوانی حاصل ہے، خوشحالی حاصل ہے مگر کیا دنیا میں کہیں ان کی کوئی عزت ہے، کوئی رعب ودبدبہ ہے، کوئی اخلاقی برتری حاصل ہے؟

اور معاشی خوشحالی سے ذلت و رسوائی ہرگز دور نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا ، لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ)) (ابو داود: ٣٤٦٢)

''جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے، گائیوں بیلوں کی دُمیں تھام لوگے، کھیتی باڑی میں مگن رہنے لگوگے، اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے تم اس وقت نجات نہ پا سکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے۔''

اَلْعِيْنَة: کا مفہوم ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی شخص پچاس ہزار کی گاڑی خریدتا ہے ادھار پر، پھر گاڑی بیچنے والا وہی گاڑی اسی وقت اس سے چالیس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہزار میں نقد خرید لیتا ہے اور چالیس ہزار اس کو دے دیتا ہے، خریدنے والا گاڑی کے بدلے چالیس ہزار روپے نقد لیتا ہے مگر اسے قسطوں میں پچاس ہی واپس کرنے ہوں گے یہ معاملہ سود کے الزام سے بچنے کے لیے ایک حیلہ ہے مگر حقیقت میں یہ سود ہی کی ایک قسم ہے اور یہ العینۃ خرید وفروخت کہلاتی ہے اور یہ خرید وفروخت یعنی سودی معاملہ مسلمانوں کے زوال و انحطاط اور تباہی و بربادی کے اسباب میں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی حیلہ سازیوں سے محفوظ فرمائے اور راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق کی تعیین بذریعہ خواہشِ نفس یا دین متین؟

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم : ٤١)

اللہ تعالیٰ کے انسان پر بے شمار اور لاتعداد انعامات و احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کو دنیا میں بھیجنے کے بعد یونہی بے توجہ اور بے یارومددگار نہیں چھوڑا، نظر انداز نہیں کیا، بلکہ اس کی ہدایت و رہنمائی کے مکمل انتظامات فرمائے۔

ان انتظامات میں سے ایک تو یہ ہے کہ اسے عقل سے نوازا، صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کی فطری صلاحیت عطا فرمائی، انبیاء و رسل علیہم السلام کو وحی الٰہی دے کر قولی اور عملی تشریح کے لیے مبعوث فرمایا اور مسلمانوں کے لیے خصوصی طور پر خطبۂ جمعہ کی صورت میں نصیحت وموعظت کا اہتمام فرمایا اور آخر میں ہر مسلمان پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ دن اور رات میں کم از کم سترہ بار اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعاء مانگیں۔

ہدایت و رہنمائی کی انسان کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے، کیونکہ زندگی میں انسان کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اوران میں سے بہت سے ایسے مختلف فیہ مسائل ہوتے ہیں کہ جن میں ہر فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہا ہوتا ہے۔

ایسے میں یہ جاننا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر، اس کا فیصلہ یقیناً بہت مشکل ہوتا ہے، اگرچہ عدالت بھی کسی ایک فریق کے حق میں فیصلہ دے دے پھر بھی ضروری نہیں ہوتا کہ وہی فریق حق پر ہو، کیونکہ فیصلہ ظاہری دلائل پر ہوتا ہے اور اس میں کسی کی چرب زبانی بھی کام دکھا سکتی ہے کوئی شخص یا اس کا وکیل اپنا مدعا اور اپنا موقف بہترین طریقے سے، پرکشش الفاظ میں اور Convincing انداز میں پیش کرسکتا ہے مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہی حق پر ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ، وَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ))

میں انسان ہوں اور تم اپنے جھگڑوں کے فیصلوں کے لیے میرے پاس آتے ہو اور کبھی تم میں سے کسی کو اپنا مدعا پیش کرنے کے لیے دوسرے فریق کی نسبت قوت بیانی حاصل ہوتی ہے یعنی اپنا موقف اور مدعا دوسرے شخص سے زیادہ بہتر انداز میں بیان کرسکتا ہے۔

((وَ أَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ))

''اور میں جو کچھ سنتا ہوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ دیتا ہوں۔''

((فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ)) (بخاري: ٦٩٦٧)

''پس میں اگر کسی کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے، کیونکہ درحقیقت میں اس کو آگ کا ٹکڑا کاٹ کے دے رہا ہوں گا۔''

آپ ﷺ چاہتے تو آپ کو اللہ کی طرف سے سے جو کسی کے حق پر ہونے کا علم ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ آپ ﷺ کے دور مبارک میں تو یہ ممکن تھا، مگر بعد کے ادوار میں کیا ہوتا؟ یقیناً ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا، ایک بہت بڑی مشکل کھڑی ہوجاتی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ظاہری دلائل کے مطابق فیصلہ کرنے کا طریقہ مقرر فرما دیا اور حقیقی فیصلے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں قیامت کے دن پر چھوڑ دیئے۔ چنانچہ اسی طریقے پر مسلمان عدالتوں میں فیصلے ہوتے چلے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

قاضیوں اور ججوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اس طریقے پر فیصلے کریں اور عوام پر بھی لازم ہے کہ وہ ہر صورت میں قاضی کا فیصلہ تسلیم کریں چاہے حق پر ہوتے ہوئے بھی اس کے خلاف ہو، ورنہ دنیا میں خونریزی اور فتنوں کا اک طوفان کھڑا ہو جائے گا۔

قاضی شریح رحمہ اللہ فریقین کے مابین فیصلہ کرنے کے بعد اگر یہ محسوس کرتے کہ جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق میں فیصلہ دیا ہے وہ اس کا حقدار ہے یا نہیں تو فرمایا کرتے:

"يَا عَبْدَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَقْضِيْ لَكَ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ ظَالِمًا"

''اے اللہ کے بندے! اللہ کی قسم میں اگرچہ تمہارے حق میں فیصلہ دے رہا ہوں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ تم ہی ظالم ہو۔''

"وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ أَقْضِيْ بِالظَّنِّ"

''مگر میں محض کسی ظن وگمان اور خیال سے فیصلہ نہیں کر رہا۔''

"وَلٰكِنْ أَقْضِيْ بِمَا أُحْضِرَنِي"

''بلکہ میرے سامنے جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کے مطابق فیصلہ کر رہا ہوں۔''

"وَإِنَّ قَضَائِي لَا يَحِلُّ لَكَ مَا حُرِّمَ عَلَيْكَ"

(مصنف ابن شيبة ، ج: ٤ ، ص : ٥٤٢)

''اور میرا فیصلہ تمہارے لیے ہرگز وہ چیز حلال نہیں کرتا جو تمہارے لیے حرام کی گئی ہے۔''

یہ موضوع تو یقیناً اک طویل موضوع ہے، جو مستقل کئی ایک خطبوں کا متقاضی ہے، لیکن اگر ہم اس ایک حدیث پر بھی غور کریں تو ہمیں اپنے اختلافات دور کرنے اور اپنے مسائل حل کرنے میں واضح طور پر رہنمائی مل سکتی ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج ہمارے ہاں اک رواج چل نکلا ہے- فیصلوں کے حوالے سے- کہ ہم لوگ اس فیصلے کو حق اور سچ پر مبنی فیصلہ تسلیم کرتے ہیں جو ہماری امنگوں کے مطابق ہو، ہمارے حق میں ہو اور ہمارے مقرر کردہ وقت کے اندر اندر ہو اور اگر کوئی فیصلہ ہماری امنگوں کے مطابق نہ ہو تو اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں، اس قاضی کو بکا ہوا قرار دیتے ہیں، خودسوزی کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں، سڑکوں پر نکل آتے ہیں، توڑ پھوڑ کرتے ہیں اور اک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں اور ہمارے نام نہاد دانشور ٹاک شوز میں تبصرے کر رہے ہوتے ہیں کہ انصاف ہونا بھی چاہیے اور انصاف ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا اور یہیں بس نہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاضی اور جج کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے بلکہ اگر کوئی شخص قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرے اور طریقۂ کار بیان کرے تو اس سے خفا ہو جاتے ہیں اور اس پر کسی ایک پارٹی کی طرف داری کا الزام داغ دیتے ہیں۔

یہ سوچ اور یہ انداز فکر نہایت ہی خطرناک ہے، ایسا انداز فکر کہ جس میں انصاف کا مطلب یہ ہو کہ اگر حق میں فیصلہ آئے تو انصاف اور اگر مخالف ہو تو ناانصافی اور پھر اپنے حق میں فیصلہ لینے کے لیے طاقت کا استعمال کرنا، ایسا اندازِ فکر قوموں کے زوال وانحطاط اور تباہی وبربادی کی نوید لایا کرتا ہے۔

اس حقیقت سے یقیناً کسی کو انکار نہیں ہوگا کہ انسان جو کچھ بھی اس دنیا میں کرتا ہے اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی سوچ اور فکر ضرور کارفرما ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی عقیدہ اور نظریہ ضرور موجود ہوتا ہے حتی کہ عقیدہ نہ ہونا بھی اک عقیدہ ہے، اور ہر عقیدہ اور نظریہ اور ہر سوچ اور فکر انسان کی اس دنیا کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور آخرت کی زندگی پر بھی۔

وہ سوچ اور فکر اگر سلیم ہوگی، وہ عقیدہ اور نظریہ اگر درست ہوگا تو اس کے نتائج بھی مثبت ہوں گے، دنیا میں امن وامان ہوگا، برکتیں ہوں گی، خوشحالی ہوگی۔

اور وہ عقیدہ اور نظریہ اگر درست نہ ہوگا، فکر اگر ٹیڑھی ہوگی تو اس کے نتائج بھی منفی ہوں گے، مصیبتیں، پریشانیاں اور بیماریاں ہوں گی، ڈر اور خوف ہوگا، بدامنی ہوگی، بے حیائی اور فحاشی ہوگی، قتل وخونریزی ہوگی، فتنہ وفساد ہوگا، تنگدستی اور قحط سالی ہوگی۔

ٹیڑھی سوچ اور ٹیڑھی فکر کے نقصانات میں سے اک بہت بڑا اور ناقابل تلافی نقصان یہ ہے کہ ٹیڑھی سوچ اور ٹیڑھے طرز عمل کے نتیجے میں سزا کے طور پر دل ٹیڑھے کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا زَاغُوٓا أَزَاغَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَـٰسِقِينَ ۝﴾

(الصف: ۵)

’’پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دیئے، اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اندازہ کریں ٹیڑھی روش کا کس قدر سنگین اور بدبختی پر مبنی انجام ہے۔ دل ٹیڑھے کر دیئے جانے کا مطلب ہدایت کا دروازہ بند کر دیا جانا ہے۔ اعاذنا اللّٰه منه۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بدبختی سے محفوظ فرمائے، آمین۔

یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ اک عام گناہ میں اور سوچ اور فکر کے ٹیڑھا ہونے کے نتیجے میں کیے گئے گناہ میں بہت فرق ہے۔

اک عام گناہ تو عموماً انسان جذبات سے مغلوب ہوکر، دنیا کی کشش میں کھو کر کرتا ہے، پھر اس پر اصرار نہیں کرتا، بلکہ اپنے کیے پر شرمندہ بھی ہوتا ہے، وہ گناہ کو گناہ ہی سمجھتا ہے اور شرم وحیاء کے باعث لوگوں سے چھپ چھپا کر کرتا ہے،

جبکہ ٹیڑھی سوچ اور ٹیڑھی روش کے نتیجے میں جو گناہ کرتا ہے وہ شرم وحیاء محسوس کیے بغیر بے دھڑک کرتا ہے، سرعام کرتا ہے، علی الاعلان کرتا ہے اور اس گناہ کے جواز پر کٹ حجتیاں پیش کرتا ہے اور اسے جسٹی فائی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ یہ تو سب کرتے ہیں اور یہ کہ پہلے کون سے لوگ تہجد گزار ہیں وغیرہ۔

جو باتیں ٹیڑھی روش کی علامات ہیں ان پر غور کریں تو وہ تمام باتیں ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک ہیں، مثلاً شرم و حیاء کا فقدان کس قدر خطرناک ہوتا ہے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا لَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) (بخاري : ٦١٢٠)

''جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔''

یعنی شرم وحیاء گناہ کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتی ہے اور اگر کسی شخص میں حیا ختم ہو جائے تو اس میں گناہ کے لیے اتنی دلیری آجاتی ہے کہ وہ کسی بھی گناہ کے ارتکاب کی جرأت کر سکتا ہے۔

اسی طرح سرعام برائی کرنا، یا اپنے گناہ کی تشہیر کرنا، لوگوں سے اس کا ذکر کرنا بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہایت خوفناک نتائج کا حامل ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ))

''میری امت کے تمام لوگوں سے درگزر کیا جاتا ہے سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے۔''

((وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَيَقُولَ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ))

(بخاري : ٦٠٦٩)

''اور علانیہ گناہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی رات کی تاریکی میں کوئی گناہ کرتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہوتی ہے، مگر وہ خود اپنا پردہ چاک کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے رات میں ایسا ایسا کیا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے رات بھر اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہوتی ہے مگر جب صبح ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی پردہ پوشی کو بے نقاب کر دیتا ہے۔''

تو ایسا شخص کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے احسان، اس کی مہربانی اور Favour کو ٹھکرا دیا، اس کے عفو و درگزر اور اس کی پردہ پوشی کی قدر نہ کی اور مزید یہ کہ برائی کو ظاہر کر کے معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کا سبب بنا، وہ اس قابل نہیں رہا کہ اس سے درگزر کیا جائے۔ چنانچہ اسے ذلیل و رسوا کر دیا جاتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾

(یونس : ٢٧)

''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، وہ ویسا ہی بدلہ پائیں گے جیسی ان کی برائیاں ہیں اور ذلت ان پر مسلط ہوگی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (النور: ١٩)

”جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

تو جس قوم اور جس معاشرے میں کھلے عام اور علانیہ طور پر برائیوں کا ارتکاب ہونے لگ جاتا ہے تو پھر وہاں طرح طرح کی آفتیں اور مصیبتیں آیا کرتی ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَـمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوا)) (ابن ماجة: ٤٠١٩)

”جس قوم میں فحاشی پھیل جائے حتیٰ کہ وہ اسے علی الاعلان کرنے لگ جائیں تو وہ طاعون اور ایسی ایسی بیماریوں میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں جو ان کے اسلاف اور آباو اجداد میں نہیں پائی جاتی تھیں۔“

تو فکر کی کجی اور سوچ کا ٹیڑھ پن قوموں کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا واضح پیغام ہوتا ہے، اس کا اک تاریک اور خوفناک پہلو یہ ہے کہ سوچ کی تبدیلی کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کو پتا ہی نہیں چلتا کہ اس کی سوچ تبدیل ہو چکی ہے، وہ اپنے آپ کو بدستور درست سمت پر سمجھ رہا ہوتا ہے۔

﴿وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (الکهف: ١٠٤)

”وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں صحیح کر رہے ہیں۔“

اس کی مثالیں تو بہت ہیں مگر ایک دو مثالیں عرض کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو چالیس (۴۰)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کوڑے لگاؤ، تو وہ شخص شراب کے جواز کی تاویلیں کرنے لگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگانے کا حکم دیا، چالیس شراب پینے کے اور چالیس اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے کے۔ (السنن الکبری (السنن الکبیر) للبیھقی : ۱۷۵٤۳) گویا کہ اس کا شراب پینا محض ایک گناہ نہیں تھا بلکہ بگڑی ہوئی سوچ کے نتیجے میں سرزد ہونے والا گناہ تھا۔

اسی طرح پرسوں ترسوں کی بات ہے، جلسوں، جلوسوں اور دھرنوں میں لڑکیاں نچوانے جیسے قبیح کاموں کی بات ہو رہی تھی، مسجد میں بیٹھا ایک شخص کہنے لگا: اگر کوئی لڑکیاں نچواتا ہے تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟ غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے دو تین بار اس نے یہ الفاظ دہرائے۔

میں اس سے کہتا ہوں کہ تمہیں کیوں تکلیف نہیں ہے، ہر وہ شخص کہ جس میں ایمان ہو، جس میں غیرت ہو، اسے تکلیف ہونی چاہیے، حیا کا فقدان قوموں کی پستی کی ابتداء نہیں انتہاء ہے، ماں، بہن اور بیٹی کہ جس کی عزت کے لیے ایک غیرت مند انسان اپنی جان بھی قربان کر دینے پر فخر محسوس کرتا ہے اور جو شخص قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کو سر بازار نچوائے، آپ ایسے شخص کو اسلامی مملکت کا سربراہ بنانا چاہیں! تف ہے ایسی سوچ پر اور افسوس ہے ایسی ترقی اور روشن خیالی پر۔

تعجب ہے! کہ آدمی مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے اور بے حیائی اور فحاشی کا علمبردار یا بے حیائی پھیلانے والے کا ہم خیال بھی ہو! حیاء تو ایمان کا ایک جزو، اس کا حصہ اور شعبہ ہے،

((وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ)) (بخاري : ۹)

''اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔''

حیا انسان کے اندر فطرتاً موجود ہوتی ہے اور مسلمان کی تو خصوصی صفات میں سے ہے۔

یقین نہیں آتا کہ آج کے مسلمان اس رسول اعظم ﷺ کے ماننے والے ہیں جن کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا))

(بخاري : ٦١١٩)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"آپ ﷺ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔"

مگر آج ہمارا طرز عمل فکر کی کجی اور سوچ کا ٹیڑھا پن نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے، اتنی سی بات سمجھ نہیں آتی کہ آج مسلمانوں کو جس ذلت و رسوائی کا سامنا ہے اس کا سبب معاشی بدحالی نہیں بلکہ اخلاقی گراوٹ اور پستی ہے۔

مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی معمولی سمجھے چہ جائیکہ اتنی بڑی بداخلاقی اور بے حیائی ہو۔

حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ))

"مؤمن اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے گویا وہ کسی پہاڑ کے دامن میں بیٹھا ہوا ہو اور ڈرتا ہو کہ کہیں پہاڑ اس کے اوپر نہ آ گرے۔"

((وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هَكَذَا))

(بخاري: ٦٣٠٨)

"اور فاسق و فاجر انسان اپنے گناہوں کو ایک مکھی کی طرح دیکھتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھ گئی ہو اور ہاتھ سے اسے اڑا دیتا ہو۔"

آج ہم گناہوں کی پاداش سے اس قدر بے خوف کیوں ہو گئے ہیں، گناہوں کو اس قدر ہلکا کیوں جاننے لگے ہیں، وہ گناہ جو کل صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے دور میں جنہیں تباہ کن تصور کرتے تھے، آج ہم انہیں آنکھ کا تنکا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعَرِ إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوبِقَاتِ))

(بخاري: ٦٤٩٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”آج تم ایسے ایسے کام کر رہے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں، جبکہ ہم انہیں رسول کریم ﷺ کے زمانے میں تباہ کن اور مہلک ترین شمار کرتے تھے۔“

آج ہم جن گناہوں کو ہلکا جان کر ان کی سزاؤں سے بے خوف ہوئے بیٹھے ہیں بلکہ سرے سے انھیں گناہ ہی نہیں سمجھتے، ان پر تو قرآن و حدیث میں شدید وعید سنائی گئی ہے، جن میں سے دو ایک گناہوں کی سزاؤں کی شدت کا اندازہ کیجیے۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا))

”میری امت کے کچھ لوگ شراب پییں گے لیکن اس کا کوئی دوسرا نام رکھ کر۔“

((يُعزَفُ عَلَى رُؤُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ))

”اور ان محفلوں میں باجے بجیں گے اور گانے والیاں گائیں گی۔“

((يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ)) (ابن ماجة : ٤٠٢٠)

”اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“

تو اب بتلائیے! کیا معاذ اللہ آپ ﷺ کی پیش گوئی پر یقین نہیں ہے، یا زمین میں دھنسنے اور بندر و خنزیر بننے کے لیے تیار ہیں؟

یاد رکھو! جو لوگ ایسی محفلوں میں اگرچہ بنفس نفیس موجود تو نہیں ہوتے مگر ایسے لوگوں کے ہم خیال ہوتے ہیں وہ انہیں میں سے ہوتے ہیں، قرآن و حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

سمجھ نہیں آتا کہ آپ دین کہاں سے لیتے ہیں؟ اس کا سورس اور مصدر کیا ہے؟ کیا ایسے ہی لوگوں سے لیتے ہیں یا آپ خود عالم ہیں، یا علماء سے اس طرح کا دین لیتے ہیں۔ حالانکہ علماء کرام تو بہت دور کی بات ہے کوئی عقل و شعور رکھنے والا عامی بھی ایسے کاموں کو جائز قرار

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہیں دے سکتا۔

اگر علماء کرام سے دین نہیں لیتے تو پھر جان لو کہ یہ سراسر اتباع الھویٰ ہے، خواہشات کی پیروی ہے۔

آخر میں بس اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ اُس دن سے ڈرو کہ جب لوگوں کو ان کے گروہوں اور ساتھیوں کے ساتھ جمع کیا جائے گا، حکم ہوگا:

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾

(الصافات : ٢٢-٢٣)

''گھیر لاؤ ان ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو اور ان معبودوں کو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی بندگی کیا کرتے تھے۔''

اور فرمایا جائے گا:

﴿ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ ﴾ (یس :٥٩)

''اور اے مجرمو! آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ۔''

تو کیا ہم میں سے کوئی چاہے گا کہ قیامت کے دن اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہو جو دنیا میں ناچ گانا کرتے اور فحاشی پھیلاتے ہیں؟ یقیناً کوئی نہیں چاہے گا، تو پھر اب سے اپنے اور ان کے درمیان فاصلہ رکھنا ہوگا اور اس کے ساتھ کم از کم جو بات ہم سے مطلوب ہے وہ یہ کہ دل سے ان کے اس فعل کو بُرا جانیں۔

باتیں تو بہت ہیں اور جی چاہتا ہے کہ اپنی اصلاح کے لیے چند جمعے اور اسی موضوع پر گفتگو کروں مگر حج کا موسم قریب ہے، اس بارے میں بھی ہمیں یاد دہانی کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دورِ فتن میں انسانیت کے رہنما

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً﴾ (الانفال : ٢٥)

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں نعمت اسلام سے نوازا، ہدایت نصیب فرمائی، اور وہ ہدایت یقیناً اس کی خصوصی عنایت اور فضل و کرم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

﴿وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ﴾ (الاعراف : ٤٣)

''اور اگر اللہ نے ہدایت نہ دی ہوتی تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کے فطری اسباب بھی میسر فرمائے مگر ان کے ساتھ ساتھ ایک خصوصی انعام بھی فرمایا کہ انبیاء رسل علیہم السلام کو وحی الٰہی کے ساتھ عملی نمونہ بھی بنا کر بھیجا۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور نوازشوں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور قیامت تک جاری رہے گا اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ان کے اپنے اپنے ادوار میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے بالخصوص وارث مقرر فرما دیئے جو قیامت تک لوگوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے اور ان تک پیغام دین پہنچاتے رہیں گے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

((وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ)) (ابوداود : ٣٦٤١)

''اور بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔''

وارثانِ دین ہونے کا اعزاز اور منصب انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد یقیناً کائنات میں سب سے بڑا منصب اور اعزاز ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں جا بجا اور بہت وضاحت کے ساتھ علماء کرام کی فضیلت اور ان کا مقام بیان کیا گیا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے الٰہ ہونے کی خود گواہی دینے کے ساتھ ساتھ فرشتوں اور علماء کی گواہی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾﴾ (آل عمران : ۱۸)

''اللہ نے خود گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور یہی گواہی فرشتوں اور اہل علم نے بھی دی ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی روشنی میں علماء کرام کی فضیلت کی دس توجیہیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے صرف علماء کرام کو اپنے الٰہ ہونے کی گواہی کے لیے منتخب فرمایا۔

اسی طرح اک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾﴾

(العنکبوت : ۴۳)

''اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی جانتے ہیں۔''

اسی طرح اور آیات بھی ہیں، اور بہت سی احادیث بھی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)) (بخاری ، کتاب العلم : ۷۱)

''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔''

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا ، سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ))

''جو شخص علم حاصل کرنے کے راستے پر چلا، اللہ تعالیٰ اسے اس کے ذریعے جنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جانے والے راستوں میں سے اک راستے پر چلا دیتے ہیں۔‘‘

((وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ))

’’اور فرشتے دین کا علم حاصل کرنے والے کی خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔‘‘

((وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ))

’’اور ایک عالم کے لیے زمین وآسمان کی ہر چیز، حتی کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی بخشش ومغفرت کی دعائیں کرتی ہیں۔‘‘

((وَ إِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ))

’’اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے، جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر۔‘‘

((وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ)) (ابوداود، كتاب العلم : ٣٦٤١)

’’اور علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔‘‘

علماء کرام کے مقام ومرتبے اور فضیلت کے حوالے سے آیات و احادیث تو بہت ہیں لیکن اگر اس ایک حدیث پر ہی غور کریں تو ان کی فضیلت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اندازہ کریں، اگر کسی شخص کو یہ بتایا جائے کہ اس مسجد میں جتنے لوگ ہیں وہ سب کے سب آپ کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعاء کرتے ہیں تو وہ شخص پھولے نہ سمائے، اس کی خوشی کی انتہاء نہ رہے اور یہ بات یقیناً اس کی عزت افزائی اور لوگوں کے نزدیک اس کے ادب واحترام کی کھلی دلیل ہوگی۔

مگر ایک ایسا شخص کہ جس کے لیے کائنات کی ہر چیز، زمین وآسماں کی تمام مخلوقات، حتی کہ سمندر کی گہرائیوں میں بسنے والی مچھلیاں بھی دعاء کرتیہوں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رکھا ہو، تو اس کے مقام و مرتبے کا اندازہ لگانا کیا مشکل رہ جاتا ہے۔

قرآن و حدیث میں علماء کرام کی فضیلت بیان کرنے والے دلائل کا اک ذخیرہ ہے، مگر یہ ہمارا موضوع نہیں ہے، یہ چند باتیں اس لیے عرض کی گئی ہیں تا کہ معاشرے میں علماء کرام کی حیثیت، ان کی ذمہ داریاں اور فرائض جان سکیں، ان کے وجود کی ضرورت و اہمیت جان سکیں اور ان کے فقدان پر نقصانات کا اندازہ لگا سکیں۔

نارمل حالات میں بھی یہ علماء کرام ہی کے اختیارات اور فرائض و واجبات میں شامل ہے کہ وہ لوگوں کی ہر معاملے میں (یعنی دین اور دنیا کے معاملات میں) رہنمائی کریں اور جائز اور ناجائز، حلال اور حرام اور صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں لوگوں کو بتلائیں اور انہی کی بات فیصلہ کن ہو جبکہ فتنوں کے دور میں تو ان کی اہمیت اور ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے، اور فتنے کا مطلب ہوتا ہے آزمائش، امتحان اور ایسی گھمبیر صورت حال کہ جس میں آدمی کو ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا مشکل ہو کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟

چنانچہ جب پہلے ہی فتنہ اور امتحان ہو اور پھر اوپر سے ایسا شدید ہو کہ جسے آپ ﷺ نے تاریک رات کے ٹکڑوں سے تشبیہ دی ہو، جیسا کہ فرمایا:

((فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ)) (مسلم ، كتاب الإيمان : ١١٨)

''وہ فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے۔''

اور جب شدید تاریک رات ہو تو اس میں تو آدمی کو اپنے پاؤں کی جگہ بھی نظر نہیں آتی، دور کی چیز وہ کیا دیکھ سکے گا اور ایسے فتنوں میں آدمی کی کیفیت کیا ہوگی؟ فرمایا:

((يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا)) (مسلم : ١١٨)

''آدمی کی ایمانی کیفیت بار بار بدل رہی ہوگی، صبح اگر مومن ہو تو شام کو کافر اور شام کو اگر مومن ہے صبح کو کافر۔''

یعنی بات صرف گناہوں تک محدود نہیں رہی بلکہ ایسے شدید فتنے ہوں گے کہ وہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے کفر اور اسلام کا مسئلہ بن جائیں گے، اگر کوئی شخص تاریک راہوں میں راستہ کھو جائے تو وہاں سے نکلنے کے لیے اسے سب سے پہلا کام کیا کرنا ہوگا؟ روشنی لانی ہوگی کہ جس سے اندھیرے چھٹ جائیں اور راستہ واضح ہوجائے، اور فتنوں سے نکلنے کے لیے کون سی روشنی کی ضرورت ہے؟ نور نبوت کی، وحی الٰہی کی، قرآن وحدیث کی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فَإِذَا انْقَطَعَ عَنِ النَّاسِ نُورُ النُّبُوَّةِ وَقَعُوا فِي ظُلْمَةِ الْفِتَنِ"

''جب لوگوں سے نور نبوت کٹ جائے تو وہ فتنوں کی تاریکیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔''

((وَحَدَثَتِ الْبِدَعُ وَالْفُجُورُ، وَوَقَعَ الشَّرُّ بَيْنَهُمْ)) (مجموع الفتاوى، ج: ١٧، ص: ٣١٠)

''وہاں بدعتیں شروع ہو جاتی ہیں، فسق و فجور چھا جاتا ہے اور ان میں شر اور فساد جنم لیتا ہے۔''

تو ایسے میں علماء کرام کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے؟ ان کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ ایمانداری سے قرآن وحدیث کی روشنی میں لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کریں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ علماء کرام کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے یقیناً مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ نصیحت وموعظت اور تبلیغ دین کا اک لازمی نتیجہ ہے کہ عام حالات میں لوگوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ نصیحت کو ناپسند کرتے ہیں، اور بعض تو ایسا سخت ناپسند کرتے ہیں کہ:

﴿ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ ﴾ (المدثر: ٥٠، ٥١)

''وہ گویا خوف زدہ گدھے ہیں جو شیر کے ڈر سے بھاگ رہے ہیں۔''

نصیحت کے حوالے سے لوگوں کا عمومی مزاج کیا ہوتا ہے، وہ اس وقت تک تو وہ بات سن لیتے ہیں جب تک ان کے خیالات اور جذبات اور پسند ناپسند کے خلاف نہ ہو اور اگر کوئی نصیحت مزاج کے خلاف ہو جائے تو فوراً تنقید شروع کر دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نصیحت اکثر حالات میں اکثر لوگوں کے خلاف ہی ہوتی ہے، اگر تو کوئی شخص اپنی اصلاح کی غرض سے سننے کے لیے آتا ہے تو اس کے لیے خطبۂ جمعہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

اور اگر اک عادت کے مطابق چلا آتا ہے اور دل میں نصیحت سننے کی خواہش نہیں ہوتی اور برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی تو قرآن وحدیث کی یہ باتیں اس کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتیں کیونکہ ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اک مسلمہ اصول ہے کہ:

﴿ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ﴾ (هود: ٢٨)

"کیا ہم زبردستی اسے تم پر تھوپ دیں جب کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو، یہ نہیں ہوسکتا۔"

افسوس آج مسلمانوں کا مجموعی مزاج کچھ ایسا ہی بن چکا ہے کہ اگر سود کی بات کریں تو ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔ لاٹو اور بیئر کی خرید وفروخت پر بات کریں تو اس پر ناراض ہو جاتے ہیں، ڈاڑھی پر بات کریں تو کہنے لگتے ہیں کہ بھلا یہ بھی کوئی کرنے کی باتیں ہیں، کیا سارا اسلام ڈاڑھی میں آ گیا ہے، بے حیائی اور فحاشی پر بات کریں تو وہ بھی انہیں برا لگتا ہے۔

ہماری مثال کچھ اس شخص کی سی ہے جو بازو پر ٹیٹو بنوانے کے لیے گیا اور کہا کہ شیر بنا دو، جب کچھ درد ہوئی تو پوچھنے لگا: کیا بنا رہے ہو؟ کہا شیر کی دم بنانے لگا ہوں، کہا: دُم کے بغیر ہی بنا دو، پھر شروع کیا، درد ہوئی تو پوچھا کہ اب کیا بنا رہے ہو، کہا سر بنانے لگا ہوں، کہا: رہنے دو سر کے بغیر ہی بنا دو، بالآخر شیر کا سٹکر لگوا کر چلا گیا، کچھ ایسے ہی ہمارا حال بھی ہے، ہم کہتے ہیں کہ اسلام کی بات نہ ہو، مگر اس کا لیبل ضرور رہنا چاہیے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک اٹل اصول ہے، اور وہ یہ کہ خیر اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی خواہش رکھنے والے کو بڑے بڑے امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۗ﴾ (البقرہ : ٢١٤)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم یونہی جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو پہلے لوگوں پر آئے تھے کہ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور جھنجھوڑ دیئے گئے حتی کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔''

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

ہماری یہ کیفیت کیوں ہے کہ ہم اپنے جذبات اور اپنی خواہشات کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کو اپنی خواہشات کے تابع کرنا چاہتے ہیں؟

اس کی بہت سے وجوہات ہیں، ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ بنیادی عقیدہ درست نہیں ہے۔ ہم معاذ اللہ دین کو تمام مسائل کا حل نہیں سمجھتے، اگرچہ زبان سے نہیں کہتے مگر ہمارا طرزِ عمل کچھ ایسا ہی ہے، ہم ایک عالم کا کام صرف نماز جمعہ پڑھانے اور نماز روزے کے مسائل بتانے تک محدود سمجھتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر عالم ہماری خواہشات کے مطابق خطبہ دے، میٹھی میٹھی اور لوریاں دے کر سلانے والی باتیں کرے۔

ہمیں شاید ہدایت کی قدر نہیں ہے، اس دور میں جب کہ اکثر جگہ قصے کہانیاں سنائے جاتے ہیں، کوئی ایسی باتیں جو خالص قرآن وحدیث سے ماخوذ ہوں ہماری طبع نازک پر گراں گزرتی ہیں۔

ہم اگر دین کے تمام مسائل کا حل ہونے پر ایمان رکھیں اور اس کے لیے علماء کرام کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت کو تسلیم کر لیں اور فتنوں کی حقیقت اور سنگینی کو اور ان سے بچنے کی اہمیت کو سمجھ جائیں اور علماء کرام کو اتنی اہمیت ہی دے دیں جو کسی ڈاکٹر کو دیتے ہیں تو ہمارے تمام مسائل اللہ کے فضل سے حل ہو سکتے ہیں۔ مگر ہم ڈاکٹر کے بارے میں تو سمجھتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور عالم کے بارے میں سمجھتے ہیں وہ بھی بس اتنا ہی جانتا ہے جتنا ہم جانتے ہیں۔ تبھی آپ نے دیکھا کہ کوئی مریض کسی ڈاکٹر سے بحث نہیں کرتا کہ جی فلاں شخص کو بھی وہی بیماری تھی مگر آپ نے اس کو دوسری دوائی دی اور مجھے یہ کیوں دی۔

اسی طرح مسائل میں بسا اوقات کیس کچھ ہوتا ہے مگر فتویٰ کچھ اور، خواب ایک جیسا ہوتا ہے مگر آدمی کے چال چلن اور طرزِ عمل کے حساب سے تعبیر دوسرے سے مختلف، اسی طرح کسی مسئلے میں مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے خاموشی اور کسی میں وضاحت۔

فتنوں کے بارے میں اتنی بات جان لیں، ہماری تو کیا حیثیت ہے، کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات ان کا سمجھنا مشکل ہو جاتا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فتنوں سے بہت زیادہ خبردار کیا۔

اس کی مثالیں بہت ہیں مگر صرف اسی ایک مثال پر غور کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگتا ہے، لگانے والے منافق تھے، مگر اس میں سچے مسلمان بھی مبتلا ہو گئے، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عُکَیم الجُہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لَا أُعِينُ عَلَى دَمِ خَلِيفَةٍ أَبَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ))

''میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی خلیفہ کے قتل پر کبھی کسی کی مدد نہیں کروں گا۔''

((فَقِيلَ لَهُ: يَاأَبَامَعْبَد! أَوَ أَعَنْتَ عَلَيْهِ؟))

''ان سے پوچھا گیا کہ اے ابومعبد! کیا آپ نے ان کے خون پر کسی کی مدد کی؟''

((قَالَ: كُنْتُ أَعُدُّ ذِكْرَ مَسَاوِيهِ عَوْنًا عَلَى دَمِهِ))

(طبقات ابن سعد ، ج: ۸، ص : ۲۳۵)

''کہا: میں ان کی لغزشوں کے ذکر کو (جو حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کی نظر میں تھیں) ان کے قتل پر اعانت شمار کرتا تھا۔''

اور فتنے کے دور میں بالخصوص بسا اوقات کوئی معمولی سی بات کسی کے قتل کی وجہ بن جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرمتِ مکۃ المکرّمۃ

﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ (الحج : ۲۵)

فریضۂ حج اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک ہے، حج کے احکام ومسائل سے تو اکثر لوگ، بالخصوص حجاج کرام واقف ہوتے ہی ہیں اور ہونا بھی چاہیے، کیونکہ ضروری معلومات کے بغیر سنت کے مطابق حج کرنا مشکل ہوتا ہے اور حج اگر سنت کے مطابق نہ ہوگا تو اس کی قبولیت بھی یقیناً مشکوک ہوگی، لہٰذا ہر عازم حج کے لیے حج سے متعلقہ بنیادی ضروری معلومات حاصل کرنا ضروری ہے، باقی اگر کوئی وہاں اچانک اور بڑا مسئلہ درپیش آجائے تو وہاں ہر زبان میں رہنمائی کرنے والے علماء کرام موجود ہوتے ہیں، ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

تو حج سے متعلقہ بنیادی باتوں میں سے کچھ باتیں ایسی بھی ہیں کہ جن پر کوئی زیادہ توجہ نہیں دی جاتی، حالانکہ ان کا جاننا صرف حاجی ہی نہیں بلکہ غیر حاجی کے لیے بھی ضروری ہے، اس لیے آج کچھ ان باتوں کا ذکر بھی کیا جائے گا ان شاء اللہ، اور وہ ہیں حرمین کا ادب واحترام۔

کوئی شاید کہے کہ کون مسلمان اور کون حاجی ایسا ہوسکتا ہے جس کے دل میں حرمین کا ادب واحترام نہ ہو!

یہ بات ایک حد تک تو درست ہے، یقیناً ہر مسلمان کے دل میں حرمین کا تقدس اور ادب واحترام بھرپور انداز میں موجود ہوتا ہے، بلکہ بعض تو ادب واحترام میں ایسے حد سے گزر جاتے ہیں کہ ادب، ادب نہیں رہتا بلکہ بے ادبی اور معصیت بن جاتا ہے۔

تو آیئے آج حرمِ مکی کے اس ادب واحترام کے بارے میں جانتے ہیں جو اپنی نوعیت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واحد اور منفرد ادب ہے، وہ ادب پوری دنیا میں کسی اور قطعۂ زمین کو حاصل نہیں ہے، صرف اور صرف مکۃ المکرّمہ کو حاصل ہے۔تو اس سے پہلے کہ ان آداب کا ذکر کریں، ذرا ادب و احترام کی ضرورت واہمیت کو سمجھ لیتے ہیں۔

دنیا میں کسی بھی شعبے میں، کسی بھی معاملے میں، کسی بھی کام میں، چاہے وہ دین سے تعلق رکھتا ہو یا دنیا سے،اس کے کچھ مخصوص آداب ہوتے ہیں، انہی آداب کے مطابق اگر وہ کام سرانجام دیا جائے تو درست اور صحیح قرار پاتا ہے،ورنہ رد کر دیا جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات آداب ملحوظ نہ رکھنے کی سزا بھی دی جاتی ہے۔

مکۃ المکرّمہ کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بیت اللہ مقرر فرمایا:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴾

(آل عمران : ٩٦)

''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے۔''

وہاں اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو، اس سے ملحقہ مسجد الحرام کو اور پورے شہر مکہ کو ایک ایسا مقام عطا فرمایا کہ جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

فرمایا:

﴿وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾

(الحج : ٢٥)

''اور وہ حرمت والی مسجد جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے مساوی کر دیا ہے، وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں، سب کا حصہ مُساوی ہے۔''

یعنی بلا تفریق ہر شخص رات اور دن کے کسی بھی حصے میں عبادت کر سکتا ہے، کسی کے لیے، کسی مسلمان کو روکنے کی اجازت نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (الحج : ٢٥)

''جو بھی وہاں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کرے، ہم اسے درد ناک عذاب چکھائیں گے۔''

الحاد کا لفظی معنی تو ہے کج روی، اگرچہ اس کا معنی شرک، قتل اور ذخیرہ اندوزی بھی بیان کیا گیا ہے، مگر اس سے مراد ہر قسم کا گناہ لیا گیا ہے، وہ بڑا ہو یا چھوٹا، یعنی ہر اس شخص کو عذاب الیم کی شدید وعید سنائی جا رہی ہے جو حرم مکۃ میں کسی قسم کے گناہ اور برائی کا ارادہ بھی کرے۔

غور فرمایا آپ نے کہ حرم مکی کے ادب واحترام کا کیا عالم ہے کہ محض گناہ کا ارادہ بھی کرنے پر عذاب الیم کا مستحق ٹھہرایا جاتا ہے، یعنی اگرچہ گناہ کا ارتکاب نہ بھی کرے، صرف ارادہ ہی کرے تو تب بھی عذاب الیم سے دوچار کیا جائے گا۔

اسلام کے نیکی اور گناہ پر ثواب وعقاب کے مسلمہ اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی انسان گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو تب تک اس کا گناہ لکھا نہیں جاتا جب تک وہ اس کا ارتکاب نہیں کر لیتا، جیسا کہ حدیث میں ہے، حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ))

''میرا بندہ اگر کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا گناہ نہ لکھا جائے۔''

((فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا سَيِّئَةً)) (مسلم ، كتاب الإيمان : ١٢٨)

''اور اگر وہ برائی کا ارتکاب کر بیٹھے تو پھر ایک گناہ لکھ دینا۔''

اور ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً))

''کوئی بندہ اگر برائی کا ارادہ کرتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔''

((فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً))

(بخاري ، كتاب الرقاق : ٦٤٩١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے تو اس کا ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔''

تو گناہ کی نیت اور ارادے پر سزا کے حوالے سے اسلام کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ گناہ کی محض نیت اور ارادے پر سزا نہیں دی جاتی، البتہ اگر کوئی گناہ کا پختہ اور مصمم ارادہ کرتا ہے تو وہ گناہ اس کا لکھا جائے گا جیسا کہ مختلف احادیث سے ظاہر ہوتا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا الْتَـقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ))

(بخاري ، كتاب الإِيمان : ٣١)

''جب دو مسلمان تلواروں سے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔''

((فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ! هَذَا الْقَاتِلُ ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟))

''صحابی کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو رہا قاتل، مقتول کا کیا معاملہ ہے؟''

((قَالَ:إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصاً عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ))

(بخاري ، كتاب الايمان : ٣١)

''فرمایا: وہ اپنے مدمقابل کو قتل کرنے کا شدید خواہش مند تھا۔''

تو یہاں صرف اس کی خواہش اور نیت کی وجہ سے نہیں بلکہ پختہ ارادے کی وجہ سے اسے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا۔

اسی طرح اور بہت سی مثالوں میں سے ایک اصحاب الفیل کا واقعہ بھی ہے، ابرہہ اور اس کے لشکر کو جونشان عبرت بنا کے رکھ دیا گیا تو وہ کس جرم کی پاداش میں تھا؟ وہ بیت اللہ کی تخریب کی نیت اور عزمِ مصمم تھا۔

بیت اللہ کو گرانے کے پختہ ارادے کی سزا انہیں یہ دی گئی کہ:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾ (الفيل : ٥)

''انہیں جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا بنا کے رکھ دیا گیا۔''

مگر یہاں بیت اللہ، مسجد الحرام اور پورے مكة المكرّمہ کی حرمت، تقدس اور ادب و احترام کا معاملہ اس سے مختلف ہے، بعض علماء کرام کے نزدیک مكة المكرّمہ کے تقدس کو پامال کرنے، بے حرمتی کرنے اور بے ادبی کرنے کی نیت کے پختہ ارادے اور عزم مصمم ہونے کی بھی شرط نہیں ہے، بلکہ مكة المكرّمة میں کسی قسم کی برائی کرنے کا محض ارادہ ہی آدمی کو عذاب الیم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ بَلَدٍ يُؤَاخَذُ الْعَبْدُ فِيهِ بِالْهِمَّةِ قَبْلَ الْعَمَلِ إِلَّا مَكَّةَ .))

(ربيع الابرار ونصوص الاخيار : ج ١، ص ٢٤٦)

''کوئی شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کسی معصیت پر عمل درآمد سے پہلے محض نیت پر اس کا مؤاخذہ کیا جاتا ہو سوائے مكة المكرّمہ کے۔''

اسی طرح فرماتے ہیں:

((لَوْ اَنَّ رَجُلًا أَرَادَ فِيْهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ وَهُوَ بِعَدَنِ أَبْيَنَ لَأَذَاقَهُ اللّٰهُ مِنَ الْعَذَابِ الْأَلِيْمِ .)) (تفسير ابن كثير / سورة الحج، مسند احمد : ١/ ٤٢٨، رقم : ٤٠٧١)

''اگر کوئی شخص مكة المكرّمة میں کسی ظالمانہ کاروائی کا ارادہ کرے، چاہے وہ عَدَنْ اَبْيَنْ (یمن کے ایک شہر کا نام) کے مقام پر ہی ہو اللہ تعالیٰ اسے عذاب الیم سے دوچار کریں گے۔''

یعنی مكة المكرّمہ میں کسی برائی اور گناہ کا ارادہ کرنے پر عذاب الیم کا مستحق ہونے کے لیے مكة المكرّمة میں موجود ہونا بھی شرط نہیں ہے۔

مكة المكرّمة میں کسی گناہ اور برائی کا ارادہ کرنے کی تین صورتیں ہیں:

❀......ایک یہ کہ مكة المكرّمہ میں کسی برائی کا ارادہ کرنے والا کسی اور جگہ بیٹھ کر ارادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے، کسی دوسرے شہر، یا دوسرے ملک میں بیٹھ کر ارادہ کرتا ہے، لیکن مكة المكرّمة میں آکر وہ گناہ نہیں کرتا جس کا ارادہ کیا ہوتا ہے، تو بھی وہ عذاب الیم کی وعید کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

❁...... دوسری صورت یہ ہے کہ گناہ کی نیت تو حدود حرم کے اندر رہتے ہوئے کی، مگر گناہ حرم کی حدود سے باہر جا کر کیا، مثلاً مكة المكرّمة میں بیٹھ کر وہ اپنے ملک میں فون پر بات کرتے ہوئے کسی سے کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں مجھے واپس آ لینے دو میں اس کی ہڈی پسلی ایک کرتا ہوں، یا جس طرح بھی کوئی کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

اب یہ دوسری صورت بہت گھمبیر صورت ہے، مجھے نہیں معلوم کہ ہم میں سے کوئی شخص اس سے بچ پاتا ہے کہ نہیں، کیونکہ یہ اک نہایت ہی خوفناک صورت ہے، اور وہ یوں کہ:

ہم میں سے جو لوگ کسی حرام کام میں ملوث ہیں، وہ جب حج کرنے جاتے ہیں تو واپس آکر بھی اسی کام میں ملوث رہتے ہیں، بلکہ بعض تو وہاں بیٹھ کر بھی فون پر انسٹرکشنز دے رہے ہوتے ہیں کہ بیئر کے اتنے باکس کھول کر ذرا فرج میں رکھ دینا اور ہاں وہ گھر کا مورگیج پے کیا کہ نہیں! وہ بھی وقت پر پے کر دینا، اس طرح کی اور بہت سی باتیں ہوسکتی ہیں۔

اور اگر وہ فون پر ایسی باتیں نہ بھی کرتا ہو، تو اس کی نیت تو یہی ہوتی ہے کہ واپس جا کر مورگیج پے کرنا ہے، یا یہ کہ حج اپنی جگہ پر مگر وہ لاٹو اور بیئر کا کاروبار تو نہیں چھوڑ سکتا یا سود پر لیا ہوا مکان تو نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسے حج کی اسلام میں کیا حیثیت ہے ضرور کسی عالم سے پوچھنا چاہیے۔

❁...... اور تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کسی گناہ کا ارادہ اور اس کا ارتکاب دونوں حرم کی حدود کے اندر ہی کیے ہوں اور یہ سب سے سنگین گناہ ہے۔ تاہم ان تینوں صورتوں میں وہ عذاب الیم کا مستحق ٹھہرایا جاتا ہے۔

تو جب مكة المكرّمة کے ادب واحترام کا یہ عالم ہو تو ہمیں یقیناً ایک ایک بات کا خیال کرنا ہوگا، پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو پچھلے گناہ معاف کروانے گئے مگر اپنے کندھوں پر نئے گناہوں کا بوجھ لاد کر واپس لوٹے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرمتِ مکہ کے بعض مسائل تو عام کتابوں میں ملتے ہیں، حج وعمرہ کی تقریباً ہر کتاب میں ملتے ہیں اور ہر حاجی ان سے آگاہ ہوتا ہے، مگر دیکھا گیا ہے کہ لوگ ان کا خیال بھی نہیں رکھتے۔

مثلاً حدیث میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ هَـذَا الْبَـلَـدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))

''فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش کے دن سے ہی اس شہر کو محترم ٹھہرایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی حرمت سے قیامت تک محترم رہے گا۔''

((وَإِنَّـهُ لَـمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))

''مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں قتال حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی بھر کے لیے حلال ٹھہرایا گیا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی گئی حرمت کے تحت قیامت تک کے لیے حرمت والا رہے گا۔''

((لَا يُـعْـضَـدُ شَـوْكُـهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ))

''لہٰذا اس کا کوئی کانٹا نہ توڑا جائے، نہ اس میں شکار کو بھگایا جائے، نہ گری پڑی چیز اٹھائی جائے، سوائے اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے اور اس کی خودرو سبز گھاس نہ کاٹی جائے۔''

((فَـقَـالَ الْـعَبَّـاسُ يَـا رَسُـولَ الـلَّـهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّـهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اذخر گھاس کی اجازت ہے؟ کہ یہ لوگوں کے چولہوں میں جلانے اور گھروں کی چھتوں میں ڈالنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔"

((قَالَ إِلَّا الإِذْخِرَ)) (بخاري ، كتاب الجزية والموادعة : ٣١٨٩)

"فرمایا: اذخر کی اجازت ہے۔"

اب یہ بہت واضح احکام ہیں اور تقریباً ہر حج وعمرہ کی کتاب میں موجود ہوتے ہیں، مگر دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ بعض سادہ لوح قسم کے لوگ وہاں سے گری پڑی چیزیں اٹھا کے لے آتے ہیں۔اور ایک صاحب نے مجھے خود بتایا کہ وہ وہاں سے ایک گھڑی لائے ہیں جو وہاں انہیں گری پڑی ملی تھی۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حرم مکہ میں نیکیوں کا جہاں ثواب زیادہ ہے، وہاں معصیتوں کا گناہ بھی زیادہ ہے۔

چنانچہ امام رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَكَانَ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ يَتَّقُونَ سُكْنَى الْحَرَمِ ، خَشْيَةَ إِرْتِكَابِ الذُّنُوبِ فِيْهِ ، مِنْهُمْ: اِبْنُ عَبَّاسٍ ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَكَذَلِكَ كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَفْعَلُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ يَقُولُ : الْخَطِيْئَةُ فِيْهِ أَعْظَمُ))

"اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے متعدد لوگ حرم میں رہائش اختیار کرنے سے اجتناب کرتے تھے، کسی گناہ کے سرزد ہوجانے کے ڈر سے، ان میں سے ابن عباس اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم بھی تھے، اور ایسے ہی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی کرتے تھے، اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس میں غلطی کا سرزد ہونا بہت بڑا جرم ہے۔"

((وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَأَنْ أُخْطِئَ سَبْعِيْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خَـطِـيْـئَةً۔ يَـعْـنِـيْ بِـغَـيْـرِ مَكَّةَ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُخْطِئَ خَطِيْئَةً وَاحِدَةً بِمَكَّةَ)) (جامع العلوم والحكم/ الحديث السابع والثلاثون)

''اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں : میں مکہ کے علاوہ کسی جگہ ستر غلطیاں کر بیٹھوں مجھے زیادہ پسند ہیں کہ مکہ میں کوئی ایک غلطی کر جاؤں۔''

مکہ مکرمہ کے تقدس، حرمت اور آداب کے حوالے سے بہت سی باتیں اور بہت سے احکام ومسائل ہیں، کم از کم حج وعمرہ کرنے والوں کومعلوم ہونے چاہیں، تاکہ انجانے میں کسی معصیت کا شکار ہونے سے بچ جائیں اوراس کے دیگرفوائد بھی ہیں۔

مثلاً مکۃ المکرّمۃ کی حدود کے اندر اندر جتنی بھی مساجد ہیں وہ سب مسجد الحرام کے ضمن میں ہی آتی ہیں، جیسا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت سے علماء کرام کا فتویٰ ہے،جن میں سے ایک شیخ ابن باز رحمہ اللہ بھی ہیں۔

تاہم آخر میں عشرۂ ذوالحجۃ کے متعلق یاد دہانی بھی ضروری ہے۔آپ جانتے ہیں کہ ذوالحجۃ کے پہلے دس دنوں کی قرآن وحدیث میں بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَالْفَجْرِ ۙ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ﴿٢﴾﴾ (الفجر : ١ ، ٢)

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔''

اور ان دس راتوں سے مراد ذوالحجۃ کے پہلے دس دن ہیں۔اور حدیث میں ان کی فضیلت یوں بیان ہوتی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَـا مِـنْ أَيَّـامٍ الْـعَـمَـلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ))

''کسی بھی دن میں کیا ہوا عمل صالح، اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں میں کیے ہوئے عمل سے زیادہ پیارا نہیں ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ))

''صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟''

((فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ))

''فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔''

((إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ))

(ترمذي ، كتاب الصوم : ٧٥٧)

''فرمایا: البتہ ایسا شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلا، مگر کچھ واپس لے کر نہ آیا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان بھی کھپا دی اور اپنا مال بھی خرچ کر دیا تو ایسے شخص کا عمل ان دس دنوں میں کیے ہوئے عمل سے بہتر ہوسکتا ہے،تو ان دس دنوں کی فضیلت کوغنیمت جاننا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے چاہیں، اور نیک اعمال کیا ہیں؟

نیک اعمال کی فہرست بہت طویل ہے، البتہ چند معروف اعمال آپ کو بھی معلوم ہیں، نماز، روزہ، صدقہ وخیرات، تلاوت قرآن پاک اور تسبیح وتہلیل وغیرہ۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ان دنوں کی فضیلت بیان کرنے کے بعد کثرت سے تسبیح وتہلیل کی ترغیب فرمائی، فرمایا:

((فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ))

(مسند احمد : ٢٢٤/٧)

''پس ان دنوں میں کثرت سے: لا الٰہ الا اللّٰہ ، اللّٰہ اکبر اور الحمد للّٰہ کہو۔''

ان دنوں میں ایک اور بہت فضیلت والے عمل کی ترغیب دلائی اور وہ یہ ہے عرفہ کے دن کا روزہ، یعنی نو ذوالحجہ کا روزہ۔

حدیث میں ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ))

''اور آپ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا''

((فَقَالَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ))

(مسلم ، كتاب الصيام : ١١٦٢)

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گذشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے۔''

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یومِ عرفہ اور حجۃ الوداع

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (آل عمران : ٩٧)

آج یوم عرفہ ہے اور عرفہ کا دن ایک نہایت ہی مبارک دن ہے، یہ دن مبارک اس لیے ہے کہ وقوفِ عرفہ حج کا رکن اعظم ہے، ارکان حج میں سے اس رکن کی خصوصی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی کر سکتے ہیں کہ تنہا اس رکن کو حج کا نام بھی دیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحجُّ عَرَفَة)) (ترمذي ، كتاب الحج : ٨٨٩)

”حج وقوف عرفات ہے۔“

حالانکہ وقوف عرفات کے علاوہ حج کے دیگر ارکان بھی ہیں، واجبات بھی ہیں، سنتیں بھی ہیں، مگر یوم عرفہ کی اہمیت کے پیش نظر اس پر لفظ حج کا اطلاق کیا گیا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے نماز میں سورۂ فاتحہ کی اہمیت کو صلاۃ کہہ کر ظاہر کیا گیا، حدیث میں ہے، حدیث قدسی ہے، اللہ فرماتے ہیں:

((قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ))

(مسلم ، كتاب الصلاة : ٨٨٠)

”میں نے صلاۃ کو یعنی نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے آدھا آدھا“ اور اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔

تو عرفہ کا دن نہایت ہی اہمیت والا دن ہے، اس کی اہمیت اور فضیلت اور اس کی خیر و برکت کے بارے میں آپ جانتے ہی ہیں کہ اس ایک دن کا روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

معاف کر دیئے جاتے ہیں،

((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَه وَالبَاقِيَةَ)) (مسلم ، كتاب الصيام : ١١٦٢)

''گذشتہ اور آئندہ سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔''

اس کی برکت وفضیلت کا ایک اور پہلو ملاحظہ فرمائیے کہ سب سے زیادہ جو کسی دن میں لوگوں کو جہنم سے آزادی ملتی ہے تو وہ یہی عرفہ کا دن ہے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ))

''کوئی دن ایسا نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ عرفات کے دن سے زیادہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتے ہوں۔''

((وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هٰؤُلَآءِ))

(مسلم ، كتاب الحج : ١٣٤٨)

''اور اللہ تعالیٰ اس روز اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے اور پھر ان پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے، یہ لوگ بھلا مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

امام عبدالبر رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُمْ مَغْفُورٌ لَهُمْ لِأَنَّهُ لَا يُبَاهِي بِأَهْلِ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبِ إِلَّا مِنْ بَعْدِ التَّوبَةِ وَالغُفْرَانِ وَاللّٰه اعلم ."

(التمهيد ، ج:١ ، ص:١٢٠)

''آپ ﷺ کا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ اس روز حاجیوں کو بخش دیا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی مغفرت کیے بغیر تو ان پر فخر نہیں کرتے ہوں گے، واللہ اعلم۔''

اسی طرح ایک حدیث میں یومِ عرفہ کو عید سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ)) (ترمذي ، كتاب الصوم : ٧٧٣)

”فرمایا: عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق ہم مسلمانوں کی عید اور کھانے پینے کے دن ہیں۔“

اور یوم عرفہ کی فضیلت کا ایک اور انداز دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگی جانے والی دعاؤں میں سے سب سے بہتر دعاء وہ قرار پائی جو یوم عرفہ میں کی جاتی ہے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ))

”سب سے بہترین دعاء، عرفہ کے دن کی دعاء ہے۔“

((وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي))

”اور بہترین کلمات، جو میں نے کہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے کہے۔“

((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) (ترمذي ، كتاب الدعوات : ٣٥٨٥)

تو یہ وہ دعاء ہے جو عرفہ کے دن مانگی جاتی ہے اور یہ دعاء اللہ تعالیٰ کی ثنا پر مشتمل ہے اور یہی وہ دعاء ہے جو آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء علیہم السلام نے مانگی، تو اس دعاء کے سب سے بہتر اور عمدہ ترین ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔

حج کے سب سے اہم رکن یوم عرفہ کی اہمیت اور فضیلت ہم نے جانی اور آج چونکہ یوم عرفہ ہے، اس وقت حجاج کرام میدان عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہو رہے ہوں گے، چنانچہ آج ہم یوم عرفہ ہی سے متعلق چند باتیں ان شاء اللہ سنیں گے اور ان میں بالخصوص آپ ﷺ کے حجۃ الوداع کے حوالے سے ہی بات ہوگی، ان شاء اللہ۔

آپ ﷺ نے جو حج کیا، اسے حجۃ الوَداع کہا جاتا ہے، یعنی الوداعی حج اور وہ آپ ﷺ کا ہجرت کے بعد پہلا اور آخری اسلامی حج تھا اور الوَداعی حج تھا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ بات ذہن میں رہے کہ آخری ہونے اور الوَداعی ہونے میں فرق ہے، اس کے معنی و مفہوم میں فرق ہے اس کی اہمیت میں فرق ہے، آپ ﷺ کے حج کو الوداعی حج کیوں کہا گیا اور اس کے الوداعی ہونے کی کیا اہمیت ہے؟ آیئے جانتے ہیں:

آپ ﷺ نے جب حج فرمایا تو اس انداز سے کہ لوگوں کو الوداع کہہ رہے تھے، چنانچہ صحابہ کرام میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ آپ ﷺ الوداعی حج فرما رہے ہیں۔

حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں،

((وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا وَقَالَ هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ))

”دوران حج، قربانی کے دن آپ ﷺ جمرات کے درمیان تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: آج حج اکبر کا دن ہے۔“

یہاں حج اکبر کا مفہوم وہ نہیں ہے جو عموماً سمجھا جاتا ہے کہ حج اگر جمعہ کے دن پڑے تو وہ حج اکبر ہوتا ہے بلکہ یہاں حج کو حج اکبر عمرے کے مقابلے میں کہا گیا ہے کہ عمرے کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔

((فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللَّهُمَّ اشْهَدْ))

”اور آپ ﷺ نے فرمانا شروع کر دیا: اے اللہ! تو گواہ رہنا۔“

((وَوَدَّعَ النَّاسَ))

”اور لوگوں کو الوداع کہا۔“

((فَقَالُوا هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ)) (بخاري ، كتاب الحج : ١٧٤٢)

”تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو الوداعی حج ہے۔“

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیسے محسوس ہوا اور انہوں نے کیسے اندازہ لگایا کہ آپ ﷺ کا وہ حج الوداعی حج ہے؟

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے متعدد اور واضح اشارے ملے، مثلاً ایک تو گفتگو کے انداز

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے محسوس ہوا کہ آپ ﷺ گویا الوادعی حج کر رہے ہیں اور الوداعی خطاب فرما رہے ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے بھی ایک بار آپ ﷺ نے خطاب فرمایا، جو نہایت ہی پراثر، فکر انگیز اور دل گیر تھا، ایسا کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((وَعَظَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ))

''کہ آپ ﷺ نے ایک بار ہمیں اک نہایت ہی بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں پرنم ہو گئیں۔''

((فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا))

(ترمذي ، كتاب العلم : ٢٦٧٦)

''ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یہ تو گویا الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے، آپ (ﷺ) ہمیں کوئی وصیت فرمائیے!''

پھر آپ ﷺ نے انہیں وصیت فرمائی، تو اسی طرح حج کے موقع پر بھی آپ ﷺ کا کچھ ایسا ہی انداز تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی عام شخص بھی اپنے اہل خانہ سے، اپنے دوست واحباب سے اور اپنے چاہنے والوں سے جدا ہو رہا ہوتا ہے، رخصت ہو رہا ہوتا ہے، تو وہ ان سے خاص نصیحت کی باتیں کرتا ہے، جسے وہ چاہتا ہے کہ وہ لوگ بعد میں ان باتوں کو یاد رکھیں اور اپنے لیے رہنمائے زندگی بنا لیں اور پلے باندھ لیں اور وہ انہیں اپنے علم اور تجربات کا نچوڑ بتاتا ہے اور اس انداز سے بتاتا ہے کہ اس کی باتوں سے خلوص، ہمدردی اور خیر خواہی ٹپک رہی ہوتی ہے، اور آپ ﷺ جو کہ رحمۃ العالمین ہیں اور ایسے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں کہ اس بات کی گواہی خود اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں:

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾﴾

(التوبہ : ١٢٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”تمہارا ضرر اور نقصان ان پر گراں گزرتا ہے، تمہاری فلاح و منفعت کے وہ بڑے حریص ہیں، ایمان والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہیں۔“

تو جب آپ ﷺ کی ہمدردی اور خیر خواہی کی عام حالات میں یہ کیفیت ہو تو پھر وقت رخصت و مفارقت آپ ﷺ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا کیا عالم ہوگا! آپ ﷺ لوگوں کی بھلائی اور منفعت کے کس قدر شدید خیر خواہ تھے کہ خطاب کے وقت حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اسْتَنْصِتِ النَّاسَ)) (بخاري ، كتاب العلم : ١٢١)

”لوگوں سے کہو کہ بات توجہ سے اور کان لگا کر سنیں۔“

اور فرمایا:

((لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ)) (بخاري ، كتاب العلم : ١٠٥)

”جو موجود ہیں وہ ان لوگوں تک پیغام پہنچائیں جو موجود نہیں ہیں۔“

اندازہ کیا آپ نے کہ آپ ﷺ لوگوں کے فائدے اور منفعت کے لیے کس قدر حریص اور شدید خواہشمند تھے۔

چنانچہ صحابہ کرام کو اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کا الوداعی خطاب ہے۔

اسی طرح اور بہت سی علامات تھیں، جن میں سے ۸ ہجری کو فتح مکہ ہونا، ۹ ہجری کو لوگوں کا جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا اور وفود کا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا یا جزیہ دینا، اس سے پہلے رمضان المبارک میں آپ ﷺ کا دس دن اعتکاف کرنا اور آخری سال ۲۰ روز اعتکاف کرنا اور جبریل علیہ السلام کو رمضان المبارک میں ایک بار قرآن پاک سنانا اور آخری سال ۲ بار سنانا۔

اور جب آیت:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائده : ٣)

”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بحثیت دین قبول کر لیا ہے۔"
میدان عرفات میں نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے،
((فَقِيلَ لَهُ مَا يُبْكِيكَ؟))
"پوچھا گیا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا:"
((إِنَّه لَيْسَ بَعْدَ الْكَمَالِ إِلَّا النُّقْصَانُ))

(البداية والنهاية : ١٨٩/ ٥)

"دستور یہ ہے کہ کمال کے بعد نقصان شروع ہو جاتا ہے۔"
کمی واقع ہونے لگتی ہے گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھانپ گئے کہ اب وقت رخصت ہے۔
اسی طرح حج کے موقع پر عید کے بعد ایام تشریق میں جب سورۃ النصر نازل ہوئی۔
﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ ﴾ (النصر : ١)
تو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قربِ اجل ہی مراد لیا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِمَ تُدْخِلُ هَذَا الْفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْقَالَ: فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ قَالَ: وَمَا رُئِيْتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّي ، فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ ﴾ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَانَدْرِي أَوْلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِي يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَذَاكَ تَقُولُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ اللَّهُ لَهُ ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ ﴾ ، فَتْحُ مَكَّةَ، فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ))

(بخاري ، كتاب المغازي : ٤٢٩٤)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنی مجلس میں بدری صحابہ، یعنی جنگ بدر میں شریک ہونے والے بزرگوں کی محفل میں بھی بٹھالیا کرتے تھے، اس پر بعض لوگ کہنے لگے آپ اس نوجوان کو ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہیں؟ اس کے جیسے تو ہمارے بچے بھی ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو اُن لوگوں میں سے جن کا علم وفضل تم جانتے ہو، چنانچہ پھر ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان بزرگوں کو بلایا اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلالیا، میں سمجھ گیا کہ مجھے اس لیے بلایا ہے تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری صلاحیت وقابلیت ان کو دکھاسکیں، پھر سورۃ النصر تلاوت کرکے انہوں نے پوچھا کہ تم لوگ اس سورت سے کیا سمجھے ہو؟ کسی نے کہا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس فتح وکامرانی پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اور استغفار کریں اور بعض نے کوئی جواب نہ دیا، پھر مجھ سے پوچھا کہ اے ابن عباس کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتارہے ہیں کہ فتح حاصل ہوگئی اب بس اللہ کی حمد بیان کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا میں بھی وہی سمجھتا ہوں۔‘‘

تو یہ تو اشارے تھے کہ جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتِ رخصت قریب ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حج حجۃ الوداع اور آپ کا خطبہ خطبۃ الوداع ہے۔

مگر اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اور متعدد مقامات پر واضح طور پر بھی بتلادیا تھا کہ اب وقت رخصت قریب ہے جن میں سے صرف دوایک کا ذکر کروں گا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک یہ کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور انہیں رخصت کرتے وقت کچھ نصیحتیں فرما رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار اور آپ ﷺ ان کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے جا رہے تھے اور نصیحتیں فرماتے جا رہے تھے، جب نصیحتیں فرما چکے تو پھر آخر میں فرمایا:

((يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا))

''اے معاذ! قریب ہے کہ اس سال کے بعد تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے۔''

((لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ وَقَبْرِيْ))

''اور شاید تمہارا میری اس مسجد یا میری قبر کے پاس گزر ہو۔''

((فَبَكَى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ))

''تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی جدائی کے غم سے رونے لگے۔''

((ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ))

''پھر آپ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے۔''

((فَقَالَ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا))

(ابن حبان : ٦٤٧)

''اور فرمایا: مجھ سے تعلق ونسبت کے لحاظ سے سب سے قریب متقی لوگ ہیں، وہ جو بھی ہوں جہاں بھی ہوں۔''

یعنی نبی کریم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہونا یقیناً اک بہت بڑا شرف اور اعزاز ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بڑا درجہ ہے۔ مگر جو لوگ اس شرف سے محروم ہیں، وہ بھی آپ ﷺ کی معنوی قربت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں، اگر وہ متقی بن جائیں، چاہے وہ کسی بھی شہر اور علاقے کے رہنے والے ہوں اور کسی بھی رنگ، نسل، قبیلے اور برادری سے ان کا تعلق ہو۔

تو آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے قربِ اجل کے بارے میں صاف اور واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ میں بتا دیا۔

اسی طرح حج کے موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا مَنَاسِكَكُمْ ، فَإِنِّي لَاأَدْرِيْ لَعَلِّي لَاأَحُجُّ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا)) (النسائی ، مناسك الحج : ٣٠٦٢)

''لوگو! تم حج کے طریقے سیکھ لو مجھے معلوم نہیں، شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کرسکوں۔''

آج کی اس گفتگو میں پہلے ہم نے یوم عرفہ کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں جانا تا کہ ہم اس کی برکتوں سے مستفید ہوسکیں اور پھر اس کے بعد خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کی، کیونکہ الوداعی خطاب اور الوداعی نصیحت اپنے اندر ایک خصوصی اہمیت رکھتی ہے، کہ وہ نصیحتوں کا نچوڑ ہوتی ہے، خیر اور بھلائی کا خلاصہ ہوتی ہے۔

تو خطبۂ حجۃ الوداع سننے سے پہلیاس کی اہمیت کو سمجھنا ضروری تھا تا کہ ان باتوں کی، ان نکات کی اور ان بنیادی اصولوں کی اہمیت سمجھ میں آجائے جو آپ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں بیان فرمائے۔

صحابہ کرام نے بھی محسوس کیا کہ وہ الوداعی خطاب ہے اور اسے خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، جیسا کہ ان کا اس حج کو حجۃ الوداع کہنا اس بات کی دلیل ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا کہ:

((فَوَ الَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ ﷺ إِلَى أُمَّتِهِ))

(بخاري ، كتاب الحج : ١٧٣٩)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ آپ ﷺ کی اپنی امت کے لیے وصیت ہے۔''

اور آپ ﷺ کا لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لیے بے قرار ہونا اور اسے مختلف طریقوں اور ذریعوں سے پہنچانے کی کوشش کرنا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک تو لوگوں کو خاموش کرواتے ہوئے غور سے سننے کی تاکید کرنا اور پھر پاؤں رکاب میں رکھ کر کھڑے ہو کر اور اونچے ہو کر فرمانا کہ:

((ألا تسمعون؟)) (ابن حبان : ٤٥٦٣)

''سنتے ہو کہ نہیں؟''

اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کو لفظ بلفظ آگے دور بیٹھے ہوئے لوگوں کو سنانا۔

رافع بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنًى حِيْنَ ارْتَفَعَ الضُّحَى عَلَى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ وَعَلِيٌّ رضی اللہ عنہ يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَاعِدٍ وَ قَائِمٍ)) (ابو داود ، كتاب المناسك : ١٩٥٦)

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا سرمئی رنگ کی خچر پر، جب سورج کی روشنی طلوع ہوئی اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے لوگوں تک پہنچاتے، لوگ کچھ بیٹھے ہوئے اور کچھ کھڑے تھے۔''

اور پھر ان سب سے بڑھ کر خود اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے خصوصی اہتمام کرنا اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ کا وہ آواز لوگوں کو اپنے خیموں اور گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں تک بھی پہنچا دینا۔

حدیث میں ہے، عبد الرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمِنًى فَفَتَحَ اللّٰهُ أَسْمَاعَنَا))

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منی میں ہمیں خطاب فرمایا، تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان کھول دیئے۔''

((حَتَّى إِنْ كُنَّا لَنَسْمَعُ مَا يَقُولُ وَنَحْنُ فِيْ مَنَازِلِنَا)) (النسائی ، مناسك الحج : ٢٩٩٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”آپ ﷺ جو کچھ فرما رہے تھے، ہمیں سنائی دے رہا تھا حتی کہ ہم اپنی اپنی منزلوں میں تھے۔“

یعنی جو لوگ کسی عذر کی بناء پر خطبہ سننے کے لیے حاضر نہ ہو سکے، وہ اپنے اپنے خیموں اور اپنی اپنی جگہوں میں تھے کہ وہاں تک بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی آواز پہنچا دی۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطبۂ حجۃ الوداع کو لوگوں تک پہنچانے کا خصوصی اہتمام کر دیا گیا۔ اور آخر میں آپ ﷺ نے لوگوں سے دریافت فرمایا، فرمایا:

((أَلَا يَا أُمَّتَاهُ هَلْ بَلَّغْتُ)) (ابن ماجة ، كتاب المناسك : ١٧٤)

”خبردار! اے میری امت کے لوگو! کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔“

((ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

”آپ ﷺ نے تین بار دریافت فرمایا۔“

((قَالُو: نَعَمْ))

”صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ہاں اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔“

((قَالَ: اَللَّهُمَّ اشْهَدْ ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ)) (ابن ماجة ، كتاب المناسك : ١٧٤)

”آپ نے فرمایا: اللہ گواہ رہنا، تین بار فرمایا۔“

تو یہ سب باتیں آپ ﷺ کے حج کو حجۃ الوَداع، اور خطبہ کو خطبۃ الوَداع سمجھنے کی طرف واضح اشارہ تھیں۔ تو آج ہم نے خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت کو جانا اور سمجھا اور کل عید کے خطبے میں خطبۃ الوَداع میں سے ان شاء اللہ چند باتوں کا ذکر بھی سنیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید الاضحیٰ

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾ (الانعام: ١٦٢، ١٦٣)

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر کبیرا والحمد للّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا۔

کل خطبۂ جمعہ میں خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت کا ذکر ہو رہا تھا، آج اس کے چند مندرجات جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

حجۃ الوداع کا خطاب جو کہ خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، حقیقت میں وہ کوئی ایک خطبہ نہیں بلکہ متعدد خطبات ہیں، جو کہ مختلف دنوں میں اور مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے گئے، کوئی عرفہ کے دن میدان عرفات میں، کوئی قربانی کے دن منیٰ میں اور کوئی جمرات کے پاس۔ ان تمام خطبات کا احاطہ کرنا اس مختصر سے وقت میں تو مشکل ہے، البتہ ان میں سے ایک خطبے کا ان شاء اللہ مختصر سا ذکر کریں گے۔

آج یہاں یہ عید کا دن ہے اور مکۃ المکرّمۃ میں حجاج کرام کے لیے یہ یوم النحر یعنی قربانی کا دن کہلاتا ہے۔ یوم النحر کے روز بھی آپ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا، لہٰذا ہم اسی مناسبت سے یوم النحر کا خطبہ سنتے ہیں۔

حدیث میں ہے آپ ﷺ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

((اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ))

’’فرمایا: زمانہ پھر پھرا کر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس روز تھا جس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روز اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔''

((السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْراً))

''ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔''

((مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ))

''ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔''

((ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ))

''تین پے درپے ہیں۔''

((ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مَضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ))

ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا رجب مضر کا، جو کہ جمادیٰ الآخرۃ اور شعبان کے درمیان پڑتا ہے۔

((أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟))

''دریافت فرمایا، یہ کون سا مہینہ ہے؟''

((قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ))

''ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں''

((فَسَكَتَ، حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ))

''تو آپ خاموش ہو گئے حتی کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کو کوئی اور نام دیں گے۔''

((قَالَ: أَلَيْسَ ذَا لْحِجَّةِ؟))

''فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟''

((قُلْنَا: بَلٰى))

''ہم نے کہا: کیوں نہیں!''

((قَالَ: أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟‘‘

((قُلْنَا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ))

’’ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں‘‘

((فَسَكَتَ ، حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ إِسْمِهِ))

’’آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، حتی کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ ﷺ اسے کوئی اور نام دیں گے۔‘‘

((قَالَ : أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟))

’’فرمایا: کیا یہ شہر مکہ نہیں ہے؟‘‘

((قُلْنَا : بَلٰى))

’’ہم نے کہا: کیوں نہیں!‘‘

((قَالَ : فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟))

’’فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟‘‘

((قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ))

’’ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔‘‘

((قَالَ : فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ))

’’آپ ﷺ خاموش ہو گئے حتی کہ ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس کو کوئی نیا نام دیں گے۔‘‘

((قَالَ : أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟))

’’فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟‘‘

((قُلْنَا : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ))

’’ہم نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ‘‘

((قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا))

''فرمایا: تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح تمھارے آج کے اس دن کی، تمھارے اس شہر کی، اور تمھارے اس مہینے کی حرمت ہے۔''

((وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ))

''اور یاد رکھو! عن قریب تم لوگ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہو اور تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا۔''

((فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا-أَوْ ضُلَّالًا- يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))

''خبردار! میری وفات کے بعد کافر-یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاؤ۔''

((أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ يَكُونُ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ))

''پس جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان تک یہ پیغام پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں، بعض اوقات پیغام پہنچائے گئے لوگ بعض سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔''

((ثُمَّ قَالَ: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ))

(مسلم ، كتاب القسامة والمحاربين : ١٦٧٩)

''پھر فرمایا: خبردار! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟''

یہ تھا آپ ﷺ کا خطاب، جو کہ آپ نے دیکھا کہ نہایت مختصر تھا اور آپ ﷺ کے تقریباً تمام ہی خطبات ایسے مختصر ہوتے تھے، اور گفتگو کے متعلق قاعدہ اور دستور یہ ہے کہ وہ مختصر اور جامع ہو کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”خير الكلام ما قل و دلَّ“

”بہترین کلام وہ ہوتا ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔“

اس کے برعکس اکثر اوقات لمبی گفتگو معنی ومفہوم اور فائدے کے لحاظ سے بہت کم ہوتی ہے، اور آپ ﷺ کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر جو فضیلتیں حاصل ہیں، ان میں سے ایک جوامع الکلم عطا کیا جانا بھی ہے۔ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍ))

”میں انبیاء علیہم السلام پر چھ چیزوں میں فضیلت دیا گیا ہوں۔“

((أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ))

”جوامع الکلم عطا کیا گیا ہوں۔“

((وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ))

”رعب و دبدبہ کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں۔“

((وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ))

”اور مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا ہے۔“

((وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا))

”اور زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک بنا دی گئی ہے۔“

((وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً))

”اور تمام لوگوں کی طرف رسول (ﷺ) بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“

((وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ)) (مسلم ، کتاب المساجد : ٥٢٣)

”اور میرے ساتھ نبیوں (علیہم السلام) کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔“

تو جوامع الکلم یہ ہوتے ہیں کہ الفاظ کم ہوں اور معنی واضح اور وسیع ہو۔

آپ ﷺ کا یہ خطبہ بلکہ تمام ہی خطبات اور تمام گفتگو جوامع الکلم ہی کی مثال ہے۔

اس مختصر سے خطبے کی تشریح کرنا چاہیں تو یقیناً اس کے لیے اک طویل وقت درکار ہوگا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس خطبے کے اکثر نکات تو واضح اور عام فہم ہیں، اگر چہ کچھ تفصیل طلب ہیں، مگر ایک بات شاید بعض لوگوں کو سمجھ نہ آئی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایک خاص پس منظر ہے اور وہ یہ کہ وہ جو آپ ﷺ نے فرمایا: زمانہ پھر پھرا کر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس روز تھا جس روز اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔

تو اس کا پس منظر یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد اور ان کی حلت و حرمت اللہ تعالیٰ نے اس دن سے مقرر فرما رکھی ہے جس دن زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا۔ مشرکین مکہ مہینوں کی اس تعداد کو بھی مانتے تھے کہ بارہ ہیں اور ان میں سے جو چار حرمت والے ہیں ان کی حرمت کے بھی قائل تھے کہ حرمت والے مہینوں میں، ان میں سے کسی کے باپ کا قاتل بھی اگر سامنے آ جاتا تو اس کی طرف آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھتے تھے چہ جائیکہ اس کو کوئی نقصان پہنچائیں یا بدلہ لیں، مگر وہ مہینوں کو آگے پیچھے کرنے میں قباحت محسوس نہیں کرتے تھے، انہیں اگر کسی سے جنگ و جدال کرنا ہوتا تو اس حساب سے حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کر لیتے۔

قرآن پاک نے ان کے اس طرز عمل کو کفر میں زیادتی سے تعبیر کیا ہے کہ اس کی یہ حرکت کفر میں مزید ایک کافرانہ حرکت ہے۔ مثلاً: محرم میں جو کہ حرمت والا مہینہ ہے، اس میں اگر لڑائی اور غارت گری کرنا ہوتی تو محرم کو صفر بنا دیتے اور صفر کو محرم۔ تو یوں انہوں نے مہینوں کو خلط ملط کر دیا، مگر جب آپ ﷺ نے حج کیا، بلکہ اس سے ایک سال پہلے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا تو اس وقت یہ مہینے گھوم پھر کر پھر سے اپنی اسی حالت پر آ گئے جس پر اس روز تھے، جس روز اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

یہ اُس پہلے نکتے کی مختصر سی وضاحت ہے، باقی جو خطبے کی دوسری باتیں ہیں اور جو دیگر خطبات میں بیان ہوئی ہیں، ان کا ذکر ان شاء اللہ پھر کسی وقت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج کی سعادت اور قبولیت کی شرائط

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں نعمت اسلام سے نوازا، اور امت خیر البشر ﷺ میں پیدا فرمایا۔

اسلام کتنی بڑی نعمت ہے اور آپ ﷺ کے امتی ہونا کتنا بڑا شرف ہے! افسوس کہ آج مسلمانوں کی اکثریت اس سے آگاہ نہیں ہے، ان کی اہمیت سے واقف اور ان کی قدر شناس نہیں ہے غنیمت نہیں جانتے، شاید اس لیے کہ یہ نعمتیں ہمیں بغیر کسی محنت کے محض وراثت میں ملی ہیں۔

یہ چونکہ ہمارا آج کا موضوع نہیں ہے، اس لیے اس کی تفصیل میں نہیں جاتے، البتہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے، شاعر کے الفاظ مستعار لے کر ضرور کہیں گے کہ:

وَمِمَّا زَادَنِي شَرَفاً وَتِيهاً
وَكِدْتُ بِأَخْمُصِي اَطَأُ الثُّرَيَّا
دُخُولِي تَحْتَ قَولِكَ يَا عِبَادِي
وأَنْ صَيَّرْتَ أَحْمَدَ لِي نَبِيَّا

(قاضی عیاض، غذاء الالباب للسفارینی، ص: ۳۷۲)

”مجھے جس چیز کا شرف وفخر حاصل ہے اور جس پر خوشی سے میرے پاؤں ثریا (یعنی آسمان کی بلندیوں) کو جا کے چھونے لگتے ہیں، یہ کہ تیرے قول یا عبادی کے مخاطبین میں شامل ہوں اور یہ کہ تو نے احمد ﷺ کو میرا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نبی بنایا ہے۔“

تو اللہ تعالیٰ کی بے شمار، لاتعداد اور ان گنت نعمتوں میں سے یہ سب سے بڑی نعمتیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بندوں کے لیے وقفے وقفے سے نیکیوں کے مواقع اور مواسم مقرر فرما رکھے ہیں۔

نیکیوں کے ان مواقع میں سے ایک موقع حج بیت اللہ کا موسم ہے اور غیر حاجیوں کے لیے ماہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔نیکیوں کے اس موسم کی دو مختلف شکلوں میں جس کسی نے بھی سعادتیں سمیٹنے اور مستفید ہونے کے کوششیں کیں، اللہ تعالیٰ ان کی وہ کوششیں قبول فرمائے، آمین

آج کی گفتگو میں نیکیوں کے اس موسم کی ایک شکل فریضۂ حج سے متعلق ہی بات کریں گے، ان شاء اللہ

حج کی سعادت یقیناً اک بہت بڑی سعادت ہے، کیونکہ اس کا اجر وثواب اک بہت بڑا اجر وثواب ہے اور وہ ہے جنت عطا کیا جانا۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ)) (بخاري، كتاب العمرة : ١٧٧٣)

”مقبول حج کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت ہے۔“

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

((مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))

(بخاري ، كتاب الحج : ١٥٢١)

”جس کسی نے حج کیا بشرطیکہ کسی شہوانی فعل کا ارتکاب نہ کیا اور فسق و معصیت سے آلودہ نہ ہوا تو وہ گناہوں سے یوں پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس روز گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے جس روز اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔“

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ انسان کی منزل اور اس کا ہدف، اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حصول ہے، تو ایک ایسا عمل کہ جس کی ادائیگی سے انسان کے اہداف و مقاصد پورے ہوتے ہوں اور منزل کا حصول آسان ہو جائے، جس سے آدمی گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے جیسے نومولود بچہ ہو، اس سے بڑھ کر عظیم عمل کیا ہو سکتا ہے۔

تو فریضۂ حج اک بہت بڑی سعادت، بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا موقعۂ غنیمت ہے۔

اور جب فریضۂ حج اتنی بڑی نعمت ٹھہرا تو یقیناً اس کی قبولیت کے کچھ آداب، کچھ شرطیں اور کچھ تقاضے بھی ہوں گے۔ اتنا بڑا عمل ہو اور اس کا حصول اتنا آسان ہو! ایسا نہیں ہوتا، کام دنیا کا ہو یا آخرت کا، جتنا بڑا کام ہو، اتنی ہی بڑی اس کی قیمت ہوتی ہے، اتنی ہی بڑی محنت اس کے لیے درکار ہوتی ہے، چنانچہ مقبول ومبرور حج کی بھی کچھ شرطیں ہیں۔

سب سے پہلی شرط ہے: اخلاص، کہ حج سے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مقصود ہو، اس میں ریاء کاری اور دکھلاوا نہ ہو۔ یہ کسی بھی عمل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی پہلی شرط ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾ (البينة : ٥)

''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں، یہی دین مستقیم اور دین عدل ہے۔''

اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى)) (بخاري، كتاب بدء الوحى : ١)

''اعمال کے اجر وثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے حج کا احرام باندھنے اور تلبیہ کہنے کے بعد یہ بھی فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((اَللّٰهُمَّ حَجَّةً لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ))

(صحيح الترغيب للألباني : ١١٢٢)

''اے اللہ! میں ایسا حج کر رہا ہوں جس میں ریا کاری ہے اور نہ شہرت کی طلب۔''

جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَحْلٍ رَثٍّ، وَقَطِيْفَةٍ تُسَاوِيْ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ أَوْ لَا تُسَاوِيْ))

''آپ ﷺ نے ایسی سواری پر حج کیا جس کی زین اور کاٹھی پرانی اور بوسیدہ تھی اور اس پر ڈالا گیا کپڑے کا ٹکڑا بھی ایسا تھا کہ جس کی قیمت چار درہم یا اس سے بھی کم تھی۔''

((ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ حَجَّةً لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ)) (صحيح ابن ماجة : ٢٣٥٥)

''اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ! ایسا حج کر رہا ہوں، جس میں ریا کاری مطلوب نہیں اور شہرت مقصود نہیں۔''

تو مقبول حج کی پہلی شرط ہے اخلاص۔

اور دوسری شرط ہے : سنت کی متابعت اور مطابقت۔یعنی وہ عمل سنت کے مطابق ہو۔ اپنی مرضی اور خواہش سے کیا ہوا حج، یا کوئی بھی نیک عمل، چاہے بظاہر وہ کتنا ہی پر کشش اور خوبصورت کیوں نہ نظر آتا ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے،کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

(مسلم ، كتاب الأقضية : ١٧١٨)

''جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

اور حج کے متعلق تو خصوصی طور پر فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ))

(البیهقی "السنن الکبری": ۵/ ۱۲۵، صحیح الجامع: ۷۸۸۲)

''مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھو۔''

تو اخلاص اور سنت کی مطابقت کسی بھی عمل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے لیے اولین اور بنیادی شرطیں ہیں۔

حج کی قبولیت کی تیسری اہم شرط ہے: مالِ حلال سے حج کرنا، کہ حرام مال سے کیا ہوا حج قابلِ قبول نہیں ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اعمالِ حج میں سب س اہم عمل دعائیں ہیں اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ حرام ذرائع سے حاصل کیے گئے مال والے کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں،

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا ۖ إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾

(المؤمنون: ۵۱)))

''آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے (ہر قسم کے نقص سے پاک ہے) اور صرف پاک اور حلال مال ہی قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو وہی حکم کیا جو رسولوں علیہم السلام کو حکم کیا اور فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔''

وَقَالَ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ﴾ (البقرہ: ۱۷۲)

اور مومنین سے فرمایا: ''اے ایمان والو! پاک چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔''

((ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے۔'' یعنی حج کے لیے لمبا سفر طے کر کے آتا ہے۔

((أَشْعَثَ أَغْبَرَ))

''پراگندہ بالوں والا، گرد وغبار میں اٹا ہوا۔''

((يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَآءِ))

''آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔''

((يَا رَبِّ يَا رَبِّ))

''یارب، یارب پکارتا ہے۔''

((وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ)) (مسلم ، كتاب الزكاة : ١٠١٥)

''جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہے، پینا حرام کا ہے، پہننا حرام کا ہے، حرام کی غذا سے اس کی پرورش ہوئی ہے، پھر اس کی دعاء کیونکر قبول ہو!''

اب اندازہ کیجئے کہ آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کر کے حرام مال والے کی دعاء قبول نہ ہونے کا بیان فرمایا کہ جس میں قبولیت دعاء کے متعدد اسباب موجود تھے۔

مثلاً فرمایا:

((يُطِيْلُ السَفَرَ))

''لمبا سفر کرتا ہے۔''

اور لمبا سفر کرنا قبولیت دعاء کے اسباب میں سے ایک ہے۔

اسی طرح فرمایا:

((أَشْعَثَ أَغْبَرَ))

''پراگندہ بالوں والا، غبار آلود۔''

اور یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ منکسر المزاج، فخر وغرور سے دور، عاجزی و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انکساری والا شخص ہے، اور عاجزی و انکساری والا ہونا بھی قبولیت دعاء کا اک وسیلہ ہے۔

اور پھر:

((یَمُدُّیَدَیْهِ إِلَی السَّمَاءِ))

''ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے دعاء مانگتا ہے۔''

آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا بھی قبولیت کے وسائل میں سے ایک اہم وسیلہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ))

''اللہ تعالیٰ بڑا احیاء کرنے والا اور سخی ہے۔''

((يَسْتَحِيْ إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خائِبَتَيْنِ))

(صحيح الترمذي : ٣٥٥٦)

''بندہ جب اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ وہ انہیں نامراد خالی لوٹا دے۔''

اسی طرح وہ یا رب یا رب کہہ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی سے اس کو پکارنا، قبولیت دعاء کے اسباب میں سے ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکارنے کا اور دعاء کرنے کا حکم دیا ہے۔

((وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوْهُ بِهَا)) (الاعراف : ١٨٠)

''اور اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے اچھے نام ہیں، اسے ان ناموں کے ساتھ پکارو۔''

تو دعاء کی قبولیت کے لیے سارے اسباب موجود مگر چونکہ کمائی حرام کی ہے، اس لیے دعاء قبول نہیں کی جاتی۔ تو قبولیت حج کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط رزق حلال ہونا ہے۔

اور چوتھی شرط قبولیت حج کی یہ ہے کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان سے باز رہنا، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ (البقره : ١٩٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''حج کے معلوم و متعین مہینے ہیں۔''

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

(البقرہ : ۱۹۷)

''پس جو شخص ان میں حج مقرر کرے، وہ شہوانی اعمال سے اجتناب کرے اور فسوق و معصیت سے احتراز کرے اور لڑائی جھگڑے سے بچے۔''

تو اللہ تعالیٰ کے منع کردہ کاموں سے باز رہنا بھی قبولیت حج کی شرط لازم ہے۔

حج کی صحت و قبولیت کی یہ چند اور بنیادی شرطیں ہیں ورنہ اس کے علاوہ بھی متعدد چیزیں ایسی ہیں جو حج کا لازمی حصہ ہیں، ان کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

تو یہ تھیں قبولیت حج کی چند اہم شرطیں، اب اس کی علامتیں بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں تو کسی بھی عمل کے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہونے یا نہ ہونے کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، کوئی انسان اس پر مطلع نہیں ہوسکتا، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام میں سے کسی کو مطلع فرما دیں اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے، البتہ علماء کرام نے قرآن و حدیث سے قبولیت اعمال کی چند علامات استنباط کی ہیں، ان علامات کا جاننا ضروری ہے، تا کہ ہم کسی خوش فہمی یا غلط فہمی میں نہ رہیں اور اگر کہیں اصلاح کی ضرورت ہو تو اصلاح کر سکیں۔

ممکن ہے کچھ لوگ ایسی باتیں سننا پسند نہ کریں، کیونکہ وہ اپنی کسی خوش فہمی کا مزا کرکرا نہیں کرنا چاہتے اور اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کو ذہن میں تازہ نہیں کرنا چاہتے، بلکہ یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ مگر یہ حقیقت میں اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ اور میرے لیے بھی یہ مشکل نہیں کہ میں حاجیوں کو مبارک باد یں دوں اور مقبول حج کی فضیلت بیان کرتا رہوں، مگر انہیں حج مقبول نہ ہونے کے اسباب سے بے خبر رکھنا جہاں ان کے ساتھ زیادتی ہوگی، وہاں خود میرے لیے بھی اک شدید وعید بن سکتی ہے۔ (اعاذنی اللہ منہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَتَمَ عِلْماً أَلْجَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ))

(صحيح ابن حبان : ٩٦)

”کہ جس شخص نے شریعت کا علم چھپایا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنچائے گا۔“

(اعاذنا الله منه)

اس لیے آپ کی ناراضی تو مول لی جا سکتی ہے، مگر اس وعید کا سامنا کرنے کی سکت نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے، آمین

تو ان باتوں کا کسی دوسری نشست میں ان شاء اللہ ذکر ہوگا، تاہم فریضہ حج کی توفیق کے حوالے سے ایک بات عرض کرتا چلوں کہ فریضۂ حج ایک بہت بڑی نیکی اور بہت بڑی سعادت ہے اور اس کی توفیق یقیناً اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم اور بہت بڑا انعام ہے، چنانچہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے فریضۂ حج کی ادائیگی کی توفیق سے نوازا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی اس توفیق اور ہدایت پر شکر ادا کرنا چاہیے اور یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس میں انسان کا اپنا کوئی کمال نہیں ہے، صحت وتندرستی اور مال و دولت کی فروانی وغیرہ بھی سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں، تو نیکی کی توفیق سراسر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا فضل وکرم ہے، ورنہ ہم دیکھتے ہیں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو مال و دولت کی کثرت کے باوجود اس نعمت سے محروم ہیں، اس لیے یہ توفیق محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ (النحل : ٥٣)

”اور جو بھی نعمت تمہیں حاصل ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔“

اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بار بار حج وعمرے کی سعادت نصیب فرمائے اور اس پر اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وحدتِ ادیان ایک امتحان

﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا﴾

(البقره : ۲۱۷)

یہ دور فتنوں کا دور ہے، اور یہ بات آپ ﷺ نے آج سے ۱۴ سو سال پہلے بیان فرمائی ہے کہ:

((لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ))

(ابن ماجة ، كتاب الفتن : ٤٠٣٥)

''اب دنیا میں سوائے مصیبتوں اور فتنوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔''

تو اُس دور کو آپ ﷺ نے فتنوں کا دور قرار دیا، بہت سے فتنوں کے نام لے کر پیش گوئیاں فرمائیں اور اک کثیر تعداد فتنوں کے بغیر نام لیے پیش گوئی فرمائی، ایسی کثیر تعداد کہ ان کی بارش کے قطروں سے تشبیہ فرمائی، فرمایا:

((فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ))

(بخاري ، كتاب الفتن : ٧٠٦٠)

''فرمایا: میں فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کی طرح گرتا دیکھ رہا ہوں۔''

اور یہ بھی پیش گوئی فرمائی کہ وہ فتنے بہت ہی تاریک ہوں گے ایسے تاریک کہ

((كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ)) (مسلم ، كتاب الايمان : ١١٨)

''تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔''

یعنی حق و باطل میں تمیز کرنا مشکل ہوگا اور صحیح اور غلط میں تفریق کرنا مشکل ہو جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ بہت شدید بھی ہوں گے، ایسے شدید کہ لوگ کفر و ایمان کے بیچ صبح و شام الٹ پلٹ ہو رہے ہوں گے،

((يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا)) (مسلم ، كتاب الايمان : ١١٨)

''آدمی صبح مؤمن ہوگا تو شام کو کافر، یا شام کو مؤمن اور صبح کو کافر۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے امت کو ان فتنوں سے خبردار کیا اور رہنمائی فرمائی کہ فتنوں کے دور میں کیا کرنا ہے اور ان سے کس طرح بچنا ہے۔

اور وارثانِ علمِ دین، علماءِ امت اور داعیانِ دینِ اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچائیں، انہیں ان فتنوں سے خبردار کریں کہ جن کی نشاندہی آپ ﷺ نے فرمائی ہے اور ان فتنوں کی بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں نشاندہی کریں جن کا آپ ﷺ نے مجمل ذکر فرمایا۔

علماء کرام ہر دور میں اپنی ذمہ داریاں نبھاتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک ان شاء اللہ نبھاتے چلے جائیں گے، چاہے وہ اک چھوٹا سا طائفہ ہی کیوں نہ ہو، قلیل تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں اور یہ بھی آپ ﷺ کی پیش گوئی ہے، فرمایا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ يَخْذُلُهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ)) (ترمذي ، كتاب الفتن : ٢٢٢٩)

''فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا، انہیں کوئی رسوا کرنے کی کوشش کرنے والا اور کوئی مخالفت کرنے والا، کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، وہ اس طریقے پر رہیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے، یعنی قیامت قائم ہو جائے۔''

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس گروہ کے متعلق فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَهْلُ الْحَدِيْثِ فَلَا أَدْرِيْ مَنْ هُمْ))

(شرف اصحاب الحديث ، ص : ٢٧)

''کہ وہ اگر اہل حدیث نہیں ہیں تو پھر مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون ہیں؟''

تو علماء کرام اپنی ذمہ داریاں نبھاتے چلے آئے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک نبھاتے چلے جائیں گے۔

اس گفتگو سے اس بات کا اندازہ ہو جانا چاہیے کہ فتنوں کا جاننا کتنا ضروری ہے اور کتنی اہمیت کا حامل ہے۔فتنوں کے معاملے کو ہلکا نہیں جاننا چاہیے بلکہ اس سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ ان سے بچا جا سکے۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَيرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي)) (بخاري ، كتاب المناقب : ٣٦٠٦)

''لوگ آپ ﷺ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں شر اور فتنوں سے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں میں ان میں گھر نہ جاؤں۔''

فتنوں کے متعلق ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے جو کہ گذشتہ کئی خطبات میں عرض کی گئی ہے کہ فتنوں کا سمجھ میں آنا یقیناً آسان بات نہیں ہے اور انہیں سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔

فتنوں کے ساتھ تو بڑے بڑوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور بڑے بڑے عقلمند اور دانشور حیران وششدر رہ جاتے ہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((تَكُونُ فِتْنَةٌ تَعْرُجُ فِيهَا عُقُولُ الرِّجَالِ))

''فتنہ آتا ہے تو لوگوں کی عقلیں اُڑا لے جاتا ہے۔''

((حَتَّى مَاتَكَادُ تَرَى رَجُلًا عَاقِلًا)) (رواه نعيم في الفتن : ٦٢/ ١)

''حتی کہ کوئی ایک عقل مند آدمی ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تُنزَعُ عُقُولُ أَكْثَرِ ذَلِكَ الزَّمَانِ))

''اس دور کے اکثر لوگوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی۔''

((وَيَخْلُفُ لَهُ هَبَاءٌ مِنَ النَّاسِ لَا عُقُولَ لَهُمْ))

(ابن ماجة ، كتاب الفتن : ٣٩٥٩)

''اور پیچھے پراگندہ ذروں کی حیثیت کے لوگ رہ جائیں گے جو بے عقل ہوں گے۔''

اور ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَيْفَ بِكُمْ وَبِزَمَانٍ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ ، يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً وَ تَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ)) (ابن ماجة ، كتاب الفتن : ٣٩٥٧)

''فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا، جب ایسا وقت آئے گا، جب لوگ چھلنی میں چھان پھٹک لیے جائیں گے اور باقی چھانن اور بھوسا رہ جائے گا۔''

اس لیے فتنوں کو اپنی عقل و دانش کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا، وہ صرف اور صرف علمِ دین کی روشنی میں اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کے سہارے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

ہمارے جیسے کسی عام آدمی کا فتنوں کی حقیقت کو سمجھنا آسان کام نہیں ہے، ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا یہ بھی بہت بڑا احسان ہوگا اگر کسی کے بتانے اور سمجھانے پر بھی ہمیں سمجھ میں آجائے کہ فلاں چیز واقعی فتنہ ہے۔

کسی فتنے کے سمجھ نہ آنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ چیز، وہ فتنہ عام ہو چکا ہوتا ہے، لوگوں کی ضرورت یا ان کے دل کی آواز بن چکا ہوتا ہے، ان کے دلوں میں گھر کر چکا ہوتا ہے، اس سے اک گہری دلچسپی اور وابستگی قائم ہو چکی ہوتی ہے، اس سے اک تعلق خاطر استوار ہو چکا ہوتا ہے، وہ اس کے دل کی دھڑکن بن چکا ہوتا ہے، اس کے خون میں سرایت کر چکا ہوا ہے، وہ اس کا دیوانہ ہو چکا ہوتا ہے۔

تو ایسی صورتِ حال میں کسی کا فتنوں کی حقیقت کو سمجھنا یقیناً آسان نہیں ہوتا، اور اس کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک مثال ٹی وی کا فتنہ ہے، اور یہ فتنہ یوں ہمارے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے کہ عوام تو عوام رہے، وہ لوگ بھی جو نمازیں پڑھتے ہیں اور خود کو دین دار سمجھتے ہیں، ان میں سے کتنے لوگ ہیں جو ٹی وی کو فتنہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، شاید ہزار میں سے کوئی ایک ہو جو ٹی وی کو فتنہ سمجھتا ہو باقی سب اس کی ضرورت کے قائل اور اس کے جائز اور حلال ہونے کے دعویدار بلکہ مفتی ہوں گے۔ تو اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ فتنوں کو سمجھنا اور ان سے بچنا کس قدر مشکل اور دشوار ہے۔

اسی طرح اس دور کی کئی تحریکیں اور کئی جماعتیں، علی وجہ بصیرت کہتا ہوں اور قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں کہتا ہوں کہ وہ اس دور کے بڑے فتنوں میں سے ایک فتنہ ہیں، مگر کون اسے سمجھنے اور ماننے کو تیار ہوگا!

ٹی وی کا فتنہ کئی لحاظ سے نہ صرف یہ کہ اک فتنہ ہے بلکہ بہت بڑا فتنہ ہے، ٹی وی انسان کو بے حیائی سکھاتا ہے، فحاشی پھیلاتا ہے، بداخلاقیوں کے نئے نئے طریقے متعارف کرواتا ہے، لوگوں میں گناہ کی جرأت پیدا کرتا ہے، لوگوں کے عیبوں کو ظاہر کرتا اور ان کی پگڑیاں اچھالتا ہے، لوگوں کو آپس میں لڑاتا اور نفرتیں پیدا کرتا ہے، ٹی وی اینکر پرسنز اور ٹاک شوز میں باتیں کرتے نام نہاد دانشور لوگوں کو دین سے بے زار کرتے اور اسلام کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں اور فتنوں سے متعلق واضح طور پر آپ ﷺ کی پیش گوئی کا مصداق نظر آتے ہیں۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ))

''آپ ﷺ نے فرمایا: عن قریب لوگوں پر ایسا وقت آئے گا جس میں ہر طرف دھوکہ ہی دھوکہ ہوگا، جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا۔''

((وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا۔“

((وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ))

”اور رویبضہ بولے گا۔“

((قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟))

”عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! رویبضۃ کیا ہے؟“

((قَالَ: اَلرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ))

(ابن ماجة ، كتاب الفتن : ٤٠٣٦)

”فرمایا: گھٹیا اور کمینہ شخص عوام الناس کے معاملات میں باتیں کرے گا۔“

اس میں اپنی رائے اور فتویٰ دے گا، یعنی ایک ایسا شخص کہ جس کا وہ شعبہ نہیں ہے، جس کے پاس اس کا علم نہیں ہے، وہ عوام کے معاملات میں اپنی خود ساختہ دانشورانہ رائے دینے لگے تو وہ رویبضہ کہلائے گا۔

عوام الناس کی بھلائی اور خیر خواہی کی بات کرنے کا اہل کون ہے، صرف علماء کرام۔ ہاں کسی ایسے شعبے میں کہ جس کا وہ اختصاص رکھتے ہوں، بات کر سکتے ہوں، مگر دین کے معاملے میں بغیر علم کے بات کرنے والا شخص آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق گھٹیا اور کمینہ ہے۔

لوگوں کو بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ ٹاک شوز میں سیاست پر باتیں ہوتی ہیں، مگر حقیقت میں سیاست پر کم اور دین پر زیادہ ہوتی ہیں، مگر عوام سمجھ نہیں پاتے کہ ان کی کس بات کی دین پر زد پڑ رہی ہوتی ہے۔

اب کسی چینل پر کوئی صاحب کہہ رہے تھے کہ ملالہ ہماری ہیروئن اور ہماری لیڈر ہیں، اور ہم ہمہ دینیت پر یقین رکھتے ہیں، یعنی وحدت ادیان کا عقیدہ رکھتے ہیں جو کہ سراسر گمراہی ہے۔ اب بظاہر اس بات میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اگر کسی کو بھی اپنا لیڈر یا اپنی لیڈر مانتا ہے تو کسی دوسرے کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے، مگر یہاں اس شخص کی یہ بات اپنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ذات کے حوالے سے نہیں تھی، بلکہ وہ گویا پوری قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا،اور اس کی اس بات سے سادہ لوگوں کی ذہن سازی ہورہی تھی کہ تم بھی اس کو اپنا لیڈر مانو، اورتم بھی وحدتِ ادیان کا عقیدہ رکھو۔

اب اس پر کیا تبصرہ کروں، صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جس قوم کی ذہنی پستی کا یہ عالم ہو کہ وہ ایسے بچوں کو اپنا رہنما بنا لیں کہ جو دین سے بالکل نابَلَد ہوں، اس کے عروج کی مستقبل قریب میں کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

بہت پہلے مولانا حالی مرحوم امت کی اس حالت پر گریہ زاری کر گئے ہیں۔

فرماتے ہیں:

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کا نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

یعنی دریا میں مد بھی ہوتا ہے اور جزر بھی، یعنی اتار چڑھاؤ، مگر ہمارا دریا تو ایسا اترا ہے کہ یقین نہیں آتا کہ دریا میں کبھی چڑھاؤ بھی ہوتا ہے، اسلام نے ایک ایک شعبے میں، ایک ایک اور چھوٹی چھوٹی بات میں بھی رہنمائی فرمائی ہے اور یہ تو بہت بڑی بات اور بہت بڑا شعبہ ہے کہ مسلمان قوم کا لیڈر اور رہنما کیسا ہونا چاہیے۔اس کی تو اک تفصیل ہے، مگر لوگ سننا نہیں چاہتے کیونکہ انہوں نے جو اپنے اپنے بت تراش رکھے ہیں وہ ان کی محبت سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔

رہنما کا مطلب ہے، رہنمائی دینے والا اور یہ یقینی اور حتمی بات ہے کہ مسلمان قوم کا عروج اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنا لیڈر کسی باکردار، باحیا اور باعمل مسلمان کونہیں بنا لیتے۔ دین کو پسِ پشت ڈال کر اک صالح اور مثالی معاشرے کی امید رکھنا دیوانے کا خواب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان قوم کے رہنما کا ان صفات سے متصف ہونا ضروری ہے جو قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے ہیں، جو رہنما ان صفات سے متصف نہ ہوگا، اس کے دل میں دین کے لیے کیا تڑپ ہوگی اور وہ کن خطوط پر قوم کی رہنمائی کرے گا۔

مسلمان قوم کی ترقی میں دین کے علم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور دین کا علم علماء کرام سے ملے گا۔

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

بچوں کو اور دین سے نابلد لوگوں کو ملک وقوم کی باگ ڈور سونپ دینا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، کیوں کہ وہ نااہل ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ))

”جب امانت ضائع کی جائیگی، اس وقت قیامت کا انتظار کر۔“

((قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ؟))

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! امانت کیسے ضائع کی جائے گی؟“

((قَالَ: إِذَا أُسْنِدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) (بخاري ، كتاب الرقاق : ٦٤٩٦)

”فرمایا، جب معاملہ ان کے سپرد کیا جائے گا یعنی حکومت ان لوگوں کو دی جائے گی جو اس کے اہل نہ ہوں تو قیامت کا انتظار کر۔“

اسی طرح نااہل لوگوں سے علم حاصل کرنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَالْأَصَاغِرِ))

(صحيح الجامع : ٢٢٠٧)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم چھوٹے لوگوں سے سیکھا جانے لگے گا۔''

اصاغر سے اگرچہ اہل بدعت، کم علم اور بغیر دلیل کے محض اپنی رائے سے فتوی دینے والے لوگ مراد ہیں، مگر اپنے اپنے فن میں ماہر، تجربہ کار اور سند سمجھے جانے والے علماء کرام کی موجودگی میں کم علم لوگ بھی مراد لیے جا سکتے ہیں، گویا کہ بڑے بڑے علماء کرام کے ہوتے ہوئے کم علم لوگوں سے علم حاصل کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ قِبَلِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ أَكَابِرِهِمْ))

''اس وقت تک لوگ خیر اور عافیت میں ہوں گے جب تک وہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کرتے رہیں گے۔''

((فَإِذَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ قِبَلِ أَصَاغِرِهِمْ، فَذَلِكَ حِيْنَ هَلَكُوا))

(الزهد و الرقائق لابن المبارك، ج: ١، ص: ٢٨١)

''اور اگر ان کے چھوٹوں کے پاس سے علم آنے لگا تو یہ وہ وقت ہوگا جب لوگ ہلاک ہوں گے۔''

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں یہ حال تھا، جبکہ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہ سارے کے سارے عُدول ہیں (مقدمة ابن الصلاح، ص: ٥٦) تو ہمارے دور میں کیا حال ہوگا۔ اگر ہمیں لاعلم لوگوں کے حوالے کر دیا گیا تو۔

تو ٹی وی دانشوروں کی بات ہو رہی تھی، ایک نام نہاد دانشور کی یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ ملک میں ہمہ دینیت کا ماحول ہونا چاہیے۔

ہمہ دینیت کیا ہے؟ شاید اکثر لوگ اس لفظ سے ہی واقف نہ ہوں، مگر حقیقت میں یہ عقیدہ اسلام کی نفی ہے، ہمہ دینیت حقیقت میں لادینیت ہے، ہمہ دینیت کا مطلب ہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وحدۃ الأدیان، یعنی یہ عقیدہ کہ تمام دین ایک جیسے ہی ہیں بالخصوص یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔

ایک ایسا عقیدہ اور اس جیسے دیگر بہت سے عقائد ونظریاتِ باطلہ کہ جن کا پرچار کسی اسلامی ملک کے چینلز سے ہو رہا ہو اور ایسا ملک کہ جس کے عوام دین سے کوئی خاص واقفیت بھی نہ رکھتے ہوں، تو اس کا کیا انجام ہوسکتا ہے، اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے عقائدِ باطلہ سے محفوظ فرمائے، اور مملکت پاکستان اور تمام بلاد اسلامیہ کو اغیار کی چالوں، ان کی سازشوں اور پراپیگنڈوں سے محفوظ فرمائے اور دین خالص پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمہ دینیت، لا دینیت

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾﴾ (آل عمران : ٨٥)

جیسا کہ گذشتہ خطبۂ جمعہ میں وحدت ادیان کے حوالے سے بات ہو رہی تھی کہ وحدتِ ادیان یا ہمہ دینیت کا عقیدہ، لا دینیت کا عقیدہ اور نظریہ ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اک سازش ہے، اسلام کو دبانے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کی، انہیں دینِ اسلام سے پھیر دینے اور ان کا رخ موڑ دینے کی سازش ہے۔

اسلام کے خلاف سازشوں کے حوالے سے بات کرنے سے پہلے اک بنیادی بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اسلام کے مقابل دنیا میں جتنے بھی ادیان و مذاہب ہیں، جتنی بھی جماعتیں اور تنظیمیں ہیں وہ تمام کی تمام اسلام اور مسلمانوں کی فطری دشمن قوتیں ہیں۔

یعنی کوئی اختلاف، کوئی جھگڑا، کوئی تنازعہ ہو یا نہ ہو مگر وہ دشمن ہر حال میں ہوتی ہیں۔

اور اس کی کئی ایک وجوہات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حق اور باطل کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے، روشنی اور اندھیرا یکجا نہیں ہو سکتے اور اسی طرح دیگر متعدد عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں، جیسے: حسد، بغض اور نفرت وغیرہ۔ اور اسی طرح اسلام سے متعلق ان کے بعض خطرات و خدشات وغیرہ، جیسا کہ ان کا یہ محسوس کرنا کہ اسلام کے آنے سے چودھراہٹ ختم ہو جائے گی، آباء و اجداد کے دور سے چلتے آئے رسم و رواج اور مشرکانہ عادات و تقالید کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تو اسی طرح کی اور بہت سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ اسلام کو جانے اور پڑھے بغیر ہی اس سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام سراسر امن و سلامتی اور ہمدردی و خیر خواہی کا دین ہے اور ہمارے رسول ﷺ نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہانوں کے لیے رسول رحمت ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں۔ مگر تمام مذاہب عالم اسلام سے عدم واقفیت اور ضد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں اور ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار رہتے ہیں۔

لہٰذا اسلام کے خلاف ہونے والی سازشیں ہمارے لیے کوئی انوکھی اور انہونی بات نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں کہ اسلام کے خلاف سازشوں کا ہم محض امکان سمجھتے ہیں، بلکہ یہ اک حتمی، لازمی اور یقینی بات ہے کہ اسلام کے خلاف سازشیں ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ چنانچہ ان سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے اور نہ انہیں نظر انداز کیا جا سکتا ہے، بلکہ ہر وقت چاق و چوبند اور خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

اسلام کے خلاف سازشیں کوئی نئی نہیں بلکہ یہ تو رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک سے ہی شروع ہو گئی تھیں، آپ نے وہ واقعات یقیناً سن اور پڑھ رکھے ہوں گے کہ مشرکین مکہ نے بزعم خویش آپ ﷺ سے چھٹکارا پانے کے لیے تمام قبائل نے گٹھ جوڑ کر کے سازش تیار کی تاکہ قتل کا الزام کسی ایک قبیلے پر نہ آئے اور تمام قبائل کا مقابلہ کرنے کی بنی ہاشم میں ہمت نہ ہو گی۔

پھر آپ ﷺ نے جب ہجرت کرنا چاہی تو اس میں بھی آڑے آئے اور جب ہجرت کر چکے تو وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا، یہود سے مل کر سازشیں کرنے لگے اور پھر جزیرۂ عرب میں اسلام کے غالب آجانے کے بعد بھی سازشیں نہ چھوڑیں، ہر میدان اور ہر شعبے میں اور ہر سطح پر کہ جہاں جہاں بھی کوئی زک پہنچا سکتے تھے، کوششیں کیں۔

ان کی بے شمار سازشوں، مکاریوں اور کذب وافتراءات میں سے مثال کے طور پر ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جو کہ مختصراً کچھ یوں ہے کہ: چوتھی صدی ہجری کے شروع میں یہودی ایک عہد نامہ اور وثیقہ لے کر آئے اور اس وقت کے والی، رئیس الرؤساء، ابو القاسم علی بن الحسن کے سامنے پیش کیا، جس میں تھا کہ آپ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے جزیہ ختم کرنے کا حکم صادر فرما رکھا ہے۔ حاکم وقت نے وہ وثیقہ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے سامنے رکھا کہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں! تو انہوں نے ایک نظر دیکھ کر کہا کہ یہ وثیقہ جعلی اور من گھڑت ہے۔

پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا: اس طرح کہ اس میں دو گواہوں کے نام ہیں: ایک سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس عہد نامے کی تاریخ سے دو سال پہلے فوت ہو چکے تھے اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس سے دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے، لہٰذا یہ عہد نامہ جعلی اور جھوٹا ہے۔(احکام اهل الذمة لابن القيم)

تو یہ بات اگرچہ بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے جھوٹے طریقے سے جزیہ معاف کروانے کی اک کوشش کی جس میں وہ ناکام ہوگئے، مگر حقیقت میں یہ ایک سنگین کوشش تھی کیونکہ اس کی زد شریعت کے ایک حکم پر پڑتی تھی جو کہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوسکتا تھا۔

تو اسی طرح یہود و نصاریٰ اور مشرکین وملحدین اور دیگر تمام ادیان و مذاہب اسلام کو دبانے کے لیے ہر دور میں اور ہر میدان اور ہر شعبے میں سرگرم عمل رہے ہیں اور اس کے لیے وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں، تمام تر جدوجہد اور تمام تر وسائل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھونک دیتے ہیں۔

اور میدان جنگ میں مسلسل ناکامیوں کے بعد تو انہوں نے اپنی کوششوں کا رخ بالخصوص سازشوں کی طرف موڑ دیا اور اس کے لیے انہوں نے ہر ترکیب، ہر حربہ اور ہر منصوبہ آزمایا۔

ابھی ماضی قریب کی بات ہے، Lawrence of Arabia کا نام تو آپ نے سن رکھا ہوگا! وہ برطانیہ کی فوج کا اک معروف افسر تھا، (لیفٹینٹ کرنل تھا)۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران سلطنت عثمانیہ کے زیرنگین عرب علاقوں میں بغاوت کو منظّم کرنے کے باعث اسے عالمی شہرت ملی، چنانچہ اس بغاوت کے نتیجے میں جنگ عظیم کے بعد عرب علاقے سلطنت عثمانیہ کی دسترس سے نکل گئے۔

خلافت اسلامیہ امت مسلمہ کی ایک بہت بڑی طاقت تھی، جس سے پورا عالم کفر لرزاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا، چنانچہ اسے توڑنے کے لیے سازشیں تیار ہوئیں، منصوبے بنائے گئے اور ان منصوبوں پر عمل کے لیے خلافت اسلامیہ کے مختلف حصوں میں مختلف افراد مأمور تھے۔

مگر کرنل لارنس نے جو کہ بعد میں ۱۹۶۲ میں فلم لارنس آف عریبیہ بننے کے بعد لارنس آف عریبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ خلافت اسلامیہ کے خاتمے کے لیے جو کردار اور جو کوششیں اس کی رہیں کسی اور کی نہ رہیں۔

چونکہ خلافت اسلامیہ کی باگ ڈور ترکوں کے پاس تھی، چنانچہ عرب علاقوں پر بھی ان کی حکومت تھی اور ان علاقوں میں انھوں نے انہیں میں سے گورنر مقرر کر رکھے تھے۔

لارنس آف عریبیہ نے خلافت اسلامیہ کے خاتمے کے لیے عربوں میں قوم پرستی کے جذبات ابھار کر انہیں ترکوں کے خلاف متحد کر دیا۔

شروع میں اسے ناکامی ہوئی، پھر اس نے مذہب کی آڑ لینا شروع کی اور بصرہ کی ایک مسجد میں جا کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا، عربی خوب جانتا تھا، عربی لباس پہن لیا اور عرب صحرانشینوں میں گھل مل گیا اور بدوؤں میں خوب دولت لٹانے لگا، ہر ماہ دو لاکھ پاؤنڈ بدوؤں میں تقسیم کرنا شروع کر دیئے، چنانچہ عرب اس کے مداح اور گرویدہ ہو گئے اور سے اپنا محسن اور مربی سمجھنے لگے، حتی کہ وہ اتنی چرب زبانی اور مکارانہ رچالوں کے ذریعے گورنر مکہ شریف حسین ہاشمی کے قریب ہو گیا اور بالآخر اسے بادشاہت کا لالچ دے کر خلیفۃ المسلمین کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ وہ شریف مکہ آج کے اردن کے بادشاہ عبداللہ کے پردادہ تھے۔

ماضی قریب میں اغیار کی طرف سے کی جانے والی سازشوں میں سے ایک سازش کا یہ مختصر سا تعارف تھا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سازشیں ہوتی چلی آئی ہیں اور ہوتی چلی جائیں گی، یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے، اس لیے آپ کو Vigilant رہنا ہے، چوکس اور چوکنا رہنا ہے۔

فتنوں اور سازشوں کو سمجھنا آسان کام نہیں، عام آدمی کے بس کی بات نہیں، اگر سازش آسانی سے سمجھ آجائے تو سازش تو نہ ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ سازشیں کس کس راستے سے آتی ہیں! سازشیں دین کے راستے سے آتی ہیں، سیاست کے راستے سے آتی ہیں، اصلاح کے نام سے آتی ہیں، انقلاب کے نام سے آتی ہیں، الفاظ اور نعرے بڑے پرکشش ہوتے ہیں، باتیں بظاہر بڑی منطقی ہوتی ہیں، مگر حقیقت میں فتنہ اور سازش ہوتی ہیں۔

انھی سازشوں میں سے ایک سازش جس کا ہم آج ذکر کرنے جا رہے ہیں، وہ ہے نظریۂ وحدتِ ادیان، یا ہمہ دینیت، وحدت ادیان کا مطلب ہے کہ تمام ادیانِ عالم یکساں اور برحق ہیں، سب لوگ ایک ہی خالق و مالک کے ماننے والے ہیں، صرف طریقے مختلف ہیں اور نام مختلف ہیں، کوئی گاڈ کہتا ہے، کوئی بھگوان کہتا ہے اور کوئی اللہ کہتا ہے، مگر حقیقت میں سب ایک ہی ہیں، اس لیے سب کا احترام کرنا چاہیے اور سب کو انسانی بھائی چارے کے ناطے مل جل کر رہنا چاہیے، کسی ایک مذہب کی پیروی پر اصرار، تشدد اور بے جا سختی نہیں کرنی چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ دین و مذہب کی پیروی انسان کا ذاتی معاملہ ہے، کوئی جس مذہب کو چاہے اختیار کرے، کسی کو اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

اغیار اگر یہ عقیدہ رکھیں اور یہ نظریہ پیش کریں تو وہ اپنے مفاد اور مقاصد کے لیے کچھ بھی کہہ سکتے ہیں، مگر کوئی مسلمان کہ جس نے قرآن پاک کا ایک بار ترجمہ پڑھ رکھا ہو وہ اس نظریئے کو تسلیم کر لے یقین نہیں آتا۔ اس عقیدے کے بطلان کی قرآن پاک میں بہت سی آیات ہیں۔

اب یہ مشہور آیت کس نے نہیں سنی ہوگی؟

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۵﴾ (آل عمران : ۸۵)

’’اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے، اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔‘‘

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح یہ مشہور آیت کریمہ:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ : ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔''

اور یہ آیت:

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲ ﴾ (التوبہ : ۳۲)

''یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، مگر اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا۔''

اور یہ آیت:

﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ ﴾ (الصف : ۹)

''اور وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے، خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''

اور اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں۔

تو یہ نظریہ کوئی نیا نہیں ہے، اس نظریے کو مشرکین عرب بھی اک حربے کے طور پر استعمال کر چکے ہیں۔ مشرکین مکہ نے اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ سختی، تشدد اور ظلم وستم کا راستہ اختیار کیا اور جب اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو پھر سودے بازی پر اتر آئے، مشرکین عرب بڑی سوچ و بچار کے بعد اسلام کو پھیلنے سے روکنے کے لیے اپنی طرف سے اک دور کی کوڑی لائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ ایک سال ہم آپ کے معبود اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کر لیتے ہیں اور ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، اس طرح جو بھی حق پر ہوا تو دوسرے کو بھی ایک حصہ حق کا مل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس وحدت ادیان کی تجویز کا جواب یوں آیا کہ

﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ۝١ لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝٢﴾ (الکافرون: ۱، ۲)

”کہہ دو کہ اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو۔“

﴿وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ ۝٣﴾ (الکافرون: ۳)

”اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔“

﴿وَلَآ أَنَا۠ عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ ۝٤﴾ (الکافرون: ٤)

”اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔“

﴿وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ ۝٥﴾ (الکافرون: ۵)

”اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔“

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِىَ دِينِ ۝٦﴾ (الکافرون: ٦)

”تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“

اس سے بڑھ کر نظریۂ وحدت ادیان کی نفی کیا ہوگی!

اسی طرح بہت سی احادیث بھی ہیں، ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) (مسلم ، کتاب الایمان: ۱۵۳)

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت کا کوئی بھی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی، میرے بارے میں سنتا ہے، پھر اس حال میں مرتا ہے کہ میرے اوپر اور میری لائی ہوئی تعلیم پر ایمان نہیں لاتا تو وہ جہنمی ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اصل بات یہ ہے کہ ہمہ دینیت اور نظریۂ وحدتِ ادیان کے پسِ پردہ ان کے مقاصد یہ ہیں کہ:

﴿ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ ﴾ (القلم : ۹)

”(اللہ فرماتے ہیں) اے پیغمبر! یہ تو چاہتے ہیں کہ آپ مداہنت کریں تو یہ بھی مداہنت کریں۔“

یعنی آپ تبلیغ اسلام میں کچھ ڈھیلے پڑیں تو آپ کی مخالفت میں یہ بھی کچھ نرمی اختیار کر لیں، یا یہ کہ آپ ان کی گمراہیوں کی رعایت کرتے ہوئے اپنے دین میں کچھ نرمی پیدا کریں تو یہ بھی آپ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کریں۔

اور مداہنت کا مطلب ہے، خوشامد کرنا، یا کسی کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے موقف میں تھوڑا ترمیم واضافہ اور نرمی پیدا کرنا۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً ﴾ (النساء : ۸۹)

”وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ تم اور وہ سب یکساں ہو جائیں۔“

مگر انہیں خوش کرنے کی کوششیں جہاں ایک طرف جائز ہی نہیں ہیں، وہاں دوسری طرف وہ بے فائدہ بھی ہے۔

جائز یوں نہیں ہے کہ انہیں خوش کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ ترمیم واضافہ کرنا پڑتا ہے۔

اور دین میں ترمیم واضافے کی کسی عام آدمی کو تو کیا اجازت ہوگی، خود رسول کریم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

﴿ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الحاقة : ۴۳)

”یہ قرآن اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔“

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ ﴾ (الحاقه : ٤٤)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر نبی ﷺ نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی۔''

﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝﴾

(الحاقة : ٤٥، ٤٦)

''تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور رگ گردن کاٹ ڈالتے۔''

﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝﴾ (الحاقه : ٤٧)

''پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔''

تو پہلے تو ترمیم و اضافے کا اختیار نہیں ہے اور اگر کر بھی لیا جاتا تو یہ لوگ پھر بھی خوش ہونے والے نہیں تھے۔

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ﴾

(البقره : ١٢٠)

''آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے، جب تک آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔''

اور اس سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ ان کی یہ سازشیں کسی صورت رکنے والی نہیں ہیں،

﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ﴾

(البقره : ٢١٧)

''اور وہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے، حتی کہ اگر ان کے لیے ممکن ہو تو وہ تمہیں اس دین سے پھیر لے جائیں۔''

تو وحدت ادیان کا نظریہ اک باطل نظریہ ہے اور اسلام کے خلاف سازش ہے اور ایک غیر فطری وحدت ہے اور وحدت ادیان کا مطلب اسلام کی نفی اور انکار ہے، اور مسلمانوں میں مداہنت پیدا کرنا ہے۔

اور ان کی یہ کوشش ایک حد تک کامیاب بھی ہو چکی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی ممالک میں ہولی، دیوالی، ویلنٹائن ڈے، بسنت، کرسمس ڈے جیسے تہوار منائے جاتے ہیں، اور یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یوں ہی اسلامی ملکوں میں رائج نہیں ہو گئے بلکہ اس کے پیچھے بڑی بڑی تنظیمیں ہیں، فری میسنری ہے، الومیناٹی ہے اور دوسری بہت طاقتور تنظیمیں ہیں، اس کے پیچھے کونسل آف فارن ریلیشنز جیسے خفیہ ادارے ہیں۔

جبکہ اسلام کی کوئی خفیہ تنظیم نہیں، اسلام جو کچھ مسجدوں میں ہے وہی باہر ہے جو گھر میں ہے وہی بازار میں ہے۔

یہ موضوع اختصار کے ساتھ عرض کیا ہے، ورنہ اس کی بہت سی تفصیلات بھی ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظریۂ وحدتِ ادیان اک نامعقول عقیدہ

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران : ۸۵)

گزشتہ خطبۂ جمعہ میں وحدت ادیان سے متعلق مختصر سی گفتگو ہوئی، میں نے اسی پر اکتفا کرنا چاہا، مگر بعض ساتھیوں کی طرف سے خواہش ظاہر کی گئی، کہ اس سے متعلق کچھ مزید معلومات دی جائیں۔

چنانچہ آج کا خطبہ بھی ان شاء اللہ نظریۂ وحدت ادیان کے حوالے سے ہی ہوگا۔

نظریۂ وحدت ادیان جیسا کہ گزشتہ گفتگو میں عرض کیا گیا کہ اک نامعقول، غیر فطری، غیر منطقی اور لادینیت پر مبنی نظریہ ہے، مسلمانوں کو اس سے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور ہر لحاظ سے بہت سے نقصانات ہیں۔

یہ جاننے کے لیے کہ یہ نظریہ نامعقول کس طرح ہے، غیر فطری کیونکر ہے، غیر منطقی اور لادینیت پر مبنی کیسے ہے اور اس کے کیا کیا نقصانات ہیں، یقیناً متعدد نشستیں درکار ہوں گی، لہٰذا ہم اس تفصیل میں تو نہیں جائیں گے، البتہ آج کی گفتگو میں چند مزید باتیں ضرور ہوں گی، ان شاء اللہ۔

جو لوگ اس نظریئے کے خالق ہیں، جنہوں نے یہ نظریہ متعارف کروایا ہے، جو لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں، اس کے پیچھے ان کے مفادات ہیں یا محض اک سازش ہی ہے جس کا مقصد اسلام کو پھیلنے سے روکنا اور مسلمانوں کو دین سے بے زار کرنا ہے؟

جو بھی ہو، مسلمانوں کو اس سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے یہ نظریہ اک نہایت ہی نامعقول نظریہ ہے اور وہ یوں کہ اگر ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخصیات کی زندگیوں پر نظر ڈالیں جن کی نسبت سے دنیا میں مذاہب وجود میں آئے، جو لوگوں میں رہبروں اور رہنماؤں کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، جن کے پیروکاروں کی دنیا میں اک کثیر تعداد پائی جاتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ ان میں سے صرف تین چار شخصیات کا نام یادداشت میں محفوظ رکھتی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ان کے حالات زندگی کے بارے میں بہت ہی کم معلومات ملتی ہیں۔

مثال کے طور پر بدھ ازم کی بات کریں تو اس کے بانی بدھا، کہ جس کے ماننے والے اس وقت دنیا میں تقریباً ساڑھے تین سوملین لوگ پائے جاتے ہیں جو کہ کل آبادی کا تقریباً چھ فیصد ہے اس کے بارے میں ہمیں تاریخ میں چند قصوں اور کہانیوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

اسی طرح زَرتُشت (زَرْدُشت)، ایران کا اک مشہور فلسفی تھا، جو دینِ آتش پرستی کا بانی ہے، جس کے ماننے والے زرتشتی یا پارسی کہلاتے ہیں، اس کے حالات زندگی کے بارے میں بھی تاریخ خاموش ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے اور ان میں سے سب سے زیادہ جن کا ذکر ملتا ہے، وہ ہیں موسیٰ علیہ السلام، مگر ان کی زندگی کے متعلق بھی تورات کے اوراق میں چند باتوں سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔

تورات میں ان کی زندگی سے متعلق صرف ان کی پیدائش، ان کی جوانی، ان کی ہجرت اور شادی، ان کی بعثت، ان کا جہاد اور ان کی وفات کا ذکر ملتا ہے اور بس، اس سے زیادہ کچھ نہیں، حالانکہ انہوں نے تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) سال عمر پائی، مگر ان کی زندگی کے اکثر گوشے تشنۂ تفصیل ہیں۔

اور پھر آخر میں اسلام سے سب سے قریب دور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ جن کے پیروکار اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ ہیں، مگر حیران کن بات یہ ہے کہ ان کے حالات زندگی سب سے زیادہ مخفی اور غیر واضح ہیں، تینتیس سالہ زندگی کے ایام انہوں نے کیسے گزارے! انجیل خاموش ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عوام کو رہنمائی کے لیے اپنے لیڈر اور رہنما اور ہادی و مرشد کی زندگی سے کیا درکار ہوتا ہے؟ اس کے اخلاق، اس کی عادات، اس کا رہن سہن اور اس کی ہدایات اور یہ چیزیں ہمیں صرف اور صرف رسول کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ملتی ہیں اور بدرجہ اتم ملتی ہیں۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے انسانیت کو زندگی کے ایک ایک گوشے اور ایک ایک شعبے میں رہنمائی ملتی ہے۔

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ایک کھلی کتاب ہے، آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی ایک پہلو بھی پوشیدہ نہیں، حتی کہ گھریلو زندگی بھی پوشیدہ نہیں، آپ ﷺ کی خلوت اور جلوت کے تمام حالات دنیا کے سامنے ہیں۔

اور آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عملی نمونے سے دنیا کو مکمل رہنمائی دی اور ہر میدان اور ہر شعبے میں دی، عقائد میں، عبادات میں، معاملات میں، کاروبار میں، شادی بیاہ میں اور لین دین میں اصول بتلائے اور طریقے سکھلائے۔

اسی طرح کھانے پینے کے، اٹھنے بیٹھنے کے، رہنے سہنے کے، سونے جاگنے کے، سفر کے، حضر کے، معاش کے، معاشرت کے، پڑوسیوں کے، دوستی اور دشمنی کے، گفتگو کے، خاموشی کے، مسکرانے کے، حکومت کرنے کے، فیصلہ سازی کے، پیدائش کے، وفات سے پہلے کے اور وفات کے بعد کے اور وراثت کے آداب بتلائے، ایک ایک شعبے میں رہنمائی فرمائی اور تفصیل کے ساتھ فرمائی۔

اب آپ خود ہی بتلائیں کہ اس نظریۂ وحدت ادیان میں کون سی معقولیت ہے کہ ان نظریات کو جو ناقص، ادھورے، مبہم، منسوخ اور محرف ہیں، انہیں اس کامل اور مکمل دین اور نظام کے مساوی قرار دے کر حق اور باطل کو، اندھیرے اور اجالے کو، ہدایت اور گمراہی کو یکجا کر دیا جائے۔

یہ سراسر دھوکہ ہے، یہ ظلم اور زیادتی ہے، اپنے ساتھ بھی اور لوگوں کے ساتھ بھی، یہ دین میں تحریف ہے، دین کے چہرے کو مسخ کرنا ہے، اس میں بھلا کون سی معقولیت ہے کہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوموں کو جو مشرک اور لادین ہیں، جو مغضوب علیھم اور الضالین ہیں، انہیں مسلمانوں کے برابر تصور کر لیں،

﴿ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ ﴾

(القلم : ۳۵، ۳۶)

''کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں جیسا کر دیں گے! تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، تم کیسے حکم لگاتے ہو؟''

اور یہ فرق و تمیز صرف آخرت میں ہی نہیں، بلکہ اس دنیا میں بھی اک مسلمان عزت و تکریم میں دوسروں سے زیادہ حق دار ہے۔

حدیث میں ہے، حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں،

((أَنَّهُ جَاءَ يَوْمَ الْفَتْحِ مَعَ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ حَوْلَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ))

''کہ وہ یعنی عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ ابوسفیان کے ساتھ، فتح مکہ کے روز آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کے اردگرد مہاجرین و انصار صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔

((فَقَالُوا هٰذَا أَبُو سُفْيَانَ وَعَائِذُ بْنُ عُمْرٍو))

''لوگوں نے انہیں دیکھ کر کہا: یہ ابوسفیان اور عائذ بن عمرو آئے ہیں۔''

ابوسفیان رضی اللہ عنہ ابھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر چونکہ وہ قریش کے سردار تھے اور آپ ﷺ ان کی ہدایت کے بڑے خواہشمند تھے۔ لوگوں نے اس اہمیت کے پیش نظر ابوسفیان کا پہلے ذکر کیا اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا جو کہ مسلمان تھے بعد میں نام لیا۔

((فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: هَذَا عَائِذُ بْنُ عَمْرٍو وَ أَبُو سُفْيَانَ))

''تو آپ ﷺ نے تصحیح کرتے ہوئے فرمایا: یہ عائذ بن عمرو اور ابوسفیان ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((اَلْإِسْلَامُ أَعَزُّ مِنْ ذَلِكَ ، اَلْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى)) (إرواء الغليل : ١٠٦/ ٥)

''اور فرمایا، اسلام اس سے زیادہ معزز ہے، بلندی اسلام کو ہے، اسلام پر نہیں ہے۔''

یعنی عزت اور مقام و مرتبہ اسلام کی نسبت سے ہے،یعنی عزت وتکریم چاہے کسی کا نام ذکر کرنے کے لحاظ سے ہی ہو،اسلام کی نسبت سے ہی ہوگی۔

تو بات ہو رہی تھی کہ ہمہ دینیت کا نظریہ معقولیت سے عاری ہے اور منطقیت سے خالی ہے۔

اب اس میں کون سی معقولیت ہے کہ ایسے لوگوں کو جو دین میں تحریف کرتے ہیں، جو دین میں غلو کرتے ہیں، جنہوں نے احبار و رہبان کو الٰہ بنا رکھا ہے، جنہوں نے دین میں رہبانیت ایجاد کر رکھی ہے، جو انبیاء علیہ السلام کو قتل کرتے رہے ہیں، جو اہل ایمان سے حسد کرتے ہوئے انہیں دین سے پھیر دینا چاہتے ہیں، جو دین کا مذاق اڑاتے ہیں، جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کی گئی ہے اور جو مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت اور بغض رکھتے ہیں، ان کے ساتھ قربت پیدا کی جائے اور انہیں مسلمانوں جیسا سمجھ لیا جائے!

اور پھر جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے منع بھی فرما رکھا ہو، جیسا کہ فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ﴾ (الممتحنه : ١٣)

''اے ایمان والو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے۔''

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾ (المائده : ٥١)

''اور تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا، وہ انہی میں سے ہوگا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے تمام ادیان باطلہ والوں سے دوستی کرنے، ان کی مشابہت اور مماثلت اختیار کرنے اور ان کے ساتھ قربتیں بڑھانے سے جو منع فرمایا ہے تو کسی بغض اور تعصب محض کی بناء پر نہیں بلکہ اس لیے کہ اس کے مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور نفسیاتی نقصانات ہیں، مثلاً نفسیاتی اور اخلاقی اعتبار سے یوں نقصان ہوتا ہے کہ:

کسی کی قربت سے بسا اوقات آدمی کے خیالات اور عقائد ونظریات میں قدرے نرمی، لچک اور مداہنت پیدا ہو جاتی ہے، آدمی اپنے موقف میں ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور ان کے رہن سہن کے انداز اور طور طریقے اپنانے لگ جاتا ہے، اسی طرح اور بہت سے نقصانات ہوتے ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں نہایت سخت موقف اختیار فرماتے، مثلاً: کسی غیر مسلم کو بغیر کسی شدید مجبوری کے کسی اہم عہدے پر رکھنے سے منع فرماتے، کیونکہ وہ اسے عزت وتکریم دینا شمار کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((قُلْتُ لِعُمَرَ رضی اللہ عنہ إِنَّ لِي كَاتِبًا نَصْرَانِيًّا))

''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ایک عیسائی محرر اور منشی رکھا ہوا ہے۔''

((قَالَ: مَالَكَ! قَاتَلَكَ اللّٰهُ))

''تو فرمایا: تعجب ہے، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

((أَمَا سَمِعْتَ اللّٰهَ يَقُولُ:))

''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا؟''

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ﴾ (المائدہ : ۵۱)

''کیا تم نے سنا نہیں؟ اللہ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

((أَلَا اتَّخَذْتَ حَنِيفًا؟))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کوئی مسلمان کیوں نہیں رکھا؟''

((قَالَ: قُلْتُ: يَاأَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لِي كِتَابَتُهُ وَلَهُ دِيْنُهُ))

''حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا اس کے کام سے مطلب ہے، وہ جانے اور اس کا دین جانے۔''

((قَالَ: لَا أُكْرِمُهُمْ إِذْ أَهَانَهُمُ اللّٰهُ، وَلَا أُعِزُّهُمْ إِذْ أَذَلَّهُمُ اللّٰهُ وَلَا أُدْنِيهِمْ إِذَ أَقْصَاهُمُ اللّٰهُ))(اقتضاء الصراط المستقيم : ١٨٤/ ١)

''فرمایا: میں ان کی تکریم نہیں کروں گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا ہو، میں انہیں عزت نہیں دوں گا جب کہ اللہ نے انہیں ذلیل کر رکھا ہو، اور میں انہیں قریب نہیں کروں گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے دور کر رکھا ہو۔''

آپ اس واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس قدر سخت احتیاط کرتے تھے کہ کفار کے ساتھ قربتیں نہ ہوں، کیونکہ انہیں عزت دینا، ان کے ساتھ قربتیں بڑھانا، اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے فیصلوں کے خلاف چلنا ہے اور اس کے علاوہ اس کے دیگر نقصانات بھی ہیں۔

امت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ زیرک اور دور اندیش کون ہو سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، مگر اپنی حیثیت، اپنی پہچان اور اپنا تشخص منفرد رکھنا اور کفار کی مشابہت سے باز رہنا صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے تو قرآن و حدیث اس پر دو ٹوک الفاظ میں اپنا حکم جاری کرتے ہیں اور کفار کی مشابہت سے باز نہ رہنے والوں کو شدید وعید سناتے ہیں اور پھر یہ موقف ایک اجماعی مسئلہ ہے، اس پر صحابۂ کرام اور دیگر سلف صالحین رحمہم اللہ کا اجماع ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ذمیوں پر جو شرطیں عائد کی جاتی تھیں کہ جن کا وہ عہد کرتے تھے، ان میں سے یہ بھی تھیں، کہ:

((أَنْ نُوَقِّرَ الْمُسْلِمِيْنَ))

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''ہم مسلمانوں کی توقیر اور تکریم کریں گے، انہیں عزت دیں گے۔''

((وَأَنْ نَقُومَ لَهُمْ مِنْ مَجَالِسِنَا إِنْ أَرَادُوا الْجُلُوسَ))

''اور ہم اپنی مجلسوں سے ان کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں گے، اگر وہ بیٹھنا چاہیں گے تو۔''

((وَلَا نَتَشَبَّهَ بِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْ مَلَابِسِهِمْ))

''اور ہم ان کے لباس میں سے کسی چیز کی ان کے ساتھ مشابہت نہیں کریں گے۔''

((فِي قَلَنْسُوَةٍ، وَلَا عِمَامَةٍ، وَلَا نَعْلَيْنِ، وَلَا فَرْقِ شَعْرٍ))

''نہ ٹوپی میں، عمامۃ میں، جوتے میں، حتی کہ بالوں میں مانگ نکالنے میں بھی۔''

یعنی وہ ان چیزوں میں مسلمانوں کی مشابہت نہیں کریں گے بلکہ اپنی الگ پہچان رکھیں گے۔

((وَلَا نَكْتَنِي بِكُنَاهُمْ))

''ان جیسی کنیت نہیں رکھیں گے۔''

((وَلَا نَنْقُشَ خَوَاتِيمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ))

''اور ہم اپنی مہروں کو عربی الفاظ میں کُندہ نہیں کروائیں گے (کھدوائیں گے نہیں)۔''

((وَلَا نَبِيعَ الْخُمُورَ)) (تفسیر ابن کثیر ، سورة التوبة ، آیت: ۲۹-۲۸)

''اور ہم شراب نہیں بیچیں گے۔''

اب اندازہ کریں، آج امت مسلمہ کی پستی کا کیا عالم ہے، ایک دور تھا جب کافروں سے، ذمیوں سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ شراب نہیں بیچیں گے۔ آج خود مسلمان وہ کام کر رہے ہیں۔ پھر ذلیل و رسوا نہیں ہوں گے تو کیا ہوگا۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

افسوس کہ آج مجموعی طور پر امت مسلمہ کی یہی روش اور طور طریقہ ہے، اور یہی سب سے بڑا سبب ہے اُمت مسلمہ کے زوال وانحطاط کا کہ قرآنِ پاک کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

اندلس کی تاریخ کے حوالے سے ایک بات یہ بھی منقول ہے کہ ایک انگریز بادشاہ نے اسلامی ملک پر حملے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کے ایک وزیر نے اسے مشورہ دیا کہ بہتر ہوگا کہ پہلے آپ وہاں کوئی جاسوس بھیج کر وہاں کے حالات معلوم کر لیں، وہاں نوجوان نسل کا رجحان اور مزاج کیا ہے۔ ان کی خواہشات کیا ہیں، پھر اس کے بعد اس رپورٹ کے مطابق آپ حملہ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کریں۔

بادشاہ کو یہ تجویز پسند آئی، اس نے جاسوس بھیجا، اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان درخت کے سائے میں بیٹھا رو رہا ہے، سبب پوچھا، اس نے بتایا کہ میں ایک ہی تیر کے ساتھ شکار کرنے میں ناکام رہا ہوں۔

اس نے کہا: یہ کون سی بڑی بات ہے، دوبارہ کوشش کرو، اس نوجوان نے کہا، اصل غم اس بات کا نہیں ہے کہ میں ایک ہی تیر کے ساتھ جانور کا شکار کیوں نہیں کر سکا، بلکہ اصل غم یہ ہے کہ کل کو کیا ہوگا اگر مجھے ایک ہی تیر سے اپنے اور اللہ کے دشمن کو شکار کرنا پڑ جائے تو!

اس جاسوس نے واپس آ کر رپورٹ پیش کی تو بادشاہ نے جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا کہ جس نوجوان نسل کے ایسے ارادے ہوں، ان سے جنگ لڑنا آسان نہیں ہوتا۔

پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ حالات جاننے کے لیے آدمی بھیجا، اس نے دیکھا کہ نہر کے کنارے ایک نوجوان بیٹھا رو رہا ہے، پوچھا کیا ہوا؟ رونے کا سبب کیا ہے؟ کہا اس لیے رو رہا ہوں کہ یہاں میری محبوبہ کی انگوٹھی کھوگئی ہے، یہ سن کر بادشاہ نے حملے کا حکم دے دیا۔

آج یوں تو مجموعی طور پر امت مسلمہ کچھ ایسی ہی پستی کا شکار ہے، مگر خصوصی طور پر اگر پاکستان کی نوجوان نسل کے رجحانات کا جائزہ لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ قوم کس طرف جا رہی ہے۔

آج میری یہ باتیں شاید آپ کو عجیب معلوم ہوتی ہوں، مگر میں اپنے مشاہدے کی بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوں کہ ہمیں بھی بچپن میں کچھ باتیں ایسے ہی عجیب معلوم ہوتی تھیں، جن کی حقیقت بہت بعد میں منکشف ہوئی۔

غالباً ساٹھ کی دہائی کی بات ہے، ایک مولانا اپنی تقریر میں ترقی کے عنوان سے ایک نظم پڑھا کرتے تھے، نظم پنجابی میں تھی، اس کا ایک ادھورا سا شعر اب بھی یاد ہے، وہ اس نظم میں ترکی برقع پر تنقید کرتے تھے۔

آج کل عورتیں کالے رنگ کا جو برقع پہنتی ہیں، اسے ترکی برقع کہا جاتا تھا، اس وقت اس کا نیا نیا رواج ہوا تھا، اس سے پہلے ٹوپی والا برقع ہوا کرتا تھا، جو آج بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے۔

تو اس پوری نظم میں سے جو ایک شعر یاد رہ گیا وہ یہ ہے کہ:

مینوں کہندے نیں چپ کر بولیں نہ ایہہ قوم ترقی تے جا رہی اے
اج برقعہ پایا ترکی اے جیویں ہاتھی سنڈ ہلا رہی اے
مینوں کہندے نیں چپ کر بولیں نہ ایہہ قوم ترقی تے جا رہی اے

ہمیں یہ بات عجیب معلوم ہوتی تھی کہ برقع تو برقع ہی ہے، ٹوپی والا ہو یا ترکی ہو، پھر یہ تنقید کیوں؟

مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کرام بہت بڑے نباض ہوتے ہیں، قوم کی نبض پر ان کا ہاتھ ہوتا ہے، قوم میں آنے والی تبدیلی کو قرائن اور دلائل کی روشنی میں اک عرصہ پہلے بھانپ لیتے ہیں۔ انہیں اندازہ تھا کہ جب دیندار خواتین ترقی کی راہ پر چل پڑی ہیں، برقع میں جدت اختیار کر لی گئی ہے، یعنی اگرچہ اس برقعے میں بے پردگی نہیں مگر وہ پہلے والا پردہ بھی نہیں رہا، تو جو عورتیں پہلے سے ترقی یافتہ ہیں، سر پر صرف دوپٹہ لیتی ہیں، انہیں بھی تو ترقی کرنا ہے، وہ ایک قدم اور آگے جائیں گی۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عورتیں جو سر پر دوپٹہ بلکہ چادر اوڑھا کرتی ہیں، اب وہ دوپٹہ گلے میں ڈال کر گھومتی ہیں۔ تو دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ قوم مجموعی طور پر کس طرف جا رہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو بات ہو رہی تھی کہ ہر قوم اپنی اک پہچان رکھتی ہے جب وہ دوسری قوموں کے ساتھ گھل مل جاتی ہے تو آہستہ آہستہ اپنی پہچان کھو دیتی ہے۔ پھر اس کا عقیدہ وہ عقیدہ نہیں رہتا، اس کی عبادات محض عادات بن کر رہ جاتی ہیں۔ اس کے اخلاق بدل جاتے ہیں، اس کا طرز بودوباش بدل جاتا ہے، اس کی غیرت کا معیار بدل جاتا ہے۔

اس لیے اسلام اپنے ماننے والوں کو بہت سختی سے غیر اقوام کی مشابہت سے منع کرتا ہے، مگر یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کہیں ان باتوں سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام مذہبی رواداری کا قائل نہیں ہے، اسلام مذہبی رواداری کا سب سے بڑا (Promoter) پرموٹر اور داعی ہے، اسلام مذہبی رواداری، انسانی ہمدردی، خیر خواہی اور عدل وانصاف کا بہت بڑا پرچارک ہے، اس کی دسیوں، بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مثالیں ہیں اور اپنے تو اپنے رہے، اغیار بھی اس کے قائل ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے شام فتح کیا، جزیہ لیا، مگر جب ہرقل نے فوج کشی کی تو جزیہ واپس کر دیا یہ کہہ کر کہ معلوم نہیں ہم آپ کی حفاظت کر سکیں کہ نہ کر سکیں، اگر ہم اللہ کے فضل سے غالب آ گئے تو پھر جزیہ لیں گے۔

تاریخ میں کہیں ایسا سنا ہے، عدل و انصاف اور ایمانداری کی ایسی مثالیں کہیں اور ملتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے، اس کی محبت دل میں پید کرے، اور اس پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا کی حقیقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا کی بے ثباتی

﴿ يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴾ (الانفطار : ٦)

اسلام ایک ایسا نظام زندگی ہے، ضابطۂ حیات اور دین فطرت ہے جو انسان کو دنیا میں جینے کا سلیقہ سکھاتا ہے، آخرت کی تیاری کراتا ہے،لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہےاور زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے۔

اسلام وہ واحد دین اور نظام ہے جو صحیح سلامت اپنی اصلی حالت میں آج بھی محفوظ ہے، بالکل اسی طرح کہ جس طرح نازل ہوا تھا۔اس میں قطعاً کوئی ردو بدل اورتحریف وتغیر نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے خوداس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔

اسلام سے پہلی شریعتوں کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے ماننے والے علماء وفقہاء پر ہوتی تھی، جیسا کہ تورات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ ﴾ (المائدہ : ٤٤)

’’اور ربانی اور احبار کہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا‘‘

مگر وہ لوگ ان میں تغیر وتبدل کرتے رہے،من مانیاں کرتے رہے۔

مگر اب اسلام اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کے ساتھ محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے ایسے رجال پیدا فرمائے کہ جنہوں نے اس کی حفاظت کے لیے اپنی جان، مال،عزت اور دنیا کی سہولتیں اور آسائشیں قربان کر دیں مگراس میں کسی ایک لفظ کا ردوبدل تو درکنار،کسی ایک حرف اور زیر زبر کا تغیر بھی نہ ہونے دیا۔

اسلام انسان کی اک فطری،لازمی اور حتمی ضرورت ہے، اس کے بغیرانسان اپنی منزل پاسکتا ہے اور نہ دنیاو آخرت کی کامیابی حاصل کرسکتا ہے، بلکہ اس کے بغیر انسان اور جانور کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں فرق بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس دنیا میں انسان کو کس طرح جینا ہے اور دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کس طرح کرنی ہے اور خود انسان کی حقیقت کیا ہے، آج کی گفتگو میں کچھ ایسے ہی سوالوں کا جواب جاننے کی کوشش کریں گے، ان شاء اللہ۔

یہ موضوع حقیقت میں بہت مشکل موضوع ہے بایں معنی کہ اسے سمجھنا بہت مشکل ہے، اور سمجھنا مشکل اس لیے نہیں کہ اس کے سمجھنے کے لیے کوئی منطق و فلسفے کی ضرورت ہے، بلکہ اس لیے مشکل ہے کہ اس کی سمجھ کی راہ میں دنیا کی کشش حائل ہے۔

اور وہ کشش ایسی نہیں کہ صرف کچھ ناسمجھ لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے، بلکہ وہ کشش ایسی کشش ہے کہ اس کی طرف ہر کوئی کھچا چلا جاتا ہے، بڑا، چھوٹا، مرد، عورت، پڑھا لکھا، ان پڑھ، دانشور، عامی، سب کے سب اس کی کشش سے مسحور ہوئے جاتے ہیں، اس کی کشش سے بہت ہی کم لوگ بچ پاتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و انعام ہوتا ہے، وہ دور اندیش اور حقیقت شناس ہوتے ہیں، دنیا کی حقیقت کو سمجھ گئے ہوتے ہیں کہ یہ عارضی، فانی اور ادھوری ہے۔

تو یہ موضوع بہت مشکل ہے، اور اس لیے بھی مشکل ہے کہ جب دنیا کی بے ثباتی اور بے حیثیتی کے حوالے سے بات ہوتی ہے تو ہر شخص یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو سمجھتا ہے، حالانکہ وہ پوری طرح دنیا کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اور وہ اپنے چال چلن اور طرز عمل میں کہیں بھی کوئی خلل اور نقص محسوس نہیں کرتا، بلکہ اس نے اپنے ہر عمل کے لیے عذر تراش رکھے ہوتے ہیں، زندگی گزارنے کا اپنا اک معیار بنا رکھا ہوتا ہے اور کچھ اپنے ہی اصول وضع کر رکھے ہوتے ہیں۔

کوئی شخص عقل و دانش، دلائل و براہین اور تجربات و مشاہدات کی روشنی میں دنیا کی حقیقت کو نہیں سمجھنا چاہتا، صرف جذبات کی رو میں بہہ کر، امیدوں اور امنگوں کے دریچوں سے دنیا کو دیکھتا ہے تو زندگی اسے بڑی خوشنما اور پرکشش نظر آتی ہے، چنانچہ وہ ایسی زندگی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس میں صرف کر دیتا ہے اور تمام تر جدوجہد اور کوشش اس کے حصول کے لیے وقف کر دیتا ہے۔

زندگی کے فانی، عارضی، ادھورا، بے حیثیت اور متاع قلیل ہونے کے قرآن و حدیث میں بہت زیادہ دلائل ہیں، ان میں سے بہت سے آپ نے سن اور پڑھ رکھے ہوں گے۔

اسی طرح مشاہدات کے حوالے سے بھی ہم میں سے ہر شخص نے اپنی زندگی میں بے شمار لوگوں کو طبعی موت مرتے اور قتل ہوتے دیکھا اور سنا ہوگا اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ مرنے والا یا قتل ہونے والا اپنی ساری زندگی کی کمائی یہیں چھوڑ جاتا ہے اور پھر عقل ودانش کے لحاظ سے بھی ہم میں سے ہر شخص یہ سمجھتا اور تسلیم کرتا ہے کہ دنیا اک وقتی منفعت کا سامان ہے۔

مگر تعجب ہے کہ یہ سب کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود آدمی نہ صرف یہ کہ وہ دنیا کے ساتھ گھل مل چکا ہے بلکہ اس میں خوب مگن ہو چکا ہے اور پھر تعجب در تعجب کہ کوئی شخص یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہے کہ وہ دنیا میں کھو گیا ہے اور اس کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے تو جب جہاں لوگوں کی یہ حالت ہو، وہاں آپ کو اس بات کا اندازہ کرنا مشکل نہ ہوگا کہ لوگوں کو دنیا کی دلدل سے نکالنا کتنا مشکل ہوسکتا ہے۔ ویسے بھی یہ کسی انسان کے بس کی تو بات ہی نہیں، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہوتا ہے اگر کسی کو بات سمجھ میں آجائے تو۔

تو آیئے ہم دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

یہ بات مسلّم ہے کہ زندہ رہنے کے لیے متاع دنیا کے ساتھ اک حد تک تعلق اور واسطہ رکھنا ہی پڑتا ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، مگر اس ضرورت کے بہانے دنیا کی بھول بھلیوں میں گم ہوجانا اور اس کی رعنائیوں میں کھو جانا یقیناً ناقابل قبول ہے، کیونکہ وہ سراسر تباہی و بربادی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ انسان دنیا کے بارے میں یہ جاننے کے باوجود کہ یہ فانی، عارضی اور ادھوری ہے، آخر کیوں کھچا چلا جاتا ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟

دنیا کی طرف کھچے چلے جانے کا کوئی ایک نہیں بلکہ متعدد اسباب ہیں، جن میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک تو یہ ہے کہ انسان فطری طور پر جلد حاصل ہونے والی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے، بنسبت دیر سے حاصل ہونے والی چیز کے، چاہے وہ کم تر، عارضی، اور ناپائیدار ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝ ﴾ (القیامۃ : ۲۰، ۲۱)

''اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلد حاصل ہونے والی چیز سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝ ﴾

(الدھر : ۲۷)

''یہ لوگ تو جلدی حاصل ہونے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہیں اور آگے آنے والے بھاری دن کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔''

تو دنیا کی طرف کھچے چلے جانے اور اس میں کھو جانے کا دوسرا بڑا سبب عقیدۂ آخرت کی کمزوری ہے، یعنی دنیا کی دلدل میں پھنسنے کا دوسرا بڑا سبب آخرت سے بے فکری، بے رغبتی اور بے نیازی ہے۔

دنیا میں کھو جانے والے عموماً اپنے اس طرزِ عمل کو عقلی دلائل کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث بھی دنیا کے چاہنے والوں کو دنیا کی حقیقت سمجھنے کے لیے عقل وخرد استعمال کرنے کی ہی دعوت دیتا ہے۔

مثلاً: اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ ﴾ (الانعام : ۳۲)

''دنیا کی زندگی تو بس ایک کھیل اور تماشا ہے، حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، پھر کیا تم لوگ عقل سے کام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ لو گے؟''

اور فرمایا:

﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (القصص : ٦٠)

''تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی تر ہے، کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟''

اگر قرآن پاک کے ان الفاظ پر غور کریں تو دنیا کی حقیقت ان دونوں لفظوں میں بیان کردی گئی ہے، کہ دنیا لعب اور لہو ہے۔

لعب، کھیل کود کو کہتے ہیں اور لہو ہر اس چیز اور ہر اس بات کو جو محض دل کے بہلانے کے لیے ہو،تو دنیا بس انہی دو چیزوں کا نام ہے، انسان کی زندگی کا ابتدائی حصہ یعنی لڑکپن، لعب اور کھیل کود میں گزرتا ہے اور دوسرا حصہ جو کہ انسان کی زندگی کا سب سے اہم حصہ ہوتا ہے یعنی جوانی ،لہو میں گزرتا ہے، دل کے بہلانے کے ساماں کی تگ و دو میں گزرتا ہے۔

بعض دوسری آیات میں اس ''لھـــــو'' کی ، دل کے بہلانے کے ساماں کی کچھ مزید وضاحت کی گئی ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ﴾ (الحدید : ٢٠)

''خوب جان لو! کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور سامان زیب و آرائش، اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔''

تو زندگی کی حقیقت ان چیزوں کے سوا کچھ نہیں ہے،اور ان چیزوں کی حقیقت کیا ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آگے وہ ایک مثال کے ذریعے بیان فرما دی، فرمایا:

﴿ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ ﴾ (الحدید : ۲۰)

''اس کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک بارش ہوئی،تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے، پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے، اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو چکی پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔''

اس مثال میں دنیا کی زندگی کو ایک کھیتی سے تشبیہ دے کر یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ دنیا کی زندگی درحقیقت اک عارضی زندگی ہے، یہاں کی تمام خوشیاں عارضی ہیں، دل بہلانے کے تمام ساماں عارضی ہیں، یہ دنیا اور اس کی ہر چیز اور ہر خوشی عارضی ہے، ادھوری ہے، فانی ہے، حقیر ہے اور اک بہت ہی چھوٹی چیز ہے، انسان اپنی نادانی، کوتاہ نظری اور کم ظرفی کی وجہ سے اسے بڑی چیز سمجھ کر اس کے حصول کے لیے اپنی ساری قوتیں اور صلاحیتیں کھپا دیتا ہے، مگر اس کی ساری کوششیں بالآخر بھس بن کر رہ جاتی ہیں۔

اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی ہے۔

یعنی اس دنیا میں رہ کر جس نہج پر کام کرنے کی ضرورت ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔اور اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی حاصل نہ ہوئی تو پھر دوسری طرف عذاب شدید ہے۔ اعاذنا اللّٰه منه۔

یعنی یہ نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل نہ ہوئی تو برابر میں چھوٹ جائیں گے، بلکہ ان دونوں حالتوں میں سے کسی ایک سے ضرور ہم آغوش ہونا ہے، وہاں تیسرا کوئی آپشن نہیں ہے۔

﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ ﴾ (الشوریٰ : ۷)

''ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق جہنم میں ہوگا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی وہاں صرف دو ہی گروہ ہوں گے اور دو ہی ٹھکانے ہوں گے۔

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

''اور یہ دنیا کی زندگی تو محض اک سامانِ فریب کاری ہے۔''

اور اس کے بعد فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ (الحدید : ۲۱)

''ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف کہ جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے۔''

قرآن وحدیث میں دنیا کی بے ثباتی، حقارت اور فریب کاری کو واضح کرنے کے لیے کئی ایک مثالیں بیان کی گئی ہیں اور دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے لوگوں کو عقل وخرد کام میں لانے اور غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

دنیا کے معاملے میں ہم میں سے کتنے ہیں جنہیں عقلمندی اور فہم وفراست کا دعویٰ ہے، تقریباً ہر شخص اپنے آپ کو بڑا عقلمند، سمجھدار اور ہوشیار سمجھتا ہے،لیکن کیا کبھی کسی نے اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ ان مثالوں پر غور وفکر کرنے کی زحمت گوارا کی؟ اور اگر کی تو اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا؟ اور کیا بات سمجھ میں آئی؟

یہ کیسی عقلمندی ہے کہ قرآن وحدیث کا کوئی حکم سمجھ میں نہیں آتا،کوئی مثال سمجھ میں نہیں آتی،اپنے مشاہدات سے کچھ نہیں سیکھتے، اس دھوکے کا شکار ہونے والوں کا انجام زندگی میں کئی بار دیکھ چکے ہیں کہ جنہیں دولت سمیٹنے سے اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ نماز باجماعت کی پابندی ہی کر لیتے، وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اس حال میں کہ ان کے پاس کیش تھا نہ کریڈٹ کارڈ تھا اور دوست واحباب اور اعزہ واقارب اکیلا چھوڑ کر چلے گئے،وہ بیوی بچے کہ جن کی خوشی کے لیے نمازیں چھوڑیں، کریڈٹ کارڈ فراڈ کیے، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ قبول کیا، یعنی سودی کاروبار کیا،شرابیں بیچیں، لاٹو بیچی، وہ سب ایک گڑھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں دفنا کر چلتے بنے اوراس کی ساری زندگی کی کمائی آپس میں بانٹنے لگے۔

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

''یہ دنیا سراسر دھوکہ ہے، اک سراب ہے۔''

کوئی عقلمند انسان کبھی غور نہیں کرتا کہ اس دنیا میں اس کی پچاس ساٹھ سالہ محنت کا ثمرہ اسے کیا ملتا ہے؟

حقیقت تو یہی نظر آتی ہے کہ انسان غور نہیں کرتا اور جان بوجھ کر غور نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ اس نے خوابوں کے جو محل تعمیر کر رکھے ہوتے ہیں وہ چکنا چور ہوتے نظر آتے ہیں، وہ رونقیں جو اس نے آنکھوں میں بسا رکھی ہوتی ہیں، بے نور ہوتی نظر آتی ہیں۔ وہ لذتیں جو اس نے دل میں سجا رکھی ہوتی ہیں، بے لذت ہوتی ہوئی نظر آنے لگتی ہیں۔

عبدالعزیز بن مروان رحمہ اللہ والئ مصر، جب ان کا وقت وفات قریب آیا تو کہنے لگے:

"إِئْتُونِي بِكَفَنِي الَّذِيْ تُكَفِّنُوْنِي فِيْهِ"

''میرا وہ کفن لے کے آؤ کہ جو تم مجھے پہناؤ گے۔''

"فَلَمَّا وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَّاهُمْ ظَهْرَهُ"

''جب وہ ان کے سامنے رکھا گیا تو انھوں نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیر لی۔''

"فَسَمِعُوْهُ وَهُوَ يَقُوْلُ"

''تو لوگوں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا۔''

"أُفٍ لَكَ ، أُفٍ لَكَ"

''افسوس ہے تجھ پر، افسوس ہے تجھ پر۔''

"مَا أَقْصَرَ طَوِيْلَكِ وَمَا أَقَلَّ كَثِيْرَكِ" (المحتضرين لابن ابی الدنيا ، ص: ۹۷ ، تاريخ دمشق ، ج: ۳٦ ، ص : ۳۵۸)

''تیری طوالت کتنی قصیر ہے اور تیری کثرت کتنی قلیل ہے۔''

یعنی پوری زندگی کی کمائی میں سے صرف ایک کفن نصیب میں آیا ہے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ یہ بات قابل غور وفکر ہے مگر افسوس کہ یہ فکر اور سوچ اکثر لوگوں کو اس وقت تک نہیں آتی جب تک وہ شہر خموشاں کے اُن مناظر کا نظارہ نہیں کر لیتے جو کہ دنیوی زندگی کے خول میں محبوس ومقید ہوتے ہوئے نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس سے آزاد ہو کر کیا جا سکتا ہے، جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے کہ ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (التکاثر:۲) یہاں تک کہ تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو۔ اور پھر دنیا کی حقیقت اس پر یوں عیاں ہو جاتی ہے کہ جسے قرآنِ پاک نے اس انداز میں بیان فرمایا ہے کہ: ﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ (قٓ : ۲۲) ''اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔''

یعنی یہ وہی حقیقت ہے جو زندگی میں تجھے سمجھ نہیں آتی تھی اور تو اس سے کنی کتراتا تھا آج تجھے ہر بات خوب سمجھ آنے لگی ہے۔ بات کتنی سادہ ہے مگر دنیا کی کشش آنکھوں میں اس طرح سمائی ہوئی ہے اور دل میں اس طرح گھر کیے ہوئے ہے کہ سمجھ ہی نہیں آنے دیتی، حالانکہ ساری کی ساری دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اک خواب سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَوْ أَنَّ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا أُوتِيَهَا رَجُلٌ وَاحِدٌ ثُمَّ جَاءَهُ الْمَوْتُ))

''اگر اول سے آخر تک ساری کی ساری دنیا کسی ایک شخص کو دے دی جائے اور پھر اُسے موت آ جائے۔''

((لَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ رَأَى فِي مَنَامِهِ مَا يَسُرُّهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَإِذَا لَيْسَ فِي يَدِهِ شَيْءٌ)) (مدارج السالکین لابن القیم ، ج:۳، ص: ۲۴۸)

''تو وہ ایک ایسے شخص کے ہم درجہ ہوگا جس نے خواب میں بہت خوش کن مناظر دیکھے ہوں، پھر جب آنکھ کھلی تو ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا کے دھوکے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت

﴿ يَآيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ ﴾ (الانفطار : ٦)

دنیا کی حقیقت کا ذکر ہو رہا تھا، کہ دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے اگر چہ بہت سے عقلی، شرعی، اور مشاہداتی دلائل اور شہادتیں موجود ہیں، مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں لوگ دنیا کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں، یا سمجھنا ہی نہیں چاہتے، یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں، یعنی جان بوجھ کر انجان بنے ہوئے ہیں، کیونکہ دنیا کی حقیقت کے تقاضوں کے برعکس وہ دنیا میں اور اس کی رنگینوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ دنیا میں کس قدر شدید کشش پائی جاتی ہے کہ سب کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود انسان اس کی طرف بے ساختہ کھچا چلا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ انسان کی اک فطری کمزوری ہے کہ وہ دنیا کی چمک دمک کی طرف طبعی میلان اور رجحان رکھتا ہے اور اگر باقاعدہ تہذیبِ اخلاق اور تزکیۂ نفس نہ کی جائے تو انسان بہت شدت سے اس کی طرف لپکتا ہے اور اس کی شدید خواہش رکھتا ہے۔

﴿ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝ ﴾ (العادیات : ٨)

''اور وہ مال کی محبت میں بہت ہی سخت ہے۔''

دنیا کی کشش کے حوالے سے ہمارے جیسے عام لوگوں کی حیثیت کیا ہوگی، وہ ہستیاں کہ جن کا ذکر قرآن پاک اور گذشتہ آسمانی صحیفوں میں ہوا، جو افضل الخلق بعد الانبیاء قرار پائے، جن کا ایمان ہمارے لیے معیار قرار دیا گیا یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اسلام کے ابتدائی ایام میں ان میں سے بھی بہت سے لوگوں کے ساتھ ایک بار کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا کہ وہ بے اختیار دنیا کی طرف لپک گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ شام سے آنے والے ایک تجارتی قافلے کے پہنچنے کی خبر ملی، صحابہ کرام یہ خبر ملتے ہی اس قافلے کی طرف نکل کھڑے ہوئے، اس ڈر سے کہ کہیں سارا مال ختم ہی نہ ہو جائے۔

قرآن پاک نے اس واقعے کی یوں منظر کشی کی ہے کہ:

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ (الجمعه : ۱۱)

''اور جب کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔''

اندازہ کریں کہ دنیا کی کیسی شدید کشش یا معاشی ضرورت اور مجبوری تھی کہ تقریباً سارے کے سارے صحابہ کرام اٹھ کر چلے گئے، صرف بارہ (۱۲) لوگ موجود رہے، جن میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

یہ واقعہ اصل میں ہجرت کے ابتدائی ایام کا ہے، جبکہ صحابہ کرام ابھی جمعہ کے آداب و احکام سے واقف نہ تھے، ورنہ جہاں قرآن پاک یا آپ ﷺ کا واضح حکم آجاتا اس سے سرمو انحراف نہ کرتے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ دنیا کی طرف مائل ہونا انسان کی اک فطری کمزوری ہے، مگر دینی تزکیہ و تربیت سے اس کمزوری پر قابو پایا جا سکتا ہے، اور دین سے اگر رہنمائی نہ لی جائے تو انسان دنیا میں کھو جاتا ہے اور دنیا اس کے دل و دماغ میں گھر کر لیتی ہے، اور رچ بس جاتی ہے پھر دنیا کی حقیقت سمجھ ہی نہیں آتی، یا سمجھ کر بھی انسان ناسمجھ بن جاتا ہے۔ تو دنیا کی حقیقت سمجھ نہ آنے کا بنیادی سبب دین سے دوری ہے، اگرچہ اس کے دیگر فرعی اسباب بھی ہیں۔

❁:...... مثلاً انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ دل کو لبھانے والی چیزوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ﴿٨﴾﴾ (العادیات : ۸)

❁:...... دوسرے یہ کہ اس دنیا کو امتحان کے طور پر انسان کے لیے پرکشش بنا دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾﴾

(آل عمران : ١٤)

''لوگوں کے لیے مرغوبات نفس، عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں مزین کر دی گئی ہیں، انہیں پر کشش بنا دیا گیا ہے۔''

اور اسی طرح حدیث میں ہے کہ:

((اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ)) (مسلم ، كتاب الرقاق : ٢٧٤٢)

''دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔''

❁:......اور پھر شیطان کی چالیں اور اس کا ورغلانا بھی دنیا کی حقیقت کو سمجھنے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

❁:......ایسے ہی نفس امارہ کی خواہشات، اس کی تمنائیں اور آرزوئیں ہیں۔

❁:...... اور آخرت سے غفلت اور اعراض بھی دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کے درمیان حائل ہے

❁:......اور مال و دولت کی ایسی رغبت اور ہوس کہ آدمی اس کا غلام بن کر رہ جائے، کہ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ)) (بخاري ، كتاب الرقاق : ٦٤٣٥)

''دینار و درہم کا بندہ تباہ و برباد ہو گیا۔''

❁:......اور دنیا کے حصول میں اور آپس کے فخر و مباہات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرنا، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ (الحدید : ۲۰)

''دنیا کی زندگی تو بس کھیل تماشا ہے، سامان زیب وزینت ہے، آپس میں فخر و مباہات ہے اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا ہے۔''

تو اس تنافس اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش نے انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے۔ اب اسے کوئی خیر کی بات سنائی نہیں دیتی، کوئی حقیقت پسندی کی بات نظر نہیں آتی، اب وہ کوتاہ نظر ہو چکا ہے، سریع المنفعت چیزوں کو حقیقت سمجھ بیٹھا ہے۔

دنیا کی حقیقت کے ضمن میں یہ بات بھی معلوم رہنی چاہیے تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ جب دنیا سے بچنے کی بات ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ کھانا پینا چھوڑ دیا جائے، تجرد کی زندگی اپنا لی جائے یعنی شادی بیاہ نہ کیا جائے، کسب معاش کو ترک کر دیا جائے اور رہبانیت اختیار کر لی جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ زہد کی زندگی اختیار کی جائے اور زہد یہ ہے کہ ہر اس چیز سے اجتناب کیا جائے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے، تمام حرام کام تو یقیناً اس میں شامل ہیں، مگر ساتھ ہی ہر وہ جائز اور حلال کام بھی ترک کر دیا جائے جو اسے اللہ تعالیٰ سے اور آخرت سے غافل کر دینے والا ہو۔

اس فانی اور عارضی دنیا کی زندگی کو آخرت کی دائمی اور بہتر زندگی پر ترجیح دینا یقیناً عقلمندی نہیں ہوگا۔ اسلام دنیا سے بالکلیہ منع نہیں کرتا بلکہ:

((كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا فِيْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيْلَةٍ)) (الجامع الصغير : ٦٣٨٤)

''کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو بغیر اسراف اور عجب وخود پسندی کے۔''

تو کھانے پینے سے اور دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہونے سے ہرگز منع نہیں کیا گیا، بلکہ دنیا کے استعمال سے ایک ایسی کیفیت میں گرفتار ہو جانے سے منع کیا گیا ہے جو انسان کو عجب و غرور اور خود بینی میں مبتلا کر دے، اور آخرت سے غافل کر دے، لہٰذا دنیا کی نعمتوں سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بے شک لطف انداز ہوں مگر زہد کی زندگی جی کر، اور زہد کی زندگی کیسے حاصل ہوتی ہے؟ آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

یوں تو زہد کا خلاصہ ہم نے جان لیا کہ ہر اس چیز سے اجتناب کرنا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت سے غافل کر دینے والا ہو زہد کہلاتا ہے، مگر کیا کیا عقیدہ اور کیا کیا عمل اس کی راہ ہموار کرتا ہے، سلف صالحین کی زندگیوں کے مطالعے سے معلوم کرتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص آیا اور دریافت کیا:

"مَا سِرُّ زُهْدِكَ فِي الدُّنْيَا ؟"

''فرمایئے کہ دنیا میں آپ کے زہد کا راز کیا ہے؟''

"فَقَالَ: أَرْبَعَةُ أَشْيَاءٍ"

''تو فرمایا: کہ چار چیزیں ہیں۔''

١۔ "عَلِمْتُ اَنَّ رِزْقِي لَا يَأْخُذُهُ غَيْرِي فَاطْمَأَنَّ قَلْبِيْ"

''پہلی بات یہ کہ میں نے جان رکھا ہے کہ میرا رزق میرے سوا کوئی اور نہیں لے سکتا، چنانچہ میرا دل مطمئن رہتا ہے۔''

یعنی رزق کے حصول کے لیے جھوٹ نہیں بولتا، ہیرا پھیری اور فراڈ نہیں کرتا، حرام نہیں کماتا، فرائض سے غفلت اور کوتاہی نہیں برتتا۔

٢۔ "وَعَلِمْتُ أَنَّ عَمَلِي لَايَقُومُ بِهِ غَيْرِي فَأَشْتَغَلْتُ بِهِ"

''اور دوسری چیز یہ کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ذمے کا جو کام ہے وہ کوئی اور نہیں کر سکتا، چنانچہ میں اس میں مشغول رہتا ہوں، یعنی اپنے فرائض و واجبات میں سستی اور کوتاہی نہیں کرتا، تاخیر نہیں کرتا۔''

دنیا میں یہ حکم ہے کہ:

﴿وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (الحشر: ١٨)

''ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آخرت میں:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾﴾

(عبس: ٣٤-٣٦)

اس روز ہر آدمی اپنے بھائی، اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ اس دن ہر شخص دور بھاگے گا، حتی کہ وہ لوگ بھی کہ جن پر دنیا میں تکیہ کیا جاتا تھا ان کو کچھ دینا نہ پڑ جائے یا وہ کوئی دعویٰ نہ کر دیں۔ یعنی آخرت میں جو ہوگا وہ تو ہوگا ہی، دنیا میں بھی اپنا کام خود ہی کرنا ہے۔ اس لیے اپنا کام خود ہی کرنا ہے، چنانچہ میں اس میں مصروف رہتا ہوں۔

٣۔ ”وَعَلِمْتُ أَنَّ اللّٰهَ مُطَّلِعٌ عَلَيَّ فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ يَرَانِي عَلَى مَعْصِيَةٍ“

”اور تیسری بات یہ ہے کہ مجھے علم یقین حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ہر حرکت اور ہر سکون پر مطلع ہے، لہٰذا مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی گناہ کرتا ہوا دیکھیں۔ چنانچہ میں معصیتوں سے اجتناب کرتا ہوں۔“

٤۔ ”وَعَلِمْتُ أَنَّ الْمَوْتَ يَنْتَظِرُنِي ، فَأَعْدَدْتُ الزَّادَ لِلِقَاءِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ (إحياء علوم الدين: ٤/ ٣٤٥)

”اور چوتھی بات یہ ہے کہ میرا ایمان ہے کہ موت میرے انتظار میں ہے، لہٰذا میں اللہ رب العالمین سے ملاقات کے لیے زاد راہ کی تیاری میں مصروف عمل رہتا ہوں۔“

تو یہ باتیں انسان کے لیے زہد کی راہ ہموار کرتی ہیں، ہمیں ان میں سے کون کون سی چیز حاصل ہے، غور وفکر کی ضرورت ہے۔

حرام کام فکر آخرت اور دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کی راہ میں رکاوٹ ہوتے ہیں یہ تو سب کو معلوم ہے مگر جائز اور حلال کام کیونکر انسان کو آخرت سے غافل کرتے ہیں، شاید بہت سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لوگ اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔

یوں تو اس کی بہت سی مثالیں ہیں، مگر دو ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْخَیْلُ لِثَلَاثَةٍ))

''گھوڑا تین قسم کے لوگوں کے لیے ہے۔''

یعنی گھوڑے پالنے والے تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

((لِرَجُلٍ أَجْرٌ))

''ان میں سے ایک شخص تو ایسا ہوتا ہے کہ اسے گھوڑا رکھنے کا ثواب ہوتا ہے۔''

((وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ))

''اور ایک کے لیے پردہ پوشی، یعنی نہ ثواب نہ عذاب۔''

((وَعَلٰی رَجُلٍ وِزْرٌ))

''اور تیسرے کے لیے گناہ اور وبال جان ہوتا ہے۔''

((فَأَمَّا الَّذِی لَهُ أَجْرٌ))

''وہ شخص کہ جس کے لیے گھوڑا رکھنا باعث اجر ہوتا ہے۔''

((فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِی سَبِیلِ اللّٰهِ))

''وہ وہ شخص ہے جس نے اسے اللہ کے لیے باندھ رکھا ہو۔''

((فَأَطَالَ لَهَا فِی مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ))

''اور اس کی رسی چراگاہ میں دراز کر رکھی ہو۔''

((وَمَا أَصَابَتْ فِی طِیَلِهَا مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ کَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ))

''وہ گھوڑا جتنی دور تک چراگاہ گھوم کر چرے گا مالک کو اتنی ہی نیکیاں ملیں گی۔''

((وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِیَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَیْنِ کَانَتْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ))

''اور اگر وہ رسی تڑوا کر ایک دو ٹیلوں پر چڑھ گیا، تو وہ جہاں جہاں تک گیا، تو اس کی لید کا بھی اسے اجر وثواب ملے گا۔''

((وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كَانَ ذَلِكَ لَهُ حَسَنَاتٍ))

''اور اگر گھوڑا کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس نے اس نہر میں سے پانی پی لیا، چاہے مالک نے اسے پانی پلانے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو، تو مالک کو اس کا بھی ثواب ملے گا''

((وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا، لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَابِهَا وَ ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ كَذَلِكَ سِتْرٌ))

''اور وہ شخص جو سفید پوش ہو اور دستِ سؤال دراز کرنے سے بچنے کے لیے گھوڑا پالتا ہے یعنی گھوڑے پر مزدوری کرتا ہو، یا گھوڑے بیچ کر اپنا گزارہ کرتا ہوتا کہ کسی سے مانگنا نہ پڑے اور گھوڑے کی پشت اور گردن کے حق کو بھی نہ بھولتا ہو یعنی اس کی زکاۃ ادا کرتا ہے تو اس کے لیے گھوڑا رکھنا ثواب ہے نہ گناہ۔''

((وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ))

''اور تیسرا شخص کہ جس نے گھوڑا محض فخر وریاکاری اور چودھراہٹ کے لیے رکھا ہو، اور اہل اسلام کی دشمنی کے لیے پالا ہو تو وہ گھوڑا اس کے لیے باعث گناہ اور وبال جان ہے۔''

((وَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ))

''آپ ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا، کہ گدھے رکھنے کا کیا حکم ہے؟''

((فَقَالَ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَّرَهٗ ﴿٨﴾)) (بخاري ، كتاب المناقب : ٣٦٤٦)

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر اس بارے میں اس نادر اور جامع آیت کے سوا اور کچھ نازل نہیں ہوا اور وہ یہ آیت ہے:''

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾﴾ (الزلزال : ٧، ٨)

''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

یعنی گدھے پالنے کا کوئی الگ سے حکم نازل نہیں ہوا البتہ اس آیت کریمہ کے مفہوم میں شامل ہے، گویا کہ جس طرح گھوڑے پالنے کے حساب سے ثواب وعقاب ہے اسی طرح گدھے پالنے کا بھی حکم ہے۔ دنیا کی حقیقت کے حوالے سے گذشتہ جمع بات ہو رہی تھی کہ دنیا میں انسان کی ساری عمر کی کمائی میں سے اس کے حصے میں صرف ایک کفن آتا ہے، اس ایک کفن کے لیے آخرت داؤ پر لگا دینا کیا دانشمندی کہلائے گا، اور اس کفن کی حیثیت بھی سلف صالحین کے نزدیک کیا تھی؟ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وقتِ وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہیں:

"أُنْظُروا ثَوْبَيَّ هذَيْنِ ، فَاغْسِلُوْهُمَا ، وَكَفِّنُوْنِي فِيْهِمَا فَإِنَّ الْحَيَّ أَحْوَجُ بِالْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ" (المحتضرين لابن ابى الدنيا ، ص : ٥١)

''میرے ان دو کپڑوں کو دھو کر مجھے ان میں دفنا دینا کہ مردہ کی نسبت زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔''

تو گویا پوری دنیا کی حیثیت ایک کفن کے برابر بھی نہیں ہے، لہٰذا عقلمندی یہی ہے کہ اس سے بس ضرورت کے مطابق ہی تعلق رکھا جائے کیوں کہ اس سے گہرا قلبی تعلق انسان کو دین سے اور آخرت سے بہت دور لے جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا اِک متاعِ قلیل

﴿يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝﴾ (الانفطار: ٦)

دنیا کی حقیقت کا ذکر ہو رہا تھا، دنیا کی حقیقت کو جاننا اور سمجھنا انسان کی نہایت اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ لوگوں کی غالب اکثریت دنیا کو اس کی حقیقت کے برعکس جانتی اور سمجھتی ہے اور جب تک کوئی شخص حقائق کو ان کے مطابق نہیں جان لیتا، اپنے مقصد اور ہدف میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

دنیا کی حقیقت کیا ہے، اس کو جاننے کے گذشتہ جمعہ ہم نے تین طریقے اورمعیار ذکر کیے تھے۔

کہ یا تو عقل کے ذریعے دنیا کی حقیقت معلوم کی جا سکتی ہے، یا دین کی روشنی میں دنیا کی حقیقت کو جانا جا سکتا ہے، یا پھر اپنے مشاہدات کے ساتھ دنیا کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔

اگر چہ ان تینوں ذرائع سے دنیا کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے، مگر دین جس طرح دنیا کی حقیقت کو درستی اور صحت کے ساتھ اور مکمل تعریف کے ساتھ بتا سکتا ہے، عقل اور مشاہدات اس طرح دنیا کی حقیقت بیان نہیں کر سکتے، عقل کو سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے، مشاہدے میں غلطی کا امکان ہے مگر شریعت نے جس طرح دنیا کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کسی اور طریقے سے وہاں تک پہنچا نہیں جا سکتا۔

دنیا کی حقیقت کے بارے میں ان تینوں ذرائع سے کم از کم جس متفقہ نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا فانی اور عارضی ہے۔

مشاہدے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کسی بھی چیز کو بشمول انسان دوام اور بقا نہیں ہے۔ حواس خمسہ کے ذریعے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں انہیں عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہاں کی ہر چیز زوال پذیر اور عارضی ہے۔ وہ غور کرتا ہے کہ درخت سے اتارا گیا تازہ پھل کس طرح خوش رنگ اور خوبصورت دکھائی دیتا ہے، گردو پیش اور ماحول کو معطر کرتا اور دل کو لبھاتا ہے، مگر تھوڑے ہی عرصے میں اس کی وہ رونق ختم ہو جاتی ہے، اس کی تروتازگی ماند پڑ جاتی ہے اور اس کی خوشبو تعفن میں بدل جاتی ہے۔

اسی طرح پھول، کہ جس کی خوبصورتی نظروں کو بھاتی، اور اس کی خوشبو دماغ کو معطر کر دیتی ہے چند ہی روز میں اس کی رونق ماند پڑ جاتی ہے اور وہ مرجھا جاتا ہے۔

اسی طرح مکان، گاڑی اور دیگر اشیاء ہیں جو آہستہ آہستہ پرانی اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں حتی کہ خود انسان، کہ جوانی میں جس کے چہرے کی رونق اور تروتازگی اور چمک دمک بڑی پرکشش ہوتی ہے، چہرہ کھلا کھلا ہوتا ہے، مگر ساٹھ سال کے بعد اس کا وہ پر رونق چہرہ یکسر بدل چکا ہوتا ہے، اب بال سفید ہو چکے ہوتے ہیں، چہرے پر شکن پڑ چکے ہوتے ہیں اور ڈھل چکا ہوتا ہے، جاذبیت ختم ہو چکی ہوتی ہے، بوسیدگی کے آثار نمایاں نظر آرہے ہوتے ہیں۔

تو یہ سب دنیا کی بے ثباتی اور اس کے عارضی پن کی علامتیں ہیں اور ہر عقلمند انسان اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔

تو عقل اور مشاہدہ دنیا کے فانی اور عارضی ہونے کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن آگے کرنا کیا ہے، اس کی رہنمائی نہیں دیتے۔

البتہ دین، دنیا کی حقیقت کی حقیقی اور مکمل پہچان کراتا ہے اور پھر اس کا حل بتاتا ہے کہ دنیا کی زندگی کیسے گزارنی ہے۔ تو اسلام دنیا کی حقیقت کو بتفصیل بیان کرتا ہے، عقلی اور مشاہداتی دلائل کے ساتھ اس کی وضاحت کرتا ہے اور پھر شرعی احکام کے ذریعے زندگی کے معاملات کو نباہنے اور برتنے اور ان سے نمٹنے کے طریقے بتاتا اور اُصول سکھاتا ہے۔

اسلام پہلے دنیا کی بے ثباتی کو ثابت کرتا ہے، پھر آخرت کی دائمی زندگی کے ساتھ اس کا موازنہ کرتا ہے اور پھر اس سے متعلق اپنا حکم جاری کرتا ہے۔

اسلام رہبانیت کا سبق نہیں دیتا، دنیا سے قطع تعلقی کا حکم نہیں دیتا، بلکہ دنیا سے اپنا حصہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصول کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (القصص : ۷۷)

''دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو تمہارا حصہ مقرر کر رکھا ہے، اسے مت بھولو۔''

یعنی اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اسلام کا مدعا انسان کو یہ سمجھانا ہے کہ ان حقائق کو جان لینے کے بعد عقل سے کام لو اور ان دونوں زندگیوں میں ترجیح دینے کا فیصلہ کرو، کہ ترجیح کس کو دینی ہے، اس دنیا کی عارضی اور فانی زندگی کو یا آخرت کی دائمی اور بہتر زندگی کو!

اسلام نے اس دنیا کی زندگی کو عارضی اور فانی بتلایا ہے،لہو ولعب، دنیا کی رونق اور زینت قرار دیا ہے، متاع قلیل کہا ہے، آخرت کی کھیتی اور فریب اور دھوکے کا سامان بتلایا ہے۔

دنیا کی زندگی انسان کے لیے کس طرح دھوکہ ہے، اگر اس پر غور کیا جائے تو شاید اس کے چنگل سے نکلنا آسان ہو جائے، دنیا کی زندگی کئی لحاظ سے انسان کے لیے دھوکہ ہے، دنیا کے معاملے میں انسان کس طرح خود فریبی میں مبتلا ہے اس کی ایک مثال ذکر کرتے ہیں:

یہ جاننے کے باوجود کہ یہ دنیا عارضی اور فانی ہے، انسان اس میں ہمیشہ زندہ رہنے کی یا کم از کم لمبی عمر پانے کی خواہش دل میں رکھتا ہے اور جس چیز کو وہ زندگی بخش سمجھتا ہے پھر اس کے پیچھے لگ جاتا اور ساری زندگی اس کے حصول میں صرف کر دیتا ہے۔

قرآن پاک ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے کہ جن کے لیے تباہی لکھ دی گئی ہے، ان کی ایک صفت یہ بیان کرتا ہے کہ:

﴿جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۝٢﴾ (الھمزہ : ۲)

''کہ وہ مال جمع کرتا اور اسے گن گن کے رکھتا ہے۔''

﴿يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝٣﴾ (الھمزہ : ۳)

''وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے حیاتِ جاوداں بخش دے گا۔''

یعنی مال ہے تو زندگی کا مزہ ہے، مال نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس دار فانی میں لمبی عمر کی خواہش اور پھر اس کے لیے عملی کوششوں میں مال و دولت کے حصول کی حرص اور تڑپ اس قدر شدید کہ آدمی دولت کا پجاری اور غلام بن جاتا ہے اور پھر دنیا کے سارے تعلقات اسی کی روشنی میں طے کرتا ہے، اب ایسے شخص کے لیے یہ دنیا دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے، جب بتا دیا گیا ہے کہ یہ دنیا حقیر اور بے حیثیت تو یوں بھی ہے، مگر آخرت کے مقابلے میں تو یہ اک متاع قلیل ہے۔

دنیا ایسی حقیر ہے کہ:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ)) (ترمذي ، كتاب الزهد : ٢٣٢٠)

''آپ ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پینے دیتا۔''

اور پھر بھی اس حقیر سی دنیا کے لیے لمبی عمر پانے کی ایسی خواہش کہ:

﴿ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ ﴾ (البقره : ٩٦)

''ان میں سے ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار برس جیئے، حالانکہ لمبی عمر اسے عذاب سے تو بہر حال نہیں بچا سکتی۔''

یعنی لمبی عمر اگر اسے مل بھی جائے، مگر چونکہ عذاب سے اس وجہ سے تو نہیں بچ سکتا کہ اب بات پرانی ہوگئی ہے، چلو رفع دفع کرو، تو لمی عمر کا کیا فائدہ؟ اسی بات کو ایک دوسرے مقام پر ایک دوسرے پیرائے میں یوں بیان فرمایا:

﴿ أَفَرَءَيْتَ إِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ﴾ (الشعراء : ٢٠٥)

''تم نے کچھ غور کیا اگر ہم انہیں برسوں تک عیش کرنے کی مہلت دے بھی دیں۔''

﴿ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ ﴾ (الشعراء : ٢٠٦)

''اور پھر وہی چیز ان پر آجائے کہ جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾﴾ (الشعراء: ۲۰۷)

''تو وہ سامان عیش و عشرت تو ان کے کسی کام نہ آئے گا۔''

تو لمبی عمر کی خواہش اور وہ بھی اس نیت سے کہ دنیا کے مزے لیں اور عیش کریں، سراسر نادانی ہے اور تباہی و بربادی ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

((أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے بہتر شخص کون ہے؟''

((قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ))

''فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں۔''

((قَالَ فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ))

''عرض کیا: برا شخص کون ہے؟''

((قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ)) (ترمذي ، كتاب الزهد : ۲۳۳۰)

''فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو مگر عمل برے ہوں۔''

تو محض لمبی عمر کی خواہش، نیکی کی توفیق کے بغیر، تباہی ہے، حتی کہ لمبی عمر کی دعا کرنا یا کسی کو دعا دینا بھی اصل میں تو اک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے، الا یہ کہ نیکی کی توفیق کی شرط کے ساتھ مانگی جائے تو ایک لحاظ سے بامقصد دعا بن جاتی ہے۔

لمبی عمر کی دعا مانگنے کے بارے میں علماء کرام کے ہاں اختلاف ہے کہ مانگی جائز ہے کہ نہیں، کیونکہ کسی کی عمر میں تقدیم و تأخیر تو نہیں ہوسکتی جیسا کہ قرآن و حدیث کے واضح دلائل کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے۔

اور جن دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ مانگ سکتے ہیں پھر اس کا مفہوم کیا ہوگا؟

تو جواز کی صورت میں لمبی عمر کا مفہوم ہوگا نیکی کی توفیق والی اور برکت والی عمر۔ ورنہ تو انسان کی عمر وہی ہے جو لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے، ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ایک بار فرمانے لگیں:

((اَللّٰھُمَّ اَمْتِعْنِی بِزَوْجِی رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ وَبِاَبِی اَبِی سُفْیَانَ وَبِاَخِی مُعَاوِیَۃَ))

''اے اللہ! مجھے میرے خاوند رسول اللہ ﷺ، میرے باپ ابوسفیان اور میرے بھائی معاویہ کے ساتھ خوش وخرم زندگی عطا فرما۔''

((قَالَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ قَدْ سَأَلْتِ اللّٰہَ لِآجَالٍ مَضْرُوبَۃٍ وَاَیَّامٍ مَعْدُودَۃٍ وَاَرْزَاقٍ مَقْسُومَۃٍ))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے مقررہ عمروں کی، شمار شدہ دنوں کی اور تقسیم شدہ رزقوں کی دعا مانگی ہے۔''

یعنی تم نے جن کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزارنے کی دعا مانگی ہے تو کوئی بہت بڑی چیز نہیں مانگی، کیونکہ ان کی عمریں تو محدود اور مقرر ہیں، وہ آگے پیچھے نہیں ہوسکتیں اور دن بھی گنتی کے ہیں اور رزق کہ جو دنیوی لحاظ سے خوشگوار زندگی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے، وہ بھی تقسیم شدہ ہے، اس میں بھی کوئی کمی بیشی نہیں ہونے والی۔

((لَنْ یُعَجِّلَ شَیْئًا قَبْلَ حِلِّہٖ اَوْ یُؤَخِّرَ شَیْئًا عَنْ حِلِّہٖ))

''اللہ تعالیٰ کوئی چیز مقررہ وقت سے پہلے نہیں کرتا اور کوئی چیز مقررہ وقت سے مؤخر نہیں کرتا۔''

((وَلَوْ کُنْتِ سَاَلْتِ اللّٰہَ اَنْ یُّعِیذَکِ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ اَوْ عَذَابٍ فِی الْقَبْرِ کَانَ خَیْرًا وَاَفْضَلَ))

(مسلم ، کتاب القدر : ٢٦٦٣)

''اور اگر تو نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہوتا کہ وہ تمہیں عذاب النار اور عذاب قبر سے محفوظ فرمائے تو زیادہ بہتر ہوتا۔''

لمبی عمر کی نیکی کی توفیق کے ساتھ دعاء مانگنا اگر جائز ٹھہرتا ہےتو اس طرح لمبی عمر کا مفہوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برکت والی عمر ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اصل عمر میں اضافہ۔

مگر دوسری طرف لمبی عمر کے حوالے سے ایک اور حقیقت بھی ہے اور وہ یہ کہ لمبی عمر پانے کی صورت میں کچھ پریشانیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور ان کے سرفہرست وہ پریشانی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مصیبت قرار دیا ہے اور وہ ہے موت۔ یعنی اپنے پیاروں اور اپنے عزیزوں کی موت کا صدمہ اور مصیبت اپنی زندگی میں سہنا۔

اور اگر لمبی عمر ہوگی تو اپنی زندگی میں ایک ایک کر کے اپنے عزیزوں کے جنازے اٹھانے پڑیں گے، انہیں دفنانا پڑے گا، اور کسی عزیز کی موت کا صدمہ کس قدر شدید ہوتا ہے، بیان نہیں کیا جاسکتا، صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنے استاذ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی کی وفات کی خبر ملی تو اس پر انہوں نے ایک شعر کہا جس میں یہ حقیقت بھی بیان کی، فرمایا:

اِن عِشْــــتَ تُـفْـجَـعُ بِـــاالْأَحِبَّةِ كُـلِّهِـمْ
وَفَـنَـــاءُ نَـفْسِكَ لَا أَبَـــالَكَ۔أَفْـجَـعُ

(تغليق التعليق : ج٥ ، ص ٤٠٠)

”اگر تو زندہ رہا تو ایک ایک کر کے تجھے اپنے تمام عزیزوں کی وفات کا صدمہ سہنا ہوگا۔ اور تیری اپنی موت اس سے بھی کہیں بڑا المناک صدمہ ہوگا۔“

آپ نے اپنی زندگی میں ایسے کئی واقعے دیکھے اور سنے ہوں گے کہ بسا اوقات آدمی اپنے کسی عزیز کی وفات پر اس قدر شدید صدمے سے دوچار ہوتا ہے کہ وہ اس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کرسکتا، اس سے وہ غم برداشت نہیں ہوتا، وہ ساتھ ہی مرجانا چاہتا ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ہم تاریخ میں سے سنتے ہیں۔ غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر پیش آنے والا واقعہ ہے۔

مسلمانوں کا بنو قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ معاہدۂ امن تھا، مگر انہوں نے غزوۂ احزاب، جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں، کے موقع پر عہد شکنی کر کے مشرکین مکہ اور دیگر گروہ،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

احزاب جو کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے ان کے ساتھ مل گئے۔

غزوۂ احزاب اک نہایت ہی اعصاب شکن غزوہ تھا اگر چہ لشکر اسلام اور لشکر کفر کے درمیان باقاعدہ جنگ تو نہ ہوئی مگر مشرکین نے تقریباً ایک ماہ تک مسلمانوں کا محاصرہ کیے رکھا۔ مسلمانوں نے جو خندق کھود رکھی تھی اس کی وجہ سے مشرکین حملہ آور نہ ہو سکے۔

مختصر یہ کہ جب غزوۂ احزاب سے فارغ ہوئے تو جبریل علیہ السلام پیغام لے کر آئے کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے مگر ابھی تو ان غداروں سے نمٹنا ہے۔

مسلمان بنو قریظہ پہنچے، یہود بنی قریظہ قلعہ بند ہو گئے، بالآخر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا، انہیں قید کر کے مدینہ لایا گیا، ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور ایک شخص کو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے مانگ لیا کہ زبیر بن باطا اور اس کے اہل وعیال کو ان کے لیے ہبہ کر دیا جائے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ زبیر بن باطا کے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ پر کچھ احسانات تھے، وہ اس بدلے میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے ان کی جان بچانا چاہتے تھے۔

تو حضرت ثابت نے زبیر بن باطا سے کہا کہ یہ لو اب تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آزاد ہو۔ مگر جب زبیر بن باطا کو معلوم ہوا کہ اس کی قوم کو قتل کر دیا گیا ہے، تو اس نے حضرت ثابت سے کہا کہ میں نے تم پر جو احسان کیا تھا اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے میرے ساتھیوں تک پہنچا دو۔ حضرت ثابت نے بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر اس نے اصرار کیا۔

چنانچہ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ ساتھیوں، عزیزوں اور دوستوں کی وفات کا غم بہت بڑا غم اور صدمہ ہوتا ہے، بسا اوقات برداشت نہیں ہوتا، اور یہ لمبی عمر کے منفی پہلوؤں میں سے ایک ہے جب کہ دوسری طرف نیکیوں کی توفیق کے ساتھ لمبی عمر یقیناً بہتر ہے۔

جہاں تک لمبی عمر کی دعا دینے کا تعلق ہے تو وہ جیسا کہ ہم نے جانا کہ حدیث کی رُو سے وہ ایک بے معنی دعا ہے چنانچہ سلف صالحین رحمہم اللہ اسے ناپسند کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ:

*((وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّورِيّ رحمہ اللہ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رحمہ اللہ ابْقَاكَ اللّٰهُ! قَالَ: قَدْ فُرِغَ مِنْ هٰذَا، فَادْعُ لِي بِالصَّلَاحِ)) (جزء الغضائري، رقم: ٢١، ص:٢٨، تاريخ دمشق ،ج: ٤٥، ص: ٢٢٤)

''امام الثوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو باقی رکھے (سلامت رکھے) تو فرمایا: اس سے تو فارغ ہوا جا چکا ہے، بس میرے لیے نیکی اور بھلائی کی دعا کریں۔ یعنی عمر کی مدت کا فیصلہ تو ہو چکا اب اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔''

کچھ ایسا ہی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں بھی آتا ہے:

* ((أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِيْ، إِذَا دُعِيَ لَهُ بِالْبَقَاءِ يَكْرَهُهُ، وَيَقُولُ هٰذَا شَيْءٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ)) (غذاء الألباب فى شرح منظومة الآداب ،ج:١، ص: ٢٩٦)

''عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ جب انھیں دعا دی جاتی کہ اللہ تعالیٰ انھیں لمبی عمر عطا فرمائے، تو آپ اسے ناپسند کرتے اور فرماتے کہ یہ ایسی چیز ہے جس سے فارغ ہوا جا چکا ہے۔''

بہر حال اس فانی دنیا میں کسی کو بقا نہیں ہے اور دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ ایک بہت بنیادی اور اہم بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا کی کشش اور دین سے دوری کی روش

﴿ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ ﴾ (الانفطار : ٦)

دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کی بات ہو رہی تھی، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت ہر باشعور انسان پر عیاں ہے، ہر شخص خوب جانتا ہے کہ دنیا اک عارضی اور فانی چیز ہے، مگر اس کی کشش انسان کو اپنی طرف ایسا مائل کر لیتی ہے کہ پھر آدمی اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے، سب کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود حقیقت سے آنکھیں موند لیتا ہے، آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، اسے نظر انداز کر دیتا ہے، لہٰذا دنیا سے نظریں ہٹا کر آخرت پر لگانا ایک مشکل ترین کام ہے اور اس کے متعدد اسباب ہیں:

ایک سبب یہ ہے کہ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ پرکشش چیزوں کی طرف لپکتا ہے، ایسا کہ اپنے مستقبل کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔

اور دوسرا سبب یہ ہے کہ دنیا کو خصوصی طور پر انسان کے لیے بطور امتحان پرکشش بنایا گیا ہے۔

اور تیسرا سبب شیطان ہے کہ انسان کو دھوکے میں مبتلا کرنے میں سب سے اہم کردار اسی کا ہے۔ وہ چوبیس گھنٹے اور نت نئے طریقوں اور حربوں کے ذریعے انسان کو بہکانے اور ورغلانے میں مصروف رہتا ہے۔

تو جب دنیا میں انسان کے بھٹکنے اور بہکنے کے اس قدر شدید اسباب و مواقع ہوں تو پھر بتلایئے انسان کے لیے دنیا کی کشش سے بچنا کیونکر آسان ہو سکتا ہے۔

دنیا کی طرف مائل ہونا اور اس کشش میں کھو جانا اک نہایت ہی سنگین مسئلہ ہے، اس پر بہت زیادہ توجہ اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ورنہ تباہی ہے اور سراسر تباہی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا کی حقیقت کو سمجھنے سے پہلے، دنیا کی کشش کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ دنیا اپنے اندر کس قدر شدید جاذبیت رکھتی ہے کہ ہر آدمی اس کی طرف بے ساختہ کھچا چلا جاتا ہے۔

یوں تو دنیا ساری کی ساری پرکشش ہے، فریب اور دھوکہ ہے، سراب ہے، مگر کچھ چیزوں کو بالخصوص انسان کے لیے پرکشش بنایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝١٤﴾

(آل عمران: ١٤)

”مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کردی گئی ہے، جیسے: عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے، شاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔“

یہ ساری کی ساری چیزیں پرکشش اور پرفریب ہیں، ہر آدمی اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے، مگر پھر بھی اک مثال کے ذریعے مزید سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے اپنے چچیرے بھائی الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھا لیا۔ عید کے روز۔ اس سے پہلے عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے آزاد کردہ غلام حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھایا تھا۔

آپ ﷺ کے ساتھ ایک ہی اونٹنی پر سوار ہونا یقیناً ایک بہت بڑی سعادت اور خوش بختی کی بات ہے اور یقیناً ہر صحابی اس سعادت کا خواہش مند ہوگا، مگر آپ ﷺ نے ایک طرف تو ایک آزاد کردہ غلام کو اپنے ساتھ بٹھایا اور دوسری طرف آل بیت میں سے کسی بڑی شخصیت اور بڑے صحابی کو نہیں بلکہ ایک نوجوان کو بٹھایا۔

اور یہ آپ ﷺ کی انکساری اور تواضع کا مظہر ہے، یوں تو یہ آپ ﷺ کے اخلاق

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کریمہ کا حصہ ہے کہ آپ ہمیشہ تواضع سے کام لیتے، مگر حج کے دوران جبکہ آپ ﷺ کے ہر جانب، دائیں بائیں آگے پیچھے لوگ ہی لوگ تھے مگر حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نہایت آرام سے اور وقار سے سفر کر رہے تھے۔

((لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ))

(ابن ماجة ، كتاب المناسك : ١٥٤)

''راستہ لینے کے لیے نہ کسی کو مارا، نہ کسی کو پیچھے ہٹایا نہ دھکا دیا، نہ کہا کہ ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ، بلکہ آرام سے چلے جا رہے تھے۔''

ہاں تو آپ ﷺ نے اپنے پیچھے اونٹنی پر اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے الفضل کو، عبداللہ بن عباس کے چھوٹے بھائی کو بٹھایا۔

اور حدیث میں ہے کہ الفضل بن عباس

((كَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا))

(مسلم ، كتاب الحج : ١٢١٨)

''کہ فضل ایک اچھے بالوں والا، گورا چٹا خوبصورت جوان تھا۔''

((فَجَاءَتْ إِمْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ))

''خَثْعَمْ قبیلے کی ایک عورت مسئلہ پوچھنے کے لیے آئی۔''

((فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ))

''فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت فضل کی طرف دیکھنے لگی۔''

((وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ))

(بخاري ، كتاب الحج : ١٥١٣)

''تو آپ ﷺ فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے۔''

اب اندازہ کریں، دنیا میں کس قدر کشش ہے کہ حج کا موقع ہے، آپ ﷺ موجود ہیں، بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ اونٹنی پر سوار ہیں، دنیا دیکھ رہی ہے، صرف احرام کی وجہ سے غالبًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کے چہرے کا پردہ نہیں کیا ہوگا۔ اگرچہ وہ بھی حدیث میں آتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں،

((كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ))

''ہم آپ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں ہوتیں اور لوگ ہمارے پاس سے گزرتے۔''

((فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا، سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا))

''جب وہ ہمارے برابر آتے تو ہم اپنے سر سے پردہ اپنے چہروں پر ڈال لیتیں۔''

((فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ)) (ابوداود، كتاب المناسك : ۱۸۳۳)

''اور جب وہ گزر جاتے تو پردہ اٹھا دیتیں۔''

تو ممکن ہے اس عورت نے پردہ تو کیا ہو مگر اس کی آواز میں ہی اتنی کشش ہو کہ حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو مردوں سے اپنے فطری نرم لہجے میں بات کرنے سے منع فرمایا ہے:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ (الاحزاب : ۳۲)

''اور نرم لہجے میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی خیال کرنے لگے۔''

یعنی عورت کی آواز میں فطری طور پر دلکشی اور نزاکت ہے، لہٰذا عورت کو چاہیے کہ جب وہ کسی غیر محرم سے بات کرے تو لہجے میں ذرا روکھا پن ہو، تاکہ لہجے کی نرمی سے کسی کے دل میں کوئی برا خیال پیدا نہ ہو۔

تو دنیا کی کشش ملاحظہ کیجئے کہ برائی کی راہ میں اتنے موانع، دنیا کی کشش سے بچنے کے لیے اتنی رکاوٹیں، مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے کی طرف کھچے چلے جا رہے تھے۔ دنیا کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشش کی اس سے بڑھ کر مثال کیا ہوگی!

اور یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں ایک طرف، مگر عورت کی کشش ایک طرف۔

چنانچہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ)) (بخاري ، كتاب الزكاة : ١٤٦٢)

”میں نے تم سے زیادہ عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو کسی سمجھدار اور محتاط آدمی کی مت مار دینے والی ہو۔“

عورت کی بے پردگی اور مرد وزن کا اختلاط دنیا میں کتنا بڑا فتنہ ہے، قرآن وحدیث میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے واقعے کی روشنی میں معلوم ہوا کہ بہت زیادہ حزم و احتیاط کے باوجود بھی دنیا کی کشش سے بچنا بہت مشکل ہے، مگر اس کے برعکس اگر لڑکیوں کو سرعام نچوا کر مغرب زدہ اور دین بے زار نوجوانوں کے سامنے پیش کیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ قوم کو بے غیرت اور بے حیا بنانے کا کام بڑی بے شرمی کے ساتھ، منظّم طریقے سے اور اک سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔

کسی بھی قوم یا کسی بھی فرد میں جب تک حیا باقی رہے خیر باقی رہتی ہے، مگر جب حیا ختم ہو جائے تو وہ بے حیائی کی تمام حدیں پار کر جانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) (بخاري ، كتاب الأدب : ٦١٢٠)

”جب تم میں حیا نہ رہے تو پھر جو چاہو کرو۔“

یعنی پھر انسان کے اندر سے برائی سے روکنے والی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

تو دنیا کی کشش کی بات ہو رہی تھی، اس سلسلہ میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک بہت بڑی مثال ہے۔اسی حوالے سے ایک اور حدیث سنتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا))

''فرمایا: میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی مثال ہے کہ جس نے آگ جلائی، تاپنے اور سینکنے کے لیے یا روشنی کے لیے۔''

((فَلَمَّا أَضَاءَ تْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا))

''جب اس کا اردگرد روشن ہوگیا تو ٹڈے، تتلیاں، پروانے اور پتنگے اس میں آکر گرنے لگے اور وہ شخص انہیں روکنے لگا۔''

((فَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْتَحِمُونَ فِيهَا))

(بخاري ، كتاب الرقاق : ٦٤٨٣)

''اور میں تمہیں تمہارے کمر بند سے پکڑ کر تمہیں آگ سے دور کھینچتا ہوں اور تم بزورِ طاقت اس میں گرنے جا رہے ہو۔''

اب اس مثال میں آپ ﷺ نے تین تشبیہات بیان فرمائیں، لوگوں کو تشبیہ دی ٹڈیوں اور پتنگوں کے ساتھ، دنیا کی آگ کو تشبیہ دی آخرت کی آگ کے ساتھ اور اپنے آپ کو تشبیہ دی ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ جو پروانوں اور پتنگوں کو آگ میں گرنے سے بچاتا ہے۔

سائنٹفکلی یہ بات معلوم شدہ ہے کہ ٹڈے، پروانے اور پتنگے کمزور ہونے یا لاعلم ہونے کی وجہ سے آگ میں نہیں گرتے، بلکہ اس کی کشش کی وجہ سے اس کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں اور بالآخر آگ میں گر پڑتے ہیں۔

اسی طرح لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے، اپنی شہوات کی تسکین کے لیے دنیا کی رونق میں کھو جاتے ہیں اور ذنوب و معاصی میں گرفتار ہو کر آگ میں جا گرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں آگ سے بچانے کی بہت کوشش کرتا ہوں مگر تم چھوٹ چھوٹ جاتے ہو، ہر نیکی کا رستہ دکھایا، ہر برائی سے بچنے کی رہنمائی کی، اس کے انجام سے خبردار کیا اور ڈرایا، مگر لوگ دنیا کی کشش میں اس قدر پھنستے چلے جاتے ہیں کہ بہت کوشش کے باوجود بھی اس سے باز نہیں آتے۔

آپ ﷺ جو دین لے کر کے آئے وہ کس طرح انسان کو بے راہ روی اور ذنوب و معاصی کی دلدل سے بچاتا ہے، اور کس طرح راہ راست کی رہنمائی کرتا ہے، آیئے ملاحظہ کرتے ہیں، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا))

''اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔''

((وَعَلَى جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ ، فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ))

''صراط مستقیم کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں، ان دیواروں میں دروازے ہیں جو کہ کھلے ہوئے ہیں۔''

((وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُرْخَاةٌ))

''مگر ان دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں۔''

((وَعَلَى بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِيعًا وَلَا تَتَعَوَّجُوا))

''صراط مستقیم کے دروازے پر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ لوگو! سیدھے سیدھے صراط مستقیم میں داخل ہو جاؤ اور ادھر ادھر ٹیڑھے نہ چلو۔''

((وَدَاعٍ يَدْعُو مِنْ فَوْقِ الصِّرَاطِ))

''اور ایک پکارنے والا صراط کے اوپر سے پکار رہا ہوتا ہے۔''

((فَإِذَا أَرَادَ الْإِنْسَانُ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئاً مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ: وَيْحَكَ! لَا تَفْتَحْهُ ، فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کوئی انسان جب ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہتا ہے: افسوس! اسے مت کھولو! اگر تم نے اسے کھول دیا تو تم اندر چلے جاؤ گے۔''

پھر آپ ﷺ نے اس مثال کی وضاحت فرمائی، فرمایا:

((فَالصِّرَاطُ الْإِسْلَامُ))

''صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔''

((وَالسُّوْرَانِ حُدُوْدُ اللّٰهِ))

''صراط مستقیم کے دائیں بائیں جو دو دیواریں ہیں وہ حدود اللہ ہیں۔''

((وَالْأَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ مَحَارِمُ اللّٰهِ))

''اور وہ کھلے ہوئے دروازے محارم اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے منع کردہ اور حرام کردہ کام ہیں۔''

((وَذَلِكَ الدَّاعِيْ عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ ، كِتَابُ اللّٰهِ))

''اور صراط کے شروع میں جو پکارنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔''

((وَالدَّاعِيْ مِنْ فَوْقِ الصِّرَاطِ ، وَاعِظُ اللّٰهِ فِيْ قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ)) (ترمذي : ٢٨٥٩ ، احمد : ١٧٦٣٤)

''اور صراط کے اوپر سے پکارنے والا، ہر مسلمان کے دل میں خیر کا داعی ہے، اس کا ضمیر ہے جو اسے متنبہ کرتا ہے۔''

یہ حدیث یوں تو اپنے مفہوم میں بہت واضح ہے، ہر بات بآسانی سمجھ آرہی ہے لیکن اگر مزید اس کی تفصیل میں جائیں تو مزید بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، مثلاً سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ اس مثال میں راستے سے تشبیہ دی گئی ہے، اور صراط کی مثال دے کر یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ دنیا اک رہگزر اور مسافر خانہ ہے، اور راستے کے دونوں جانب جو دروازے ہیں وہ کھلے ہوئے ہیں، یعنی فتنوں میں مبتلا ہونا، کسی گناہ اور معصیت میں گرفتار ہونا بہت آسان اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سہل ہے۔صرف پردہ ہٹانے کی دیر ہے اور آدمی اس فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

آج ہم اپنے معاشرے میں دیکھیں تو کس طرح فتنے منہ کھولے کھڑے ہیں اور لوگ جذبات کی رو میں بہہ کر، خیر کا کام سمجھ کر دھڑا دھڑ ان فتنوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ان فتنوں میں مبتلا ہونا ان کے لیے آسان بنا دیا گیا ہے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ)) (بخاري : ٧٥٥١)

''ہر آدمی جس ٹھکانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے اس کے اسباب مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔''

یعنی اگر جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیئے جاتے ہیں اور اگر جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو اس کے لیے اس کے اسباب مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔

تو اگر کسی کو یہ جاننے کی فکر لاحق ہو کہ وہ کون سی منزل کی طرف گامزن ہے تو یہ جاننا چنداں مشکل نہیں ہے، مگر اس کے لیے سب سے پہلے اپنے تمام جذبات سے دست بردار ہونا پڑے گا۔اور یہ بات بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ صرف اور صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں ہی جانا جا سکتا ہے کہ آدمی راہ است پر ہے یا راہ جذبات پر ہے۔اور قرآن و حدیث کا مفہوم بھی وہی قابل قبول ہو گا جو علماء کرام بیان فرمائیں گے نہ کہ ناچنے گانے والے لوگ۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی اپنی فکر کریں، مگر اس کے برعکس ہم میں سے بہت سے لوگوں کو عوام کا غم کھائے جا رہا ہے، ان کی اصلاح اور خیر خواہی کی فکر ہے۔

اور اپنا حال یہ ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

((جِيفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ، عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِأَمْرِ الآخِرَةِ)) (صحيح ابن حبان : ٧٢)

''کہ رات کو مردار دن کو حمار یعنی گدھا، دنیا کی بہت خبر مگر آخرت سے بے خبر۔''

یعنی رات کو مردار کی طرح سویا پڑا رہتا ہے نہ فرائض کی کوئی فکر اور نہ نوافل کا کوئی شوق اور دن کو حقوق اللہ سے بے نیاز گدھوں کی طرح کام میں لگا رہتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس دنیا میں انسان کو بہت سے غم لاحق ہوتے ہیں، بہت سے کاموں کی فکر ہوتی ہے، بہت سے مقاصد کے لیے بے چین و بے قرار ہوتا ہے اور ہر غم ایسا ہوتا کہ اس پر دم نکلے۔

گویا آدمی غموں کی وادی میں بھٹکا ہوا ہے اور کوئی رہبر و رہنما نہیں ہے، کوئی بتلانے والا نہیں ہے کہ کدھر جائیں اور کیا کریں! حالانکہ اس کا بہت آسان حل اور نسخۂ کیمیا، اسلام نے بیان کر رکھا ہے۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا ، هَمَّ آخِرَتِهِ ، كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ))

''جو شخص اپنے تمام غموں، فکروں اور سوچوں کو ایک ہی غم میں سمو دیتا ہے اور وہ ہے آخرت کا غم اور فکر، تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غموں سے اس کو کفایت کر دیتا ہے، یعنی وہ کام خود ہی نمٹا دیتا ہے۔''

((وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ فِي أَحْوالِ الدُّنْيَا ، لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهَا هَلَكَ)) (ابن ماجة ، كتاب المقدمة : ٢٥٧)

''اور جو شخص دنیا کے غموں میں الجھا ہوا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ ان میں سے کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔''

دنیا کی حقیقت جاننے کے حوالے سے بات ہو رہی تھی، تو اس حوالے سے یہ جاننا بہت اہم ہے کہ دنیا بڑی ہی پرکشش ہے اور اس کی کشش سے بچنا نہایت مشکل ہے، اور کشش اللہ تعالیٰ سے بے رخی کا ایک بڑا سبب ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین سے عدمِ التفات اور دنیاوی میلانات

﴿ يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴾ (الانفطار : ٦)

دنیا کی حقیقت سے متعلق بات ہو رہی تھی کہ دنیا کی حقیقت سے ہر باشعور انسان آگاہ ہے، شرعی اور عقلی دلائل سے نہ سہی، مگر اپنے مشاہدے کے ذریعے ضرور جانتا ہے کہ دنیا عارضی اور فانی ہے۔

اور عینی مشاہدہ کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے اک بہت بڑی دلیل ہوتا ہے، حتی کہ عقلی دلیل سے بھی بڑی دلیل ہوتا ہے، کیونکہ عینی مشاہدہ حاصل ہونے کے بعد انسان عموماً عقلی دلیل کو جھٹلا دیتا ہے، مگر عینی مشاہدے کو نہیں جھٹلاتا اگرچہ سب سے بڑی دلیل کہ جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا وہ شرعی دلیل ہوتی ہے جو کہ وحی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

تو تعجب اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ انسان دنیا کی بے ثباتی اور اس کے عارضی اور فانی ہونے کو اپنے عینی مشاہدے کے ذریعے جان لینے کے باوجود اس کی طرف اس طرح کھچا چلا جاتا ہے، جیسے لوہا مقناطیس کی طرف۔

اور پھر تعجب در تعجب مسلمان پر کہ جسے عینی مشاہدے کے ساتھ ساتھ شرعی دلائل کے ذریعے بھی یہ بات معلوم ہے بلکہ اس کے ایمان کا حصہ ہے، مگر وہ پھر بھی دنیا کی رنگینیوں میں کھویا ہوا ہے۔

تو اس کا ایک بہت بڑا سبب وہی ہے کہ جس کا گذشتہ جمع ذکر ہوا اور وہ ہے دنیا کی کشش، دنیا کا پر رونق اور مزین ہونا۔ دنیا جو انسان کے لیے بطور امتحان مزین بنائی گئی ہے، اگر مزین نہ بنائی گئی ہوتی تو انسان بہت حد تک اس سے اجتناب کر سکتا تھا۔

کیونکہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ پر کشش چیزوں کی طرف لپکتا ہے اور اگر کشش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوتو آدمی زیادہ توجہ نہیں کرتا، جیسا کہ حدیث میں ہے ایک عورت نے عرض کیا:

((يَارَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا لَمْ تَتَزَيَّنْ لِزَوْجِهَا صَلِفَتْ عِنْدَهُ)) (النسائی ، كتاب الزينة من السنن : ٥١٤٢)

''ایک عورت نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ عورت اگر زینت اختیار نہ کرے، بناؤ سنگھار نہ کرے تو خاوند پر گراں گزرتی ہے یعنی وہ اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔''

اس حدیث میں اگرچہ کچھ ضعف ہے مگر بات حقیقت کے قریب تر ہے۔

تو ایسے ہی دنیا ہے، دنیا میں جب تک کشش ہے انسان اس کی طرف لپکتا رہے گا۔

اسی طرح انسان کے بھٹکنے، بہکنے اور دنیا کی دلدل میں پھنستے چلے جانے کے دیگر بہت سے اسباب ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے، وہ اسباب کوئی پوشیدہ اور چھپے ہوئے نہیں کہ کسی کو معلوم ہوں یا صرف چند لوگوں کو معلوم ہوں، بلکہ وہ سب کو معلوم ہیں مگر پھر وہی بات کہ ان میں مبتلا ہو جانا بھی انسان کی اک فطری کمزوری ہے۔

مثلاً: ایک ہے مال و دولت اور عہدہ ومنصب اور مقام ومرتبے کا حرص اور لالچ۔

انسان مال و دولت کے حصول کی دوڑ میں کس طرح سرتاپا مصروف ہے، آپ اس کے مناظر صبح وشام دیکھتے ہیں، کس طرح لوگ اس کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، ہر طرف گہما گہمی ہوتی ہے، جدھر دیکھیں لوگوں کا ہجوم ہی ہجوم ہوتا ہے۔

اس میں یقیناً ایک غرض گزر بسر کے لیے رزق کی تلاش کی بھی ہوتی ہے۔مگر کوئی شخص محض اپنی ضرورت کی حد تک سعی و جہد کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ مال جمع کرنے کی کوشش میں پریشان رہتا ہے اور جان جوکھوں میں ڈال کر اس کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔

اسی طرح معاشرے میں کوئی مقام حاصل کرنے کے لیے بھی وہ اسی طرح بھاگ دوڑ کرتا ہے، جیسے کوئی وزیر اور مشیر بننے کے لیے، چوہدری بننے اور پھر اپنی چودھراہٹ کو ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے اور قائم رکھنے کے لیے اسے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، کیا کیا ہیرا پھیریاں، ظلم و زیادتیاں، سازشیں اور اکھاڑ پچھاڑ کرنی پڑتی ہے، ہم معاشرے میں ہر روز اس کے مناظر دیکھتے ہیں۔

اور انسان کی یہ خواہش اور کوشش اس کے لیے کس قدر تباہ کن ہوتی ہے، شاید لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں ہے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ)) (ترمذي ، كتاب الزهد : ٢٣٧٦)

"دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں اگر چھوڑے گئے ہوں تو وہ اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنی آدمی کی مال و جاہ اور چودھراہٹ کی حرص و لالچ اس کے دین کو تباہ کرتی ہے۔"

اب اندازہ کریں مال ودولت اور عہدہ و منصب اور چودھراہٹ کے حرص و لالچ اور کوشش سے آدمی کے دین کو کس قدر شدید نقصان پہنچتا ہے، وہ سمجھانے کے لیے آپ ﷺ نے ایک نہیں دو بھیڑیوں کا ذکر فرمایا اور وہ بھی بھوکے۔

اور یہ ابھی صرف خواہش اور کوشش کے نتیجے میں ہے، جبکہ اگر یہ دونوں چیزیں واقعۃً حاصل ہو جائیں تو پھر کتنا نقصان ہوگا، اندازہ کرنا مشکل نہیں رہا۔

مال کی حرص آدمی کو حرام کھانے پر مجبوری کر دیتی ہے اور چودھراہٹ کی حرص، حکمرانی کا شوق، وزارت عظمیٰ کی خواہش آدمی کو کس حد تک گرا دیتی ہے، آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں، پھر لڑائی جھگڑے ہوں، توڑ پھوڑ ہو، قتل و غارت ہو، کاروبار تباہ و برباد ہوں، جانے آنے والوں کو دقت ودشواری ہو، کسی چیز کی پرواہ نہیں رہتی، صرف چند لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کی خواہش کی تکمیل کے لیے قربانی کے بکرے بننے کے لیے تیار ہوں۔

اور یہ کسی ایک آدمی کی بات نہیں بلکہ ہمارے مسلم معاشرے کا عمومی رجحان ہے۔

مگر افسوس کہ یہ باتیں ہمیں سمجھ میں نہیں آتیں، کیونکہ ہم انہیں اپنے جذبات اور اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پسند ناپسند کی عینک سے دیکھتے ہیں جبکہ ان کا تعلق عقیدہ و ایمان سے ہے۔

کوئی مانے نہ مانے، پسند کرے نہ کرے، مگر حقیقت یہی ہے، اس طرزِ عمل سے دین کی تباہی و بربادی لازمی اور یقینی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دین کی سلامتی کی فکر کس کو ہے؟

اپنے اپنے گریبان میں جھانکیں تو صاف صاف دکھائی دے گا کہ ہم اپنے دین کے لیے فکر مند ہیں یا دنیا کے پیچھے بھاگے جا رہے ہیں! دنیا کی محبت اور اس کے لالچ نے انسان کے دل و دماغ پر غفلت کا ایسا دبیز پردہ ڈال رکھا ہے کہ ہوش میں آنے کے کوئی آثار ہی دکھائی نہیں دیتے۔ قرآن پاک نے اس حقیقت کو ایک ایسے پیرائے میں بیان کیا ہے کہ اگر آدمی کو اپنی آخرت کی فکر ہو تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، فرمایا:

﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ ﴾ (التکاثر : ۱، ۲)

”تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے، حتی کہ اسی فکر میں تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو۔“

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ اس آیت کریمہ میں جن بدنصیب اور بدبخت لوگوں کی بات ہو رہی ہے، کیا ہمارا نام بھی تو کہیں ان کی فہرست میں شامل نہیں؟

آپ اس بدبختی کی شدت کو شاید سمجھے نہیں، مطلب یہ ہے کہ دنیا کے حصول میں تم لوگ اس قدر مگن ہو کہ موت آنے تک تمہیں ہوش نہیں آسکتی، یعنی اسی بدبختی کی حالت میں تمہیں موت آئے گی کہ تم دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہو گے اور موت آ کے تمہیں دبوچ لے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بدبختی سے محفوظ فرمائے، آمین

کثرتِ مال کی ہوس انسان کے دین کے لیے تباہی کا باعث ہے، اس پر قرآن وحدیث میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، مگر دولت میں کشش ہی اتنی ہے کہ آدمی بات سنی ان سنی کر دیتا ہے، یا بات مانتا تو ہے مگر اس سے بچنے کے لیے عملی قدم کوئی نہیں اٹھاتا۔

اسلام میں دولت کمانے کے آداب اور حدود کیا ہیں اور زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کوشش انسان کے لیے کس طرح نقصان دہ ہے، یہ ایک الگ موضوع ہے۔

تاہم اگرچہ انسان شرعی آداب اور حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی دولت کماتا ہو، پھر بھی احتیاط کا راستہ یہی ہے کہ بقدرِ ضرورت دنیا کمائے۔

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو یہی پسند ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَيَحْمِيْ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْيَا وَهُوَ يُحِبُّهُ، كَمَا تَحْمُوْنَ مَرِيْضَكُمُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تَخَافُوْنَ عَلَيْهِ))

(صحيح الجامع : ١٨١٤)

''اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کو دنیا سے بچاتا ہے جبکہ وہ دنیا کو پسند کرتا ہے، جیسا کہ تم اپنے بیماروں کو کھانے پینے سے بچاتے ہو اس کی بیماری کے بڑھنے کے ڈر سے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دنیا سے کس طرح بچاتے ہیں؟

اسے دنیا کی رونق، زینت اور کشش سے بچا کر، اس کی نظروں میں دنیا کی حیثیت کم کر دیتے ہیں، آخرت کی فکر اس کے نزدیک اس کا سب سے بڑا مسئلہ بنا دیتے ہیں، پھر دنیا داروں کو دیکھ کر اس کا دل بیمار نہیں ہوتا، اس کی رالیں نہیں ٹپکتیں، وہ دنیا کے پیچھے بھاگنے والوں کے ساتھ بھاگ کھڑا نہیں ہوتا، بلکہ سکون، اطمینان اور وقار کے ساتھ اپنی آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے لیے اور اپنی آل کے لیے اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی رزق مانگا جو بقدرِ کفایت ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا))

(مسلم ، كتاب الزهد: ١٠٥٥)

''اے اللہ! آلِ محمد ﷺ کو اتنا ہی رزق عطا فرما جو بقدرِ حاجت وضرورت ہو۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یعنی زیادہ نہ ہو، مگر ضرورت سے کم بھی نہ ہو۔

اسی طرح ہر مسلمان کے لیے بھی یہی دعاء فرمائی، فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ مَنْ آمَنَ بِكَ وَشَھِدَ اَنِّي رَسُولُكَ ، فَحَبِّبْ إِلَيْهِ لِقَاءَكَ ، وَسَهِّلْ عَلَيْهِ قَضَاءَكَ ، وَاَقْلِلْ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا)) (ابن حبان : ۲۰۸)

''اے اللہ! جو شخص تجھ پر ایمان لایا، اور گواہی دی کہ میں تیرا رسول ہوں، اپنی ملاقات اس کے لیے محبوب بنا دے، اپنا فیصلہ اس کے لیے آسان فرما دے اور اس کی دنیا میں کمی فرما دے۔''

دنیا کی محبت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت، یہ دو متضاد چیزیں ہیں، یکجا نہیں ہو سکتیں، ہاں اگر کوئی شخص دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا بنانے کے لیے حاصل کرتا ہے تو تب اور بات ہے، مگر ایسی صورت میں پھر دنیا بنکوں میں جمع نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہوتی ہے۔

کثرتِ دولت کی ہوس کے بہت سے نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بہت زیادہ مال و دولت جمع کرنے کی کوشش بھی کرتا ہو اور فرائض کی ادائیگی کا خیال بھی رکھتا ہو، بالخصوص نماز باجماعت کی ادائیگی کا خیال بھی رکھتا ہو۔

ہم اپنی جاب اور اپنے کاروبار میں نماز باجماعت کا اہتمام نہ کر سکیں اور پھر سمجھیں کہ وہ کاروبار ہمارے لیے خیر و برکت کا باعث ہوگا؟ یہ بہت بڑا دھوکہ ہے۔

اور پھر اس دولت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں کیے گئے سوال کے لیے تیار رہنا اور بھی مشکل ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں،

((خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ))

''ایک روز آپ ﷺ باہر نکلے تو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ))

''اور دریافت فرمایا کہ اس وقت تم دونوں کو گھر سے باہر کیا چیز لے آئی ہے؟''

((قَالَا الْجُوعُ))

''تو انھوں نے کہا کہ بھوک گھر سے باہر لے آئی ہے''

((قَالَ وَاَنَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِي الَّذِي اَخْرَجَكُمَا قُومُوا))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے بھی وہی چیز گھر سے باہر لائی ہے جو تم دونوں کو باہر لائی ہے، چلو اُٹھو!''

((فَقَامُوا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ))

''پس وہ آپ ﷺ کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ ایک انصاری کے گھر پر تشریف لائے، اس وقت وہ اپنے گھر میں نہیں تھا۔''

((فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَاَهْلًا))

''جب اس انصاری صحابی کی عورت نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا: خوش آمدید۔''

((فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَيْنَ فُلَانٌ))

''تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: فلاں کہاں ہے؟ (یعنی اس کا خاوند)''

((قَالَتْ ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ))

''تو اس کی بیوی نے کہا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے۔''

((اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِيُّ))

''اتنے میں وہ انصاری آ گیا۔''

((فَنَظَرَ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ الْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّي))

''اس نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا: الحمد للہ!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آج تو میرے پاس ایسے معزز مہمان ہیں جو کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔"

((قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَآءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوا مِنْ هٰذِهٖ))

"پھر گیا اور کھجور کا خوشہ لے کر آیا جس میں نیم پختہ، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں، اور کہا: اس میں سے کھایئے!"

((وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ))

"پھر اس نے چھری لی۔"

((فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ))

"تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: دیکھنا، دودھ والی بکری نہ ہو!"

((فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا))

"پس اُس نے ان کے لیے ایک بکری ذبح کی، تو انھوں نے اس کا گوشت کھایا اور کھجوریں بھی کھائیں اور پانی پیا۔"

((فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمُ الْجُوعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيمُ)) (مسلم : ، كتاب الاشربة : ٢٠٣٨)

"جب کھا پی کر سیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے اس نعمت کا سوال ہوگا، تم اپنے گھروں سے بھوک کے مارے نکلے، پھر نہیں لوٹے یہاں تک کہ تم کو یہ نعمت ملی۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ جب آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (التكاثر : ٨) نازل ہوئی، تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ الزُّبَيْرُ: وَأَيُّ نَعِيمٍ نُسْأَلُ عَنْهُ، وَإِنَّمَا هُوَ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ))

''تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کونسی نعمتوں کا ہم سے سوال ہوگا وہ تو محض دو سیاہ چیزیں ہیں: کھجور اور پانی۔''

((قَالَ: أَمَا إِنَّهُ سَيَكُونُ)) (ابن ماجة، كتاب الزهد: ٥٩)

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو بہر حال ہو کر رہے گا۔''

نعمتوں کے متعلق سوال کے حوالے سے، حتی کہ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کے بارے میں بھی سوال کی حتمیت وقطعیت کا اندازہ ایک دوسری حدیث سے بھی لگائیے، حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيمِ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ)) (ترمذي، كتاب تفسير القرآن: ٣٣٥٨)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے کسی بندے سے نعمتوں کے بارے میں جو سوال ہوگا وہ یہ کہ اس سے کہا جائے گا کہ ہم نے تمھارے لیے تمھارے جسم کو تندرست نہیں بنایا تھا، اور تمھیں ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟''

تو جب ایک سادہ پانی کے بارے میں سوال ہوگا اور یہ جو رنگا رنگ کی نعمتوں سے ہم محظوظ ہوتے ہیں، فرِجیں، انواع واقسام کے مأکولات ومشروبات سے بھری پڑی ہوتی ہیں، اس طرح کی جائز اور حلال نعمتوں کا جواب دینا مشکل ہوگا، چہ جائیکہ سود پر لی گئی گاڑیوں اور مکانات کے معاملات کو نظر انداز کر دیا جائے، ان کا تو معاملہ ہی الگ ہوگا۔

اور پھر دولت کی فراوانی سے ایک ڈر اور خطرہ یہ بھی موجود رہتا ہے کہ امتحان سے بڑھ کر کہیں استدراج کا معاملہ نہ ہو۔

امتحان تو یہ ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ﴾ (النمل : ٤٠)

''یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگزاری کرتا ہوں یا ناشکری!''

مگر استدراج یہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا مَا يُحِبُّ وَهُوَ مُقِيْمٌ عَلَى مَعَاصِيْهِ ، فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مِنْهُ إِسْتِدْرَاجٌ))

(صحيح الجامع : ٥٦١)

جب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دنیا میں سے اس کی پسند کی چیزیں دے رہا ہے اُس کے گناہوں پر جمے رہنے کے باوجود،تو جان لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اورڈھیل ہے۔''

''تو دنیا کی بھول بھلیوں میں گم ہونے اور اس کی دلدل میں پھنسے چلے جانے کے اسباب میں سے ایک دنیا کی محبت بھی ہے۔''

اسی طرح ایک سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا غلط مفہوم سمجھ لینا بھی ہے۔

جولوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بے عملی کی دلیل بنا لیتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا انکار کرتے ہیں،اگر اللہ تعالیٰ کے غفور ورحیم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ فرائض ادا نہ کرو اور حرام سے اجتناب نہ کرو،تو پھر اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے کا کیا مطلب ہوگا؟

یہی نا کہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور محنت نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتنوں اور آزمائشوں میں اہل ایمان کا کردار

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۵۵)

یہ دنیا دُکھوں کا گھر ہے، مسائل کا گڑھ ہے، مصیبتوں، پریشانیوں، الجھنوں، تکلیفوں، امتحانوں اور آزمائشوں کا منبع و مرکز اور آماجگاہ ہے، یہاں ہر انسان کو زندگی میں ایک نہیں، بار بار اور مختلف دُکھوں اور مصیبتوں سے گزرنا پڑتا ہے، کسی انسان کو کوئی استثنا نہیں ہے، نہ صرف یہ کہ کوئی استثنا نہیں ہے بلکہ جنہیں استثنا حاصل ہو سکتا تھا انہیں اس دنیا میں دوہری مشقتیں سہنا پڑتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً))

"کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے سخت آزمائشیں کن پر آتی ہیں؟"

((قَالَ: اَلْأَنْبِيَاءُ))

"تو آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء (علیہم السلام) پر۔"

((ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ)) (ترمذي، كتاب الزهد: ۲۳۹۸)

"پھر جو تقویٰ و پرہیزگاری میں ان کے ساتھ زیادہ مماثلت رکھتا ہو، اور پھر جو ان کے ساتھ زیادہ مماثلت رکھتا ہو۔"

تو انبیاء علیہم السلام کہ جنہیں دنیا کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے استثنا ہو سکتا تھا، انہیں نسبتاً زیادہ تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ))

''کہتے ہیں میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ بخار کی تکلیف میں مبتلا تھے۔''

((فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا))

''تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو تو بہت سخت بخار ہے۔''

((قَالَ أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ))

''تو فرمایا: ہاں، مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔''

((قُلْتُ ذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ))

''میں نے عرض کیا، کیا یہ اس لیے ہے کہ آپ کے لیے دہرا اجر ہے؟''

((قَالَ أَجَلْ ذَلِكَ كَذَلِكَ))

''تو فرمایا: ہاں، وہ ایسے ہی ہے۔''

اور پھر فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا))

(بخاري ، كتاب المرض : ٥٦٤٨)

''فرمایا: کسی بھی مسلمان کو جو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، کوئی کانٹا ہو یا اس سے کوئی بڑی چیز، بڑی تکلیف، تو اس کے گناہ اس سے گر جاتے ہیں، جیسے درخت اپنے پتے گراتا ہے۔''

تو انبیاء علیہم السلام کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے استثنا حاصل ہو سکتا تھا، ان پر زیادہ تکلیفیں، مصیبتیں اور آزمائشیں آئیں، پھر کوئی دوسرا شخص کیسے سوچ سکتا ہے، کہ وہ اس دنیا میں خیریت سے زندگی گزار لے گا، اسے کوئی پریشانی اور تکلیف نہیں آئے گی، بالخصوص مسلمان، کہ مسلمان کا پرکھا جانا تو اک لازمی اور حتمی بات ہے، اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴾ (العنکبوت : ۲)

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا، وہ کہیں کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہ جائے؟''

اس لیے سب سے پہلی بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ یہ دنیا دکھوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کی جگہ ہے، کوئی آرام گاہ نہیں ہے، پھولوں کی سیج نہیں ہے، ہر شخص کو تکلیفوں سے لازماً گزرنا ہے۔

تکلیفیں اور آزمائشیں کس قسم کی ہوں گی؟ اللہ تعالیٰ نے کسی ایک تکلیف کو مخصوص تو نہیں کیا، کسی بھی نوعیت کی ہوسکتی ہے اور کسی بھی درجے کی ہوسکتی ہے، البتہ چند صورتوں کا ذکر ضرور فرمایا، جن میں سے ایک مقام پر چند ایک کا ذکر یوں فرمایا:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾ (البقرہ : ۱۵۵)

''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔''

اس آیت کریمہ میں آزمائشوں کی جن جن شکلوں کا ذکر فرمایا، انسان کو زندگی میں عموماً انہیں راستوں سے پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں۔

ڈر اور خوف کی صورت میں کوئی مصیبت اور آزمائش آسکتی ہے، بھوک اور غربت و افلاس کی شکل میں کوئی مصیبت ہوسکتی ہے، مال و دولت میں کسی طرح نقصان اور خسارہ کرنے کی صورت میں آزمائش ہوسکتی ہے، کوئی جانی و مالی نقصان ہوسکتا ہے، کسی دوست، عزیز اور قریبی رشتہ دار کی موت کی صورت میں کوئی آزمائش ہوسکتی ہے۔

تو مصیبتوں کی چند صورتوں کا ذکر فرمایا، اور وہ بھی ''بشئی'' کا لفظ استعمال کرتے ہوئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی کچھ خوف کچھ بھوک یا کچھ جان و مال کا نقصان وغیرہ۔کیونکہ اگر سارے کا سارا خوف، یا ساری کی ساری بھوک وغیرہ کی آزمائش میں ڈال دیا جائے تو وہ آزمائش نہیں بلکہ ہلاکت ہوگی، کچھ باقی ہی نہ رہے گا۔

تو پہلی بات یاد رکھنے کی یہ رہی کہ یہ دنیا دکھوں اور مصیبتوں کا گھر ہے اور کسی کو ان سے مفر نہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ دکھ، مصیبتیں اور آزمائشیں جو انسان پر آتی ہیں، وہ عموماً انہی راستوں سے آتی ہیں کہ جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

تو گویا وہ چیزیں انسان کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہیں کہ جو اس کے لیے آزمائش بن سکتی ہیں۔

انسان کی بنیادی ضرورتوں کے حوالے سے آپ نے سنا ہوگا کہ روٹی کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں، جو کہ ایک حد تک بات صحیح ہے مگر ناقص اور ادھوری ہے کیونکہ ان چیزوں کا تعلق انسان کی صرف جسمانی ضرورتوں سے ہے جبکہ انسان مرکب ہے روح اور بدن سے اور روح کی ضرورتیں بدن کی ضرورتوں سے زیادہ اہم ہیں، چنانچہ شریعت کی روشنی میں انسان کی بنیادی ضرورتوں کو الضروریات الخمس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، کہ انسان کی پانچ بنیادی ضرورتیں ہیں اور شریعت انسان کی ان پانچ بنیادی ضرورتوں کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے خصوصی توجہ اور احکامات صادر کرتی ہے اور وہ ہیں: دین، نفس (یعنی جان)، نسل، مال اور عقل۔

انسان کی بنیادی ضرورتوں کے سرفہرست جو ضرورت ہے وہ ہے دین کی ضرورت۔

دین کی ضرورت تمام ضرورتوں پر مقدم ہے، اس کے بعد دیگر ضرورتیں ہیں، چنانچہ شریعت میں ان ضرورتوں کی حفاظت کے احکام جاری کیے گئے ہیں۔

دین کی حفاظت کے لیے جہاد اور قتل مرتد کی سزا کو لازم قرار دیا، جان کی حفاظت کے لیے قصاص کو، مال کی حفاظت کے لیے چوری کی سزا کو، نسل کی حفاظت کے لیے قذف اور زنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی حد کو، اور عقل کی حفاظت کے لیے شراب کی سزا کو۔

ان ضرورتوں کی حفاظت سے متعلق تفصیلی گفتگو کے لیے تو کوئی الگ نشست درکار ہوگی، آج کی گفتگو تو اس کے صرف ایک حصہ سے متعلق ہوگی، ان شاء اللہ۔

انسان کی ان ضرورتوں سے متعلق ایک اہم اور قابل غور بات ان کی ترتیب ہے، اور وہ یہ ہے کہ دین کی ضرورت تمام ضرورتوں پر مقدم ہے۔

انسان کی اس ضرورت کا خود اسلامی ممالک میں کیا حشر ہوتا ہے، کیا بے قدری ہوتی ہے، کس طرح لا پرواہی برتی جاتی ہے اور نظر انداز کیا جاتا ہے اور کیا مذاق اڑایا جاتا اور تضحیک کی جاتی ہے، یہ ایک الگ موضوع ہے، جسے بہت سی عقلیں سمجھنے سے قاصر ہیں اور بہت سی نفوس کو سننا گوارہ نہیں۔

تاہم، ہم انسان کی دیگر بنیادی ضرورتوں میں سے جان اور مال کی ضرورت سے متعلق بات کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جان اور مال کی حفاظت کے لیے معاشرے میں امن قائم ہونا ضروری ہے، بدامنی، افراتفری، ڈر اور خوف، شدت پسندی اور دہشت گردی سے جہاں انسان کی جان اور مال کو خطرہ ہوتا ہے وہاں وہ انسان کی زندگی کو اجیرن بھی بنا دیتے ہیں، اس کا سکون چھین لیتے ہیں، اسے بے چین و بے قرار کر دیتے ہیں حتی کہ زندگی موت سے بھی زیادہ خطرناک لگنے لگتی ہے، لہٰذا امن ایک بہت بڑی نعمت ہے اور انسان کی بہت بڑی ضرورت ہے۔

آپ امن کی اہمیت کا اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنے بے شمار انعامات میں سے جن انعامات کا حوالہ دیتے ہوئے اور احسان جتلاتے ہوئے انھیں اپنی عبادت کا حکم دیا، ان میں سے ایک امن بھی ہے، فرمایا:

﴿ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ ﴾ (القریش : ٣)

''انھیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔''

﴿ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ۝٤ ﴾ (القریش : ٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کہ جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔''

یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف یہی دو نعمتیں عطا کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں یقیناً بے شمار اور بڑی بڑی نعمتیں عطا کر رکھی تھیں، انہیں سارے عرب میں معزز و محترم بنایا، اپنے گھر کی خدمت کرنے کا اعزاز بخشا کہ جس کی وجہ سے پورے عرب میں انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

اس دور میں جہاں ہر طرف لوٹ مار اور چوری اور ڈکیتی ہوتی تھی، قافلوں کو لوٹ لیا جاتا تھا، وہاں قریش کا قافلہ جہاں سے بھی گزرتا ان سے تعرض نہ کیا جاتا، کوئی انہیں چھیڑنے کی جرأت نہ کرتا، بلکہ اگر کوئی اکیلا قریشی بھی کہیں سے گزر رہا ہوتا اور کوئی اس سے تعرض کرنا چاہتا تو اس کا "حَرَمِی" یا "انا من حرم اللّٰه" کہہ دینا ہی کافی ہوتا، کہ میرا اللہ کے حرم سے تعلق ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتے۔ (تفسير الطبري ، سورة قريش)

تو ان تمام تر نعمتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صرف ان دو نعمتوں کا ذکر کیا۔

﴿ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴ ﴾ (القريش : ٤)

''کہ بھوک کے وقت کھانا دیا اور ڈر اور خوف کے وقت امن عطا کیا۔''

اسی طرح حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَـنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا)) (ترمذي ، كتاب الزهد : ٢٣٤٦)

''تم میں سے جس کسی کا دن اس طرح سے ہو کہ وہ اپنے گھر اور اہل و عیال میں امن و امان سے ہو، جسمانی بیماریوں سے محفوظ ہو اور اس ایک دن کا راشن اس کے پاس موجود ہو، تو اس کے لیے گویا پوری دنیا سمیٹ کے رکھ دی گئی ہے۔''

تو انسان کی زندگی میں امن اس قدر اہم ہے، مگر جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج کے اس دور کا اور پوری دنیا کا ایک بہت بڑا مسئلہ امن کے فقدان کا مسئلہ ہے، ہر طرف بدامنی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شدت پسندی، دہشت گردی اور انتہا پسندی کا دور دورہ ہے۔

یہ کسی ایک شہر اور کسی ایک ملک کا مسئلہ نہیں بلکہ عالمی مسئلہ ہے، پوری دنیا اس میں مبتلا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس بدامنی اور دہشت گردی کے اسباب کیا ہیں، اس کے ذمہ داران کون ہیں اور اس کا حل کیا ہے؟

یوں تو آپ دہشت گردی کے اسباب ٹی وی اور اخبارات میں سنتے اور پڑھتے ہوں گے مگر وہ تمام تجزیے اور تبصرے لوگوں کے خود ساختہ معیار کے مطابق ہوتے ہیں، لیکن اگر آپ ٹھیک ٹھیک اسباب جاننا چاہیں تو جان لیجیے کہ اس کے درست اور حقیقی اسباب صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی جانے جاسکتے ہیں۔

دہشت گردی کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ دہشت گردی انسانی معاشرے میں کوئی نیا اور انوکھا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ تاریخ انسانی اس سے بھری پڑی ہے، مشرکین مکہ کو ہی دیکھ لیں، وہ اپنے عقائد میں انتہاء پسند تھے، وہ اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ میں شدت پسند تھے اور اپنے عقیدے اور نظریے کو بزور بازو نافذ کرنے کے لیے دہشت گردی بھی کرتے تھے۔

تو دہشت گردی انسانی معاشرے میں شروع ہی سے موجود رہی ہے، البتہ حالات کے ساتھ ساتھ اس کی شکلیں اور صورتیں بدلتی چلی آئی ہیں۔

اِن ممالک میں بھی دہشت گردی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، سکولوں میں شوٹنگ کر کے بچوں کو مارا جاتا ہے مگر ہمارے ہاں گذشتہ دنوں پشاور میں جو دہشت گردی کا واقعہ ہوا شاید اس صدی کا سب سے بڑا ہولناک واقعہ ہو۔ یقین نہیں آتا کہ کوئی انسان اس قدر بھی سنگدل، جاہل، احمق اور درندہ صفت ہوسکتا ہے، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں درندہ کہنا بھی درندوں کی توہین ہے۔

آپ نے یقیناً ایسے درندوں کو دیکھا ہوگا کہ جن کا کام ہی جانوروں کو شکار کرنا اور چیر پھاڑ کرنا ہے، مگر دیکھا گیا ہے کہ ان میں سے بھی کئی درندے نہ صرف یہ کہ بچوں کا شکار نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے بلکہ ان کی حفاظت کرتے ہیں۔اور کوئی انسان کہ جسے اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ ہو وہ ایسے گھٹیا پن کا ثبوت دے گا، یقین نہیں آتا۔

کوئی مسلمان ایسا کرسکتا ہے،کوئی انصاف پسند غیر مسلم بھی اس پر یقین کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی اسلام کی ان خوبیوں کے معترف ہیں کہ اسلام کسی مسلمان کو ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ میدان جنگ میں بھی بچوں،عورتوں اور بوڑھوں پر ہاتھ اٹھائے، چہ جائیکہ کتابیں ہاتھ میں تھامے علم کی جستجو میں مگن معصوم بچوں کو اس بے رحمی اور سفاکی سے قتل کر دیا جائے۔

اسلام کس قدر امن و سلامتی کا درس دیتا اور رحمت وشفقت کی تلقین کرتا ہے اور مسلمانوں نے کس طرح رحمت وشفقت کا نمونہ بن کر دکھایا،تاریخ اسلامی اس کی گواہ ہے۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اس کی ایک بہترین مثال ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خفیہ مشن پر یعنی دشمن کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لیے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ان کا امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

وہ چھپ چھپا کر جا رہے تھے، دن کو کہیں رک جاتے اور رات کو سفر کرتے ، جب وہ عُسفان اور مکہ کے درمیان ایک جگہ پہنچے تو مشرکین کے دوسو تیر انداز ان کی تلاش میں لگ گئے ،انہیں ڈھونڈنے لگے، حتی کہ جب ایک جگہ پہنچے جہاں ان سے پہلے ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام کیا تھا تو وہاں انہیں کھجور کی ایک گٹھلی ملی جس سے انہیں اندازہ ہوگیا کہ وہ یہاں سے گئے ہیں، لہٰذا سمت کا اندازہ کرنا مشکل نہ رہا۔

گٹھلی سے اندازہ یوں ہوا کہ مدینہ منورہ کی کھجور کی گٹھلی سائز میں چھوٹی ہے، لہٰذا وہ سمجھ گئے کہ لوگ یہیں سے گزر کر گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ ایک اونچی جگہ پر انھوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا، کہنے لگے کہ نیچے اتر آؤ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔انہوں نے انکار کیا، تو مشرکین نے نیزوں کے وار کر کے ان میں سے سات (۷) کو شہید کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو کو پھر ورغلایا، جھوٹا وعدہ کیا، وہ نیچے اتر آئے تو مشرکین نے انہیں باندھ دیا، ایک نے دیکھا کہ یہ تو ابھی سے دھوکہ دینا شروع کر دیا ہے، جانے سے انکار کر دیا، انہیں قتل کر دیا۔

دو کو حضرت خبیب اور حضرت زید بن الدَّثِنَّہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے جا کر بیچ دیا، ان لوگوں کے ہاتھوں جن کے بڑوں کو انہوں نے بدر میں قتل کیا تھا، تاکہ وہ بدلہ لے سکیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ان کی قید میں تھے کہ وہ حرمت کے مہینہ گزرنے کا انتظار کرتے رہے، پھر حدود حرم سے باہر لے جا کر صلیب پر چڑھا کر شہید کر دیا، مگر اس سے پہلے ایک ایسا عجیب وغریب اور رحمت و شفقت کا نادر واقعہ رونما ہوا۔

ایک عورت نگرانی کر رہی تھی، اس کے ایک بچے کے ہاتھ میں ایک تیز دھار چھری تھی، وہ بچہ چلتے چلتے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا، ماں نے دیکھا تو اس کی چیخیں نکل گئیں، کہ دشمن جسے قتل کے لیے باندھ رکھا ہے، اس کے ہاتھ میں چھری اور بچہ، کیا وہ اس کو چھوڑ سکتا ہے، عقل نہیں مانتی، مگر اسلام کی تعلیمات نے یہ سب کچھ ممکن بنا دیا۔ فرمایا: تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارے بچے کو قتل کر دوں گا، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا اور بچے کو چھوڑ دیا۔

غور فرمایئے! یہ ہیں اسلام کی تعلیمات، ایک سچے مسلمان نے ایک ایسی صورت حال میں بھی کہ جہاں اپنی جان بچانے کے لیے کم از کم بچے کو ڈھال تو بنایا جا سکتا تھا مگر انھوں نے وہ بھی پسند نہ کیا، تو کوئی مسلمان کیسے دہشت گرد ہو سکتا ہے، اس کی بنیاد پرستی کو دہشت گردی کا معنی کیسے پہنایا جا سکتا ہے! اور اگر کوئی مسلمان دہشت گردی کے کسی ایسے کام میں ملوث پایا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ اسلام کی تعلیمات سے ناواقف ہے یا وہ اسلام کا نام استعمال کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصائب ومشکلات کے اسباب

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾

(الشوریٰ : ۳۰)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں مسائل شروع سے ہیں اور قیامت تک رہیں گے، البتہ حالات کے ساتھ ساتھ ان کی شکلیں بدلتی رہی ہیں اور بدلتی رہیں گی،ان مسائل میں سے ایک مسئلہ کہ جس کا سامنا ہر دور میں لوگوں کو کرنا پڑتا رہا ہے اور آج اس دور میں بھی کرنا پڑ رہا ہے، دہشت گردی ہے۔

دہشت گردی کیا ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کے ذمہ داران کون ہیں؟ اور اس کا حل کیا ہے؟

دہشت گردی کا لفظی مطلب ہے، کسی کو خوف زدہ کرنا اور اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے، کسی فرد، جماعت یا کسی ملک کی طرف سے لوگوں کو جان و مال پر منظّم ظلم اور زیادتی، جو ڈرانے دھمکانے کی صورت میں، اِتلاف اَملاک کی صورت میں یا ایذا رسانی کی صورت میں ہو، اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے، اپنے مطالبات منوانے کے لیے، یا اصلاح معاشرہ کے لیے طاقت کا استعمال ہو۔

قرآن پاک میں ایسے جرائم کو فساد کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جرائم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾

(القصص : ٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی، اور وہاں کے لوگوں کو گروہ در گروہ تقسیم کر رکھا تھا، اور ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو قتل کرتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا بے شک وہ تھا ہی مفسدوں میں سے۔“

اور اسی طرح دیگر آیات میں بھی ہے۔اور فساد فی الارض کی سزا قتل قرار دی گئی ہے۔

﴿ إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾

(المائدہ: ۳۳)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا جلا وطن کر دیئے جائیں، یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔“

یہ تو تھا اسلام کا موقف دہشت گردی کے حوالے سے، جس کا مطلب ہے کہ کوئی سچا مسلمان دہشت گرد نہیں ہو سکتا، جبکہ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ امت مسلمہ کو دہشت گردی، شدت پسندی اور افراتفری جیسے مسائل کا سامنا ہے، ہر طرف فتنہ وفساد برپا ہے۔

تو پھر سوال یہ ہے کہ مسلمانوں میں آخر اس شدت پسندی کا رجحان کہاں سے آیا؟ اس کے اسباب اور محرکات کیا ہیں؟

یوں تو شدت پسندی اور دہشت گردی صرف عالم اسلام کا مسئلہ ہی نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عالمی مسئلہ ہے، مگر ہم اس وقت صرف مسلمانوں کے حوالے سے جاننا چاہیں گے کہ وہ لوگ جو نہ صرف امن وسلامتی کا عقیدہ ونظریہ رکھتے ہیں، بلکہ امن وسلامتی کے پیامبر بھی ہیں وہ کیونکر دہشت گردی سے متاثر ہوئے اور اس کی لپیٹ میں آئے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو اس کے تفصیلی اسباب کا اگر جائزہ لیں تو وہ بہت زیادہ ہیں اس میں نفسیاتی اسباب بھی ہیں، سیاسی اسباب بھی ہیں، مذہبی اسباب بھی ہیں، فکری اسباب بھی ہیں، معاشی اسباب بھی ہیں اور معاشرتی اسباب بھی ہیں، ردعمل کے اسباب بھی ہیں۔

مثلاً: سب سے پہلا سبب ان افکار ونظریات کا اور اس شدت پسندی کے رجحانات کا جو ہوسکتا ہے تو وہ گھر سے شروع ہوتا ہےیعنی گھر میں مناسب اسلامی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مناسب اسلامی تربیت نہ ہونے کا مطلب ہے کہ قرآن پاک پڑھنا تو سکھا دیا جائے، نماز روزہ بھی سکھا دیا جائے مگر اخلاقیات نہ سکھائی جائیں یعنی بڑوں کا احترام کرنا، چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنا، پڑوسیوں کے حقوق، راہ گیروں کے حقوق، خوش اخلاقی پر صبر وتحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا وغیرہ۔

بظاہر یہ باتیں غیر ضروری معلوم ہوتی ہیں، آدمی سوچتا ہے کہ بچہ جب بڑا ہوگا تو خود ہی سیکھ جائے گا، مگر بچے کو معاشرے کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا کہ وہ سوسائٹی سے اٹھنے بیٹھنے کے آداب سیکھے، رہنے سہنے کے سلیقے سیکھے، بہت بڑی نادانی، زیادتی، ظلم اور حق تلفی ہے، بالخصوص ایک ایسے معاشرے کے رحم وکرم پر چھوڑنا جو مسلمان تو ہو مگر اسلامی نہ ہو، یعنی ایک ایسا معاشرہ کہ جہاں مسلمان تو رہتے ہوں مگر اسلام نہ ہو، سکول وکالج غیر اسلامی ہوں، میڈیا غیر اسلامی ہو، رسم ورواج غیر اسلامی ہوں، ایسے میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بچہ اس معاشرے سے کیا سیکھے گا؟ وہ بہت کچھ سیکھے گا مگر اسلام نہیں سیکھے گا۔

اسی طرح دہشت گردی کو معاشی حالات کے تناظر میں دیکھیں تو وہ اک بہت بڑا فیکٹر ہوسکتا ہے۔ معاشی ابتری اور بے روزگاری معاشرے کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتے ہیں بالخصوص جب ایمان کمزور ہو، تو وہ انسان کو خودکشی کی طرف بھی مائل کر سکتے ہیں اور دہشت گردی کی طرف بھی لگا سکتے ہیں۔

اسی طرح دہشت گردی کا ایک بہت بڑا سبب میڈیا بھی ہے، وہ کس طرح دہشت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گردی کا سبب ہے اس کی اک تفصیل ہے جو وقت کی متقاضی ہے۔

سیاست کے حوالے سے دہشت گردی کو دیکھیں تو آج کل کے سیاسی حالات میں سب سے زیادہ دہشت گردی، سیاسی پنڈت ہی سکھاتے ہیں، دہشت گردی کی تعریف کو ایک بار پھر پڑھ لیں: کسی کو خوف زدہ کرنا، ڈرانا، دھمکانا، املاک کو نقصان پہنچانا، اپنی مرضی اور سوچ اور فکر کو زبردستی منوانے کی کوشش کرنا، اپنے مطالبات اور حقوق طاقت کے زور پر حاصل کرنے کی کوشش کرنا، اصلاحات کو ڈنڈے کے زور پر نافذ کروانے کی کوشش کرنا، طاقت کے زور پر لوگوں کے کاروبار بند کروانا، ٹائروں کو آگ لگا کر جانے آنے والوں کے راستے بند کرنا، پہیہ جام کرنا، ملک بند کرنا۔

یہ سب کیا ہیں؟ شاید کچھ لوگ اسے جمہوری حق کہتے ہوں مگر دہشت گردی کی تعریف کی روشنی میں اور اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ سراسر دہشت گردی ہے۔

اور اگر لوگوں کے ذاتی مقاصد کے لیے دہشت گردی جائز ہوتی تو پھر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے، اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کے لیے دہشت گردی بالأولی جائز ہوتی، کہ اس میں تو اپنا کوئی ذاتی مقصد ہی نہیں ہوتا، اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں، مگر اسلام نہ اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ اس ترغیب دیتا ہے۔

اسی طرح دہشت گردی پیدا کرنے میں ایک بہت بڑا ہاتھ حکومتوں کا بھی ہوتا ہے اور اس کی کئی ایک وجوہات ہیں، رعایا کے ساتھ ظلم و زیادتی، ناانصافی، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، روزگار مہیا نہ کرنا وغیرہ۔ اس سے مایوسی اور دہشت گردی جنم لیتی ہے اور ظاہر ہے کہ ظلم وزیادتی ہو تو اس کا ردعمل بھی ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ جن کے دور حکومت میں عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ ان کے متعلق ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہِ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا سفیر بھیجا، وہ جب مدینہ منورہ پہنچا تو پوچھا کہ تمہارے بادشاہ کا محل کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارا بادشاہ نہیں بلکہ امیر المؤمنین ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر وہ لوگ اسے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پر گئے، وہ وفد دیکھ کر حیران ہو گیا اور یقین نہ آیا کہ کسی ملک کے حکمران کا ایسا گھر ہو سکتا ہے! مٹی کا بنا ہوا اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا، پوچھا عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں، بتایا گیا کہ وہ کھجوروں کے باغ میں ہوں گے، دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک درخت کے سائے میں سو رہے ہیں، کوئی باڈی گارڈ اور سیکورٹی بھی نہ تھی، وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمین پر سونا اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے دیکھ کر اور بھی حیران ہوئے کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس سے دنیا کے بادشاہ لرزتے ہیں۔ بالآخر وہ اس حقیقت تک پہنچے کہ یہ سب کچھ عدل وانصاف کی وجہ سے ہے، چنانچہ اس نے کہا:

((فَعَدَلْتَ فَاَمِنتَ فَنِمت يا عمر)) (رسل الملوك ومن يصلح للرسالة والسفارة لأبي يعلى الفراء ، ص : ٨٤)

''اے عمر! تم نے فیصلے کیے تو عدل وانصاف قائم کیا، جس کے نتیجے میں امن قائم ہوا، لہٰذا آج تم بے فکر سو رہے ہو۔''

تو حکومتیں جب عدل وانصاف قائم نہیں کرتیں تو بدامنی، شدت پسندی اور دہشت گردی وجود میں آتی ہے، اسی طرح دہشت گردی کے اور بہت زیادہ اسباب ہیں، مگر ہم جو دیکھتے اور سنتے ہیں وہ یہ کہ دہشت گردی کو صرف ایک ہی چیز سے جوڑا جاتا ہے اور وہ ہے مذہبی دہشت گردی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہبی دہشت گردی بھی موجود ہے، مگر اس کے بھی متعدد اسباب ہیں، اس کی تفصیل کے لیے بھی اک وقت درکار ہے، مگر ان تمام اسباب کے ساتھ ساتھ، بلکہ ان تمام اسباب میں سب سے بڑا سبب کہ جس کو کوئی دانشور، کوئی تجزیہ نگار اپنے تجزیوں اور تبصروں میں ذکر نہیں کرتا، وہ قانون قدرت ہے، اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾﴾

(الشوریٰ : ٣٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’تم پر جو بھی مصیبت آئی ہے،تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سے قصوروں سے تو وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔‘‘

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾﴾ (الروم: ٤١)

’’بر و بحر میں جو بھی فتنہ وفساد برپا ہے، وہ لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی بعض بداعمالیوں کا مزا چکھائیں تاکہ وہ لوٹ آئیں۔‘‘

اب اسلامی ممالک کے حکمران کسی حادثے کے بعد جب سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اسباب کا جائزہ لینے کے لیے، تو کیا اس جائزے میں کہیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے دہشت گردی کے سبب کو بھی ڈسکس کیا جاتا ہے؟ بالکل نہیں۔

تو خود ہی بتلائیے کہ جب بیماری کی صحیح تشخیص ہی نہیں ہوگی تو علاج کیسے ممکن ہوگا۔

امن کمیٹیاں بنانے سے کیا امن قائم ہوجائے گا! یہ محض اپنے آپ کو دھوکہ ہے اور قوم کو بھی دھوکہ ہے۔ یہ مسائل، یہ ذلت ورسوائی، یہ بدامنی، یہ دہشت گردی، یہ شدت پسندی اگر ہمارے حکمران واقعی ختم کرنا چاہتے ہیں تو قرآن وحدیث میں اس کا علاج موجود ہے۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يُوشِكُ الأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا))

’’قریب ہے کہ قومیں تم پر چڑھ دوڑنے کے لیے ایک دوسرے کو ایسے دعوت دیں جیسا کہ کھانے والے دوسروں کو کھانے کی پلیٹ (دسترخوان) پر کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔‘‘

((قَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟))

’’کسی کہنے والے نے کہا: کیا اُس روز ہماری عددی قلت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟‘‘

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يومَئِذٍ كَثِيْرٌ))

''فرمایا: بلکہ اس وقت تم لوگ کثیر تعداد میں ہوگے''

((وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ))

''مگر تم سمندر کی جھاگ اور خس وخاشاک کی طرح ہوگے۔''

((وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ))

''اور اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں کے سینوں سے تمھارا رعب ودبدبہ چھین لے گا''

((وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوبِكُمُ الْوَهَنَ))

''اور اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں وَھَن ڈال دے گا۔''

((فَقَالَ قَائِلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا الْوَهَنُ))

''کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وَھَنْ کیا ہے؟''

((قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ))

(ابوداود، كتاب الملاهم: ٤٢٩٧)

''فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی کراہت''

اور حدیث میں ہے، فرمایا:

((إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا، لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِيْنِكُمْ)) (ابوداود، كتاب الاجارة: ٣٤٦٢)

''جب بیع عِینہ کرنے لگو گے، گائیوں بیلوں کی دُمیں تھام لو گے، کھیتی باڑی میں مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کردے گا جو تم سے اس وقت تک ہٹائی نہیں جائے گی جب تک تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے۔''

لہٰذا دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اسباب کے تحت جو جو اقدامات کیے جائیں وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک ہیں کرنے چاہیں، مگر جو اقدامات اُٹھانا اس سے بھی ضروری ہیں، انہیں نظر انداز کر کے اگر یہ سمجھیں کہ امن قائم ہوجائے گا تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہے، ہاں ایک درجہ فرق ضرور پڑ سکتا ہے، مگر کلی طور پر امن قائم ہو، یہ ممکن نہیں ہے، اس کے لیے صرف وہی حل ہے جو اسلام نے بیان کیا ہے۔

دوسری طرف یہ حقائق بھی نظروں میں رہنے چاہییں کہ دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے تک مکمل طور پر امن قائم نہیں ہوسکتا، اوران کے تشریف لے جانے کے بعد بھی رفتہ رفتہ پھر وہی صورت حال ہوجائے گی تو قربِ قیامت کا دور فتنوں کا دور ہے اوران فتنوں سے صرف اسلام کی تعلیمات پر چل کر ہی بچا جا سکتا ہے،اورقرب قیامت کی علامات میں سے ایک علامت قتل و خونریزی بھی ہے،اورقتل وخونریزی کے بارے میں حدیث میں آتا ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَ إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ))

”مجھے اپنی امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے حکمرانوں کا ڈر ہے کہ وہ میری امت کو گمراہ کردیں گے۔“

((وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ أُمَّتِي لَمْ يُرفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))

(ابوداود ، كتاب الفتن : ٤٢٥٢)

”اورمیری امت میں جب ایک دفعہ تلوار نکل آئی تو قیامت تک میان میں نہیں جائے گی۔“

اوراس مفہوم کی ایک اورحدیث بھی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنِّيْ سَأَلْتُ اللّٰهَ فِيهَا ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً))

”میں نے اس میں تین دعائیں مانگی ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے دو مجھے عطا کردی (قبول کرلی) ہیں اورایک سے روک دیا ہے،یعنی قبول نہیں فرمائی۔“

((سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيهَا))

”میں نے دعا مانگی کہ میری اُمت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے۔تو اللہ تعالیٰ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نے مجھے یہ عنایت فرمادی''

((وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا))

''اور ایک دعا یہ مانگی کہ ان پر غیروں میں سے کسی دشمن کو مسلط نہ کرے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ بھی مجھے عطا فرمادی۔''

((وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُذِيقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيهَا))

(ترمذي ، كتاب الفتن : ٢١٧٥)

''اور میں نے یہ بھی اس سے مانگا کہ انھیں آپس میں ایک دوسرے کو لڑائی کا مزہ نہ چکھائے، یعنی وہ باہم دست وگریبان نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے روک دیا، یعنی یہ دعا قبول نہ فرمائی۔''

اب آپ سوچتے ہوں گے کہ پھر کیا کیا جائے کہ جب آپ ﷺ کی پیشن گوئی ہے کہ قتل وخونریزی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے تو پھر اُس سے کس طرح بچا جائے، بالکل اسی طرح جس طرح آپ ﷺ نے بتلایا ہے یعنی فتنوں سے دور رہ کر۔

۱: اپنے ایمان کو بچانے کے لیے جنگلوں میں چلے جاؤ اگر ضرورت پڑے تو۔

۲: اپنے کھیتوں اور بھیڑ بکریوں کے پاس رہ کر زندگی گزار دو۔

۳: اپنی تلواروں کو پتھر سے کند کر دو کہ ان کی دھار اور کاٹ ختم ہو جائے۔

۴: قتل ہونا منظور کر لو، قتل کرنے والے نہ بنو۔

۵: اور ظلم وزیادتی پر صبر کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ دہشت گردی اور دیگر تمام مسائل کا حل صرف اور صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنے میں ہی ہے۔

اور یہ قتل وخونریزی قرب قیامت کی علامات میں سے ایک ہے ورنہ اس سے بھی کہیں خوفناک نشانیاں ہیں، جیسے زمین میں دھنسنے اور شکلیں مسخ ہونے کے واقعات بھی رونما ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَكُونُ فِي آخِرِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس اُمت کے آخری عہد میں زمین میں دھنسائے جانے، صورت مسخ ہونے اور آسمان سے پتھر برسائے جانے کے واقعات رونما ہوں گے۔''

((قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ہلاک کردیے جائیں حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟''

((قَالَ نَعَمْ إِذَا ظَهَرَ الْخَبَثُ)) (ترمذي، كتاب الفتن: ٢١٨٥)

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جب فسق وفجور عام ہوجائے گا۔''

اسی طرح دیگر احادیث بھی ہیں جن میں ان آفات وحوادث کے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ تاہم مختصر یہ کہ اس دنیا میں انسان کو جن بے شمار مسائل کا سامنا رہتا ہے ان کے کوئی نہ کوئی اسباب ضرور ہوتے ہیں، اور عموماً ہر مسئلے کا کوئی الگ ہی سبب ہوتا ہے، البتہ اگر ان تمام مسائل کا کوئی ایک ہی سبب بیان کرنا چاہیں تو وہ ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: ٤١)

''خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔''

تو اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنے مسائل کے حل میں سنجیدہ ہوں تو ہمیں اپنے طرزِ زندگی پر نظر ثانی کرنا ہوگی، اپنے اعمال درست کرنا ہوں گے، اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کرنا ہوگی کہ یہی تمام مسائل کا حل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين